آیاتِ محکمات

بجواب

آیاتِ بیّنات

(حصہ اول)

قیمت پانچ روپے

بسمہٖ سبحانہ

ھو الذی نزل علیک الکتاب منہ اٰیات محکمات ھن ام الکتاب

آیات محکمات آیات بینات

تصنیف منیف

عالی جناب فضائل مآب مطفئ سراج الظلمہ منور قلوب البررۃ مظہر الحق بالسر و العلن
جناب مولوی سید امیر حسن صاحب (رئیس اٹاوہ)

MAKTIBA - E - TAMEER ADAB (Regd.)
745 Paisa Akhbar, Lahore.

دوسرا ایڈیشن ... جولائی ۱۹۶۸ء

تعداد اشاعت ... ایک ہزار

مطبع ... اکرام حسین مشین پریس بنارس

ناشر ... سید شمیم الحسن رضوی وائس پرنسپل جوادیہ عربی کالج پرہلاد گھاٹ بنارس

محل اشاعت ... جوادیہ عربی کالج بنارس

قیمت مجلد ... پانچ روپے

غیر مجلد ... چار روپے پچاس پیسے

ملنے کے پتے

۱- الجواد بک ڈپو جوادیہ کالج پرہلاد گھاٹ بنارس

۲- احباب پبلشرز اقبال منزل مقبرہ عالیہ گولہ گنج لکھنؤ

۳- مکتبہ تعمیر ادب پیسہ اخبار انارکلی لاہور

بسمہ سبحانہ

حرفِ ناشر

چونکہ کتاب آیات بینات پاکستان میں دوبارہ شائع ہو کر ہندوستان میں بھی بکثرت فروخت ہو رہی ہے جس میں اس کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ آج تک شیعہ حضرات اس کا جواب نہیں دے سکے" وغیرہ وغیرہ۔

لہذا مختلف شہروں سے مومنین کے خطوط اس مضمون کے ہمارے پاس آنے لگے کہ کیا واقعی کتاب مذکور کا جواب ہماری طرف سے نہیں لکھا گیا ہے"؟ ہم نے انھیں لکھا کہ تین بسیط جلدوں میں نہایت شائستہ انداز میں خود مولف کے حقیقی بھائی نے ان کی زندگی ہی میں جواب لکھ دیا تھا جو نہایت عمدہ کاغذ اور جلی خط کے ساتھ نظامی پریس لکھنؤ سے ۱۳۴۲ھ میں طبع ہو چکا تھا" مگر چونکہ اس زمانے میں تقریباً نایاب ہے اس لئے ہم نے متوکلاً علی اللہ طبع ثانی کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ جلد اول کا پہلا حصہ آپ کی نظر کے سامنے ہے۔

ہم نے چاہا تھا کہ اس کتاب پر نظر ثانی ہو جائے اور تمام حوالے از سر نو درست کر دئے جائیں۔ اور آج کل کے مذاق کو مدِنظر رکھتے ہوئے غیر ضروری اشعار کم کر دئے جائیں، چنانچہ اس کام کے لئے جن صاحب کو مقرر کیا گیا تھا وہ اس کو پوری توجہ سے نہ کر سکے۔

اصل عبارت میں کئی مقام پر تبدیلی کے ساتھ حاشیہ کی سرخیاں بھی نہیں لکھیں جسکی وجہ سے قارئین کرام کو ابتدائی حصہ میں فہرست کے مطابق سرخیوں کی تعیین میں زحمت ہو گی جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ بالآخر ہم نے اصل کتاب سے کتابت شروع کرا دی تاکہ جلد از جلد یہ نایاب تحفہ مومنین تک پہونچ جائے۔

اس کتاب کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ حضرت صدر المحققین جناب ناصر الملۃ اعلیٰ اللہ مقامہ کی نظر سے گذر چکی ہے جس کا ذکر طبع اول کے خاتمۃ الطبع میں موجود ہے۔ دعا ہے کہ رب کریم ایسے ناساعد دور میں ہمیں توفیق دے کہ یہ خدمت پایۂ تکمیل کو پہونچ جائے۔ آمین۔

سید شمیم الحسن الرضوی النجفی

فہرست مضامین آیات محکمات جلد اوّل

مسئلہ فضیلت صحابہ

آیاتِ محکمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین و شفیع المذنبین ورحمۃ للعالمین محمد وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین المنتجبین واصحابہ المکرمین ▪

امابعد احقر زمن سید امیر حسن ابن سید ضامن علی صاحب غفر اللہ ذنوبہما اپنے برادران اسلامی کی خدمات بابرکات میں عرض پرداز ہے کہ عالی جناب مستغنی عن الالقاب برادر بزرگ جناب مولوی سید مہدی علی صاحب قبلہ المخاطب بہ نواب محسن الملک مرحوم نے اپنا خاندانی اور آبائی مذہب امامیہ اثنا عشریہ ترک کر کے اپنی کسی خاص مصلحت سے مذہب اہل سنت والجماعت اختیار کر لیا تھا۔ اور بعد تبدیلی مذہب ایک کتاب مسمی بہ آیات بینات تالیف فرمائی تھی۔ جس میں اپنی دانست میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کا ابطال اور مذہب اہل سنت کی حقانیت کا اثبات بڑے شد و مد سے کیا ہے۔ جو اشاعت کے بعد ان حضرات کی نظر میں بڑی قدر و منزلت سے دیکھی گئی۔ عوام الناس کی زبان پر یہی کلمہ تھا کہ شیعوں کا مذہب خود انھیں کی کتب سے باطل کر دیا ہے۔ چونکہ جناب ممدوح نے مذہب تبدیل کرنے کی وجہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ

"میں نے دونوں مذاہب کے اصول پر غور کرنے کے بعد مذہب اہل سنت والجماعت کو مطابق کلام الٰہی اور احادیث نبوی کے اور مذہب امامیہ کو اس کے خلاف پا کر سچا مذہب اہل سنت والجماعت کا اختیار کیا۔"

لہٰذا میں نے اس کو بڑے ذوق و شوق سے اور ان دلائل عقلی و شواہد نقلی کو غور سے دیکھا۔ جن کی بنا پر جناب موصوف نے بجائے خود مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الٰہی اور احادیث نبوی کے سچا بتایا ہے۔ لیکن دو چار ہی ورق پڑھنے سے یہ امر منکشف ہو گیا کہ جناب ممدوح

"راہ تحقیق" ہیں" صراط مستقیم" سے کوسوں دور ہیں۔ اور اہل سنت کے متقدمین علماء اور مجتہدین کے کلام اور اقوال پر پردہ ڈال کر متاخرین علماء کے ہم رنگ ہو گئے ہیں، اور غیر معتبر روایات و احادیث سے استدلال کر کے اپنی لسانی اور جادو بیانی سے "خار کو گل" اور گل کو خار سے تعبیر کر کے گلشن مضامین کو نئے نئے شگوفوں اور رنگ برنگ پھولوں سے زینت دے کر برادران اہل سنت کو ایک سبز باغ دکھا کر نہال کر دیا ہے۔ جس کو پڑھ کر اور سن کر ان کے دل و دماغ ایسے شگفتہ ہوئے کہ پھولوں نہ سمائے۔ حالانکہ "آیات بینات" تحقیق سے یکسر عاری ہے۔ اور ابتداء سے انتہا تک اصل مقصد سے بالکل خالی ہے۔ اس صورت میں ہمارے بھائیوں کا باغ باغ ہونا مثل اس پیاسے کے ہے جس کو سراب (ریت) پر پانی کا دھوکا ہوا ہو۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمٰان ماءً حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئًا ﴿ع ۱۱﴾

اور جو لوگ کافر ہو گئے ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ پیاسا اس کو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اس کو کوئی چیز نہیں پاتا۔

معلوم ہوا کہ خوش بیانی اور طاقت لسانی اور چیز ہے۔ اور دعوی کا ثبوت دینا بڑی بات ہے۔ اس سے تو ارباب نظر کی نگاہوں میں اس کتاب کی وقعت و منزلت جیسی کچھ ہو گی ظاہر ہے مگر اس کا خوف ضرور ہے کہ مبادا اس کے دیکھنے اور سننے سے عوام کالانعام کے عقائد پر برا اثر پڑے گا۔ مشہور ہے۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است · · · دگر خاموش بنشینم گناہ است

لہذا میں نے قصد کیا کہ جناب بھائی مرحوم مغفور نے جو محض اپنی تحریر و تقریر کے زور سے بظاہر مذہب اہل سنت والجماعت کو اچھا اور سچا بنایا ہے اس کی اصل حقیقت کا انکشاف ان کی معتبر کتابوں سے کروں۔ نیز اس لئے بھی کہ خدا و رسولؐ کے احکام کا ناواقف بندوں تک پہونچانا بہترین اعمال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف، وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون۔ پ ۴ س آل عمران ع ۱۱۔

اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہئے جو (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بلائے، اور اچھے کام کرنے کو کہے اور برے کاموں سے منع کرے۔ ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہونچیں گے۔

اگر اس ہدایت و نصیحت سے ایک شخص بھی ہدایت پا گیا تو گویا کہ تمام لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے، ارشاد ہوتا ہے۔

ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا پ۶ س مائدہ ع ۴۔

(۱) امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ "سب سے افضل عمل یہ ہے کہ جو شخص کسی نفس کو گمراہی سے راہ راست پر لائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا کل آدمیوں کو راہ راست پر لے آیا۔" مقبول ترجمہ (بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

(۲) حق سبحانہ تبارک و تعالےٰ نے حضرت موسیٰ کو وحی کی کہ اے موسیٰؑ اگر تم ایک شخص کو جو بھٹک گیا ہو سیدھی راہ بتا دو گے تو یہ عمل تمہارا سو برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایضاً بحوالہ تفسیر (منسوب بہ) امام حسن عسکری علیہ السّلام۔ اگرچہ اس قابل نہیں تھا کہ اس بار گراں کو اٹھا سکتا مگر خدائے عزوجل کی توفیق و تائید پر بھروسہ ہے اس لئے یقین ہے کہ ساحل مراد کو پہونچوں گا۔

دریں دریائے بے پایاں، دریں طوفان موج افزاء، دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسہا، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس سے پہلے بہت سے رسالے اور کتابیں علم مناظرہ کی تالیف ہو کر شایع ہو چکی ہیں جن میں اکثر عربی و فارسی میں ہیں۔ اور اس زمانہ میں عربی و فارسی سے بے توجہی کی وجہ سے عوام عموماً اور خصوصاً طلبا سمجھنے سے قاصر ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے مضامین اردو میں لکھے جائیں اور ان کی ترتیب اس طرح کی جائے کہ عام فہم ہو۔ اس تالیف سے میرا مقصود اپنے ناواقف بھائیوں کی رہبری ہے۔ لیکن اگر دوسرے لوگ بھی مذہبی تعصب چھوڑ کر انصاف کی نظر سے ان روایات و احادیث و تفاسیر کو دیکھیں گے جو کتب اہل سنت سے درج کئے گئے ہیں تو ان حضرات پر آفتاب نصف النہار کی مانند روشن ہو جائے گا کہ جس مذہب کو اپنے نزدیک سچا سمجھے ہوئے ہیں وہ راہ حق سے کوسوں دور ہے۔ اور وہ اب تک جان بوجھ کر غلطی پر ہیں۔ اگر حق و باطل کے امتیاز کے بعد بھی راہ راست اختیار نہ کریں تو سمجھنا چاہیئے کہ انھوں نے آیت مندرجہ ذیل سے منہ موڑ لیا ہے۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیا ما قلیلاً ما تذکرون پ۸ س اعراف ۱۷

(اے بندو) جو کچھ تمہارے رب کے پاس سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے، اس کی پیروی کرو اور خدا کو چھوڑ کر اور یاروں کی پیروی نہ کرو، تم کم نصیحت پکڑتے ہو۔

اور آیت حسب ذیل کے مصداق ہو گئے ہیں کہ اپنے بزرگوں کی کورانہ تقلید کرتے ہیں اور انھیں علمار کے کہنے پر چلتے ہیں جو خدا و رسولؐ کے خلاف حکم دیتے ہیں۔

انا وجدنا اٰبائنا علی امۃ وانا علی اٰثارھم مقتدون۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک طریقہ پر پایا اور انھیں کے نشانات کی پیروی کریں گے۔

"آیات محکمات" کا بہت سا حصہ بھائی مرحوم کے زمانہ حیات ہی میں تالیف ہو چکا تھا۔ اور مرحوم سماعت بھی فرما چکے تھے حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اس حقیر اور ناچیز کے عمل کو قبول فرما کر گناہوں کو عفو فرمائیں گے۔ ربنا اغفر لی ولی الذی وللمومنین یوم یقوم الحساب بحق "محمد وآلہ الامجاد"

قال :- الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی نبیہ وحبیبہ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین۔

بعد حمد اور صلوٰۃ کے جاننا چاہیئے کہ خدائے عزوجل نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اس پر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اس کے ہاتھ میں دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکال کر ہمارے دلوں کو نور ایمان سے روشن کیا۔ پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اس کی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے، لیکن شیطان نے بعد ایمان اکثر مسلمانوں کو بہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں سے پھر تاریک کر دیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے۔ جس کی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا نہ چاہیئے، بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلہ کی تطبیق کتاب اور کتاب الرسول سے دینا ضروری ہے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے اپنی نجات کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب وعناد کو دخل نہ دے وہ حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکے، اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا رکھے، ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی کا طالب نہ ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو، اور سوائے مجادلے مکابرے کے اسے اور کچھ منظور نہ ہو اور اپنے آبائی دین و مذہب کو تقلیداً سچ جانتا ہو، اور انا وجدنا اٰبائنا علی امۃ وانا علی اٰثارھم مقتدون کہتا ہو، وہ بے شک اپنی گمراہی میں پڑا رہے گا۔ اور اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کبھی پاک و صاف

نہ کرسکے گا۔"

اقول:۔ الحمد للہ علی احسانہ کہ فرقۂ حقہ اثنا عشریہ صراط مستقیم پر ہے اور اپنے مذہب کو تحقیقاً حق مانتا ہے۔ تقلیداً نہیں۔ کیونکہ اس مذہب کے اصول دین تحقیق عقلی اور آیات قرآن اور احادیث نبوی پر مبنی ہیں جس کی تشریح آئندہ کی جائے گی۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو ناجی سمجھتا ہے لہٰذا جب اس مذہب کے اصول دین بزرگوں کی کورانہ تقلید پر حصر نہیں تو آیۂ "انا وجدنا آبائنا علی امۃ و انا علی آثارھم مقتدون" کا مصداق کبھی نہیں ہوسکتا۔ البتہ خدا کا یہ ارشاد فرقۂ اہل سنت والجماعت پر صادق آتا ہے اس لئے کہ ان کے مذہب کی بنیاد ان حضرات کی پیروی پر ہے جنھوں نے قرآن و حدیث کی بیجا تاویلات پر دین و مذہب قائم کر لیا تھا حالانکہ ایسے لوگوں کی تقلید میں ضلالت ہے نہ کہ ہدایت (اس کی سامنے کی مثال یہ ہے کہ) آپ نے حسب عقیدۂ اہل سنت کل امت کو صلوٰۃ میں داخل کر لیا حالانکہ نہ تو کل امت خیر امت ہے اور نہ وعدۂ الٰہی میں شامل، اس لئے کہ اس امت میں ناکثین، ضالین، فاسقین، فاجرین، منافقین، ظالمین[1] بھی شامل ہیں۔ بلکہ بیشتر تو ایسے بدترین تھے جن کی مثال امم سابقہ میں بھی نہ مل سکے گی۔ اس صورت میں وہ لوگ حسب احکام خدا و رسول مستوجب شماتت و ملامت ہیں۔ رحمت و مغفرت کے مستحق نہیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔

ان الابرار لفی نعیم ۔ ان الفجار لفی جحیم — بیشک نیک لوگ آرام میں ہیں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں۔

اگر آپ کو تحقیق مطلوب ہوتی تو پہلے اس بات کی طرف توجہ فرماتے کہ جب آفتاب دین اسلام کمال کو پہونچ کر اپنے نور سے عالم کو منور کر چکا اس کی تکمیل کی سند بھی خدا وند عالم نے ان الفاظ میں دیدی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ — آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی، اور تمہارے دین اسلام کو پسند کر لیا۔"

اس کے بعد پھر کیا سبب ہوا کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ہی اس دین برحق میں نہ صرف زوال اور اختلاط ہوا بلکہ بقول آپ کے جس کو ہم بھی مانتے ہیں ایسا تفرقہ پڑا کہ اہل اسلام میں بہتر فرقے گمراہ ہوگئے۔ پس جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف نجات کی امید پر کتاب خدا کو دیکھے مگر تعصب کی عینک کو اتار کر تو اس کو حق و باطل کا فرق معلوم ہو جائے گا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم — اور جو ہمارے (دین کے) بارے میں کوشش کریں گے ہم انکو

---

[1] ناکثین۔ قاسطین، مارقین۔ بلکہ وہ عورتیں بھی ہیں جن کو حضرت نوح و لوط کی کافرہ بیویوں کی مانند کہا گیا ہے اور جو فقد صغت قلوبکما، کی مصداق ہیں۔ بھلا یہ لوگ صلوٰۃ و سلام میں کیسے داخل ہوسکتی ہیں۔ ۱۲ عابد حیدر رضی۔

سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔ پ ۲۱ ع ۷ نون عنکبوت ع ۷ کو ضرور بالضرور راستہ دکھلا دیں گے، اور اللہ ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ہے،

ہاں جو شخص سچائی کا طالب ہی نہ ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور صرف مجادلہ و مکابرہ کرنا جانتا ہو اور اپنے آبائی مذہب کو تقلید کی بناء پر حق مانتا ہو، اور "انا وجدنا اٰباءنا" اس کا وظیفہ ہو اور اپنے علماء کے اقوال کو آیت اور حدیث کے برابر سمجھتا ہو، یقیناً وہ جہالت و ضلالت میں پڑا رہے گا۔ اور کبھی اپنے دل کو باطل عقیدوں سے پاک وصاف نہ کر سکے گا۔ چنانچہ ہم انشاء اللہ جلد ہی کتب اہل سنت سے دلیلوں کے ساتھ ثابت کریں گے کہ بہتر فرقوں کی گمراہی کے باعث کون حضرات ہوئے ہیں۔

قال :۔ بعد اس تمہید کے بندۂ گنہگار مہدی علی ابن سید ضامن علی غفر اللہ ذنوبہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ منجملہ مذاہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ جاری ہیں۔ ایک اہل سنت والجماعت، اور دوسرا امامیہ، دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں، اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں، ہزاروں کتابیں تالیف ہوگئیں۔ اور صدہا رسالے تحریر ہوگئے، مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہ ہوا جس کا جو عقیدہ تھا وہ اس پر قائم رہا۔ بہت کم ایسے ہیں جنھوں نے حق پر نظر کر کے اپنے آبائی دین کو چھوڑا۔ اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لئے اختیار کیا ہو۔ لیکن میں اپنے خدائے عزوجل کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں ان چند آدمیوں میں ہوں جنھوں نے اپنی نجات کی امید پر دونوں مذہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا، اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الہٰی کے پاکر اور مذہب امامیہ کو اس کے مخالف دیکھ کر اپنے آبائی دین کے چھوڑنے اور تمام کنبے وقبیلہ سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ وخیال نہیں کیا، اور امامیہ مذہب کو جو بفحوائے برعکس نہند نام زنگی کافور، کے مخالف عقائد آئمہ کرام علیہم السّلام کے ہے چھوڑ کر سچا مذہب اہل سنت والجماعت کا اختیار کیا، چونکہ میرے عزیز واقربا اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں، اس لئے میں ان پر ان دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہوں جنھوں نے میرے دل کو ان کے مذہب سے متنفر کیا، اور ان شواہد نقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہل سنت والجماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا، اسی واسطے میں یہ رسالہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں۔ خدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظر انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ دیں، اللھم آمین "آیات بینات حصہ

(قول)۔ (جی ہاں) امامیہ کا اپنے مذہب کو حق اور اپنے آپ کو ناجی سمجھنا بالکل بجا اور درست ہے کیونکہ وہ بعنایت ایزدی سفینۂ اہل بیت پر سوار ہیں جس کی سلامتی میں کچھ شک نہیں۔ پیغمبر صادق فرما گئے ہیں۔

مثل اهلبیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها غرق وهوی۔ میرے اہلبیتؑ کشتیٔ نوحؑ کی مانند ہیں، جو اس پر سوار ہوا سلامت رہا اور جس نے اس سے کنارہ کیا وہ غرق اور ہلاک ہوا۔

چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیباں

البتہ وہی لوگ غرق ہوئے اور ہوں گے جنھوں نے ناخدائے اسلام کے فرمان کے خلاف سفینۂ نجات سے کنارہ کیا، اور اپنے قصور فہم سے پسر نوح کی طرح کسی پہاڑی کو ذریعہ نجات ٹھہرایا۔

اگر آپ تحقیق کرتے اور دونوں مذاہب کے اصول پر غور فرماتے تو ایسے مذہب کو سچا نہ بتاتے جو سراسر کلام الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کے خلاف ہے اور برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو نہ تو کسی عقیدہ کی تحقیق منظور تھی اور نہ کسی اعتقادی مسئلہ کی تطبیق بلکہ مصلحتاً اپنے خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے عقائد کی تقلید۔ اور آیات بینات کی تالیف سے تحفۂ اثنا عشریہ کی تائید مقصود تھی (جس کی دلچسپ کہانی یہ ہے کہ وہ خواجہ نصر اللہ کابل کی صواقع کی مسروقہ ہے۔)

سوال از جانب مرزا حسن علی صاحب شاگرد شاہ ولی اللہ صاحب (پدر صاحب تحفہ اثنا عشریہ)

کتاب صواقع مولفہ در رد مذہب روافض خذلهم الله تعالیٰ کہ تالیف نصر اللہ کابلی است بملاحظہ شریف در آمدہ یا نہ و بعد ازانکہ ملحوظ نظر فیض اثر شدہ باشد، فرقے در تصنیف آں و تصنیف جناب افادت مآب کہ تحفہ اثنا عشریہ است چیست و معاندان ایں دیار خصوصاً روافض خذلهم الله تعالیٰ بطریق ژاژخائی و بیہودہ گوئی خیلے شور و شغب میکنند کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ

صواقع مولفہ جو مذہب روافض کی رد میں نصر اللہ کابل کی تالیف ہے آپ کے ملاحظہ میں آئی ہے یا نہیں، اس میں اور آپ کی تالیف تحفہ اثنا عشریہ میں کیا فرق ہے۔ کیونکہ معاندین علی الخصوص رافضی تحفہ کی نسبت طنز اور بیہودہ گوئی کے طور بہت کچھ چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ تحفہ اثنا عشریہ صواقع کا ترجمہ ہے اگرچہ ہم مخلصین اور مذہبین کے نزدیک یہ سوال لاطائل ہے۔ اور جو کوئی مایہ علم سے

ترجمہ صواعق موبقہ است، ہر چند سوال این
معنی با مخلصان و ندویان را لاطائل و بیہودہ
مینماید و از جملہ بدیہی البطلان است و ہر کس
کہ از مایہ علم آگہی داشتہ باشد این خبر را از محکی عنہ
مخالف خواہد دانست لیکن بعضے کسان این نا
کس را بسیار تنگ کردند لہذا این امر نامرضی را
موجب سمع خراشی جناب عالی انگاشتہ

سے کچھ آگاہی رکھتا ہوگا وہ اس بات کو
کبھی نہیں مانے گا۔ مگر چونکہ بعض اشخاص
نے مجھے بہت تنگ کیا اس لئے یہ امر حضرت
کی سمع خراشی کا باعث ہوا۔

جواب شاہ صاحب

در وقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ از کتابہائے
اہل سنت کہ در رد مذہب شیعہ و کتب شیعہ کہ
در رد مذہب اہل سنت تالیف شدہ سہ قسم بہم رسید
این سہ قسم کتب در وقت تالیف تحفہ اثنا عشریہ
موجود بودند و در آن وقت ترتیب صواقع بسیار
پسند خاطر افتاد بہمان ترتیب در این کتاب کلام
واقع شد و چند ابواب مثلاً بحث تولا و تبرا و
حدیث ثقلین و مسئلہ انکار نبوت و باب مطاعن
کہ در آن نبود این ابواب افزودہ شد پس این
کتاب را ترجمہ آن کتاب گفتن محض بظاہر ترتیب
آن نمی تواند شد، و نیز اگر تامل کنند روافض را
ہرگز جائے طعن نیست زیرا کہ این کتاب اگر
ترجمۂ صواقع است آخر اثبات مذہب اہلسنت
و رد مذہب روافض می نماید آنہا را چہ کار از ان
کہ تفتیش کنند کہ این گویندہ کیست جواب باید نوشت
و این طعن جواب نمی تواند شد آرے بعض اہل
سنت کہ آنہا را بشہرت این کتاب نسبت بآں

تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف کے وقت اہل سنت
کی وہ کتابیں جو شیعوں کی رد میں ہیں اور شیعوں
کی وہ کتابیں جو سنیوں کی رد میں ہیں، میرے
پیش نظر تھیں اور وہ سب تین قسم کی تھیں، چونکہ صواقع
کی ترتیب مجھے بہت پسند آئی لہذا اس کی ترتیب
پر کتاب لکھی اور چند ابواب مثلاً بحث تولا و
تبرا اور حدیث ثقلین و مسئلہ انکار نبوت و باب
مطاعن صواقع میں موجود نہیں تھے، تحفہ میں بڑھائے
گئے، پس اس کو محض ترتیب ظاہری پر صواقع
کا ترجمہ کہنا درست نہیں۔ اور اگر تامل اور غور کر لیا ہوتا
تو رافضیوں کو طعنہ زنی کا موقع نہیں رہتا،
کیونکہ تحفہ اثنا عشریہ صواقع کا ترجمہ بھی ہو تو اس سے
مذہب اہل سنت کے سچے ہونے اور مذہب شیعہ کے
جھوٹے ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا، ان کو اس بات
سے کیا کام جو اس کی جستجو کر رہے ہیں کہ اس کا مصنف
کون ہے؟ اس طعن سے تو اس کا جواب نہیں ہو سکتا ہاں
اس کتاب کی جو شہرت فقیر کو حاصل ہوئی ہے اس سے بعض اہل

فقیر عرق حسد بجوش آمدہ میخواہند آں نسبت
بایں فقیر درمیان نمانند جواب سخن ایشاں گذشت
کہ فقیر دعوئ ایں کتاب نمی کند و فخر خود نمی خواہد
منظور فقیر غرض ازیں مقدمات سلوک طریق
جدیدیہ اذہان اولی الالباب و طالبان راہ
صواب والحمد للہ کہ حاصل بود"

اہلسنت حسد سے جل مرے، چاہتے ہیں کہ فقیر کا نام
نہ ہو، اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ فقیر اس کتاب
کی تالیف کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ اس پر فخر کرتا ہے
البتہ فقیر کی غرض ارباب فہم اور طالبان حق کو راہ راست
دکھانا تھی سو الحمد للہ وہ حاصل ہو گئی [1]

بہرحال کسی کی تصنیف و تالیف ہو، ہمارے زمانہ میں تو شاہ صاحب ہی کے نام سے مشہور ہے اور حضرت نے ہی اس کو شایع کیا ہے۔ جس کی اشاعت کا باعث یہ تھا کہ جب دولت مغلیہ کو زوال اور سلطنت برطانیہ کا تسلط ہوا تو شیعہ اپنے ان مذہبی عقائد کو ظاہر کرنے لگے جنھیں مخالفین اور دشمنوں کے جور و ستم کے خوف سے چھپائے ہوئے تھے۔

اذان میں بالاعلان "اشہد ان امیر المومنین و امام المتقین علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل" کے نعرے عام طور پر بلند کرنے لگے، اور محفلوں، مجلسوں میں مناقب و مصائب آل رسولؐ بیان کرنے لگے۔ جب ان حالات کو سن کر دوسرے فرقے کے معقول و حق پسند لوگ بھی مائل بہ تشیع ہونے لگے تو جناب شاہ صاحب یہ رنگ اور مذہب حق کی طرف عام رجحان دیکھ کر گھبرا گئے۔ بالآخر اپنے مذہب کی بقا اور بندگان خدا کو راہ راست سے روکنے کے لیے صواقع ملائے موصوف کو نئے لباس میں آراستہ کر کے شائع کیا اور تالیف کا سبب یہ تحریر کیا کہ

غرض تسوید ایں رسالہ و تحریر ایں مقالہ آں ست
کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آنیم و دریں زماں کہ ما در
آنیم رواج مذہب اثنا عشریہ و شیوع آں بحدے
اتفاق افتاد کہ کم خانہ باشد کہ یک دو کس ازاں
خانہ بان مذہب متمذہب نہ باشند و راغب ایں
عقیدہ نہ شوند، لیکن اکثر از حلیہ علم تاریخ و اخبار خود
عاطل و از احوال اصول اسلاف خود بے خبر و غافل

اس رسالے کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جن شہروں
میں ہم رہتے ہیں وہاں شیعہ مذہب کا رواج اسقدر
زور پکڑتا جا رہا ہے کہ کوئی گھر ایسا نہ ملے گا جہاں دو
ایک نفر اس مذہب کے معتقد ہوں، لیکن وہ زیادہ تر
علم تاریخ اور اپنے اخبار و روایات سے ناواقف اور
اپنے اسلاف کے اصول سے بے خبر ہیں، وہ اہلسنت سے
بے جوڑ اور بے تکی باتیں کرتے ہیں لہٰذا خوشنودی

(حاشیہ) [1] تحفہ ص ۳ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ دسمبر ۱۸۸۵ء عابد حیدری

می باشند و ہر گاہ کہ در محافل و مجالس با اہلسنت والجماعت گفتگو می نمایند کج می گویند و شتر گربہ می آرند جستہ جستہ بہ تحریر ایں رسالہ پرداختہ شد تا در وقت مناظرہ از جادہ خود بیروں نروند و اصول خود را منکر نشوند تحفہ مطبوعہ فخر المطابع

خدا کے لئے یہ رسالہ لکھا تاکہ مناظرہ کے وقت صحیح راستہ پر رہیں اور اپنے اصول کا انکار نہ کر بیٹھیں۔

اس طرح شاہ صاحب نے کاغذ سیاہ کر کے بلا امتیاز حق و باطل، نور کو ظلمت "اور ظلمت کو نور بنا کر لوگوں کو مذہب امامیہ اختیار نہ کرنے کی بیکار کوشش کی اور کہنے کو تو یہ کہا کہ

دریں رسالہ التزام کردہ شد کہ در نقل مذہب شیعہ و بیان اصول ایشاں والزاماتیکہ عاید بایشاں می شود غیر از کتب معتبرہ ایشاں منقول عنہ نباشد ؎

اس رسالہ میں التزام رکھا گیا ہے کہ مذہب شیعہ اور اس کے اصول اور جو الزامات ان پر عاید ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں انھیں کی مستند کتابوں سے تمسک کیا جائے گا۔

لیکن بطور مجادلہ اور مکابرہ لفظ "گویند" کہہ کر خود ہی مضمون آفریں بنے، اور خود ہی اس کو علمائے شیعہ کی طرف منسوب کیا، پھر خود ہی رد بھی کرنے لگے۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ ۔ خود بر سر آں کوزہ خریدار بر آمد" چنانچہ تحفہ کی ابتدا سے انتہا تک بکواس اس کی شاہد ہے کہ شاہ صاحب نے ناحق ہی مذہب شیعہ اثنا عشریہ کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز وہ حدیثیں اور تفسیریں اور روایتیں جو اہل بیت اطہار علیہم السلام خصوصاً امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں انکو غلط اور ضعیف لکھا ہے، حالانکہ انھیں کے مذہب کی معتبر کتابوں میں درج ہیں۔ البتہ جو حدیثیں خلفاء اور حکام وقت کی فضیلت میں جاہ و منصب کی لالچ میں گڑھی گئیں ان کو سچ اور صحیح بنایا ہے۔ اسی طرح وہ حدیثیں اور تفسیریں اور روایتیں جنھیں علماء و آئمہ اہلسنت نے درج کیا ہے جس سے مشہور صحابہ کے نقص ایمان پر روشنی پڑتی ہے۔ ان میں کسی کا کھلم کھلا انکار کر دیا، کسی کے راوی کو جھوٹا بنایا، کسی مورخ کو مفتری اور کسی مفسر و محدث کو رافضی کہہ دیا۔ حالانکہ وہ سب ثقات اہل سنت ہیں۔ اور اگر کسی بات سے صریحی انکار نہ کر سکے تو

(حاشیہ) ؎ افسوس کہ شاہ صاحب کا یہ عہد و پیمان باقی نہ رہا۔ "ناکثین" کی مانند ہماری معتبر کتابوں سے حوالے دینے کے بجائے اپنی بخاری وغیرہ کا سہارا لیا جس کی نظیر آئندہ صفحات میں آئے گی۔ ۱۲ عاید ...

راوی کو ضعیف اور جھوٹ بتا کر بیجا تاویلات اور توجیہات کر کے ان برائیوں اور مذمتوں کا الزام شیعوں پر رکھ دیا۔ مثلاً باب دہم میں لکھتے ہیں:۔

"باب دہم در مطاعن خلفائے ثلاثہ و دیگر صحابہ کرام و ام المومنین عائشہ صدیقہ کہ شیعہ در کتب خود آوردہ اند وان مطاعن را از کتب اہل سنت بزعم خود ثابت نمودہ" صفحہ ۲۷۶[1]

جس کا مطلب یہ ہے کہ شیعہ خلفائے ثلاثہ و دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون و بدنام کرتے ہیں، کتب اہل سنت میں وہ برائی نہیں۔ حالانکہ اصحاب ممدوحین اور بعض ازواج رسول کی مذمت میں بہت سی روائتیں صحاح ستہ وغیرہ میں درج ہیں۔ اور متقدمین محدثین مفسرین محققین نے ان لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت طنز کئے ہیں۔ اور ان کے اسلام کو داغدار ثابت کیا ہے۔ اور ان تمام مطاعن کا منبع، اصح الکتب بعد کلام الباری صحیح بخاری، و صحیح مسلم ہیں جن میں صحابہ کی مذمت اور برائی میں حدیثیں بکھری پڑی ہیں۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے۔

قال عبد اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الیّ رجال منکم حتی اذا اھویت لاناولھم اختلجوا دونی فاقول ای رب اصحابی فیقول لا تدری ما احدثوا بعدک[2]۔

دیکھو مظاہر حق شرح مشکوۃ باب حشر صفحہ ۳۳۵ و باب حوض صفحہ ۳۵۱

سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا ساقی ہوں گا تم میں سے کچھ لوگ میری طرف بڑھیں گے جب میں ان کو دینے کے لئے جھکوں گا تو وہ میرے سامنے سے ہٹادئے جائیں گے، میں بارگاہ ایزدی میں عرض کروں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں" ارشاد ہوگا کہ یہ وہ اصحاب ہیں جنھوں نے تمہارے بعد دین میں بدعتیں کیں۔

شاہ عبد العزیز دہلوی نے بھی اپنی مسروقہ تحفہ میں اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ مگر یہ لکھ کر دامن بچانے کی کوشش کی ہے۔

ہیچکس از اہل سنت آن جماعت را صحابہ نمیداند و معتقد خوبی و بزرگی آنہا نیست (تحفہ)

کوئی بھی سنی اس جماعت کو صحابی نہیں مانتا۔ اور ان کی اچھائی اور بزرگی کا معتقد نہیں۔

انشاء اللہ اس کا مفصل ذکر دوسری جلد میں ہوگا۔ پس یہ تمام جواہر بے بہا اور گوہر گرانمایہ اسی معدن و مخزن سے شیعوں کے ہاتھ لگے ہیں۔ مگر شاہ صاحب نے بقول حافظ شیرازی۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

(حاشیہ) [1] تحفہ صفحہ ۲۷۶ ۱۲ عابد حیدری [2] بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۳۹ سطر ۸ ۱۲ عابد حیدری

اپنے امام محمد اسماعیل بخاری و دیگر محدثین کرام کو تو پردہ میں چھپایا اور علماء امامیہ کو نشانۂ تیر ملامت بنایا، جو کچھ میں نے عرض کیا اس کا حال معزز ناظرین پر میری اس تالیف سے روشن ہو جائے گا کہ آیا اصحاب و ازواج رسول کو امامیہ نے بدنام کیا ہے یا خود ہوا خواہان اصحاب نے جو ان کی مدح و ثنا میں ہمہ وقت رطب اللسان ہیں۔ غرض شاہ صاحب نے شاہد مضامین کو اس حسن سے آراستہ و پیراستہ کر کے اس امید پر شیعوں کے سامنے پیش کیا کہ اس کے مضامین دل فریب ایک حسین کی طرح دلربائی کریں گے۔ لیکن علمائے کرام و حامیان دین اسلام (جو آستانۂ شریعت پر متمکن ہیں) کیا متاثر ہو سکتے تھے۔ آخر اس کے شایع ہوتے ہی ع این گریبان گرفتن و آں دامن۔

اس کے ایک ایک لفظ کی تردید اہل سنت کی معتبر کتب تفسیر و حدیث وغیرہ سے کر دیا۔ کسی نے باب الہیات و نبوت کا جواب لکھا۔ کسی نے مطاعن کا۔ چونکہ اصل تحفہ بارہ باب میں لکھی گئی تھی اس لئے اس کے ہر باب کا کافی و شافی جواب علامہ دہلوی جناب حکیم مرزا محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے نزہۂ اثناعشریہ کی بارہ جلدوں میں تحریر فرمایا۔ جناب علامہ محمد قلی خاں صاحب اعلی اللہ مقامہ نے باب اول کا جواب سیف ناصری میں۔ باب دوم کا تقلیب المکائد میں۔ باب ہفتم کا برہان السعادت میں۔ باب دہم کا تشئید المطاعن کی تین جلدوں میں۔ اور باب یازدہم کا مصارع الافہام میں۔ اور جناب مفتی محمد عباس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے باب ہفتم کا جواب (جو امامت سے متعلق ہے اور ایک اہم مسئلہ ہے منجملہ مسائل اختلافیہ مابین سنی و شیعہ) جواہر عبقریہ میں اور جناب غفرانمآب مولانا سید دلدار علی صاحب طاب ثراہ نے باب پنجم کا جواب صوارم الہیات میں۔ باب ششم کا حسام الاسلام میں۔ باب ہفتم کا احیاء السنۃ میں۔ باب دوازدہم کا ذوالفقار میں۔ اور جناب سلطان العلماء سید محمد رضوان مآب نے خاص بحث فدک کا جواب طعن الرماح میں بحث متعہ کا بارقۂ ضیغمیہ میں (جس کے کچھ بے سروپا جواب مولوی رشید الدین صاحب سنی المذہب نے شوکت عمریہ میں لکھا تھا کہ ادھر سے بھی جواب الجواب فوراً ضربت حیدریہ میں دیا گیا۔ اور سب سے آخر میں عالی جناب امام المتکلمین رئیس المناظرین مولانا مولوی سید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ نے باب امامت کے جواب عبقات الانوار کی تیس جلدوں میں جس میں دس جلدیں شایع ہو چکی ہیں) نہایت مدلل و مفصل تحریر فرمایا۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مذکورہؒ تمام کتابیں ایسی لاجواب ہیں کہ شاہ صاحب سے لے کر آج تک کسی سنی عالم کو جواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ حالانکہ خود شاہ صاحب کی زندگی ہی میں کتاب تحفہ اثنا عشریہ تصنیف ہو چکی تھی اور انہیں ملاحظہ بھی کر چکے تھے۔ مگر اس خیال سے کہ "جامہ ندارم دامن از کجا آرم" خاموش ہو گئے۔ کیونکہ حق کا جواب کیا دے سکتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کا خط بنام حکیم شریف خاں کتاب مذکور کی طلب میں آج تک کتاب رجال میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

قد سمعت ان الفاضل الکامل المدقق المحقق مرزا محمد سلمہ اللہ تعالیٰ قد کتب علی وجہ الرد البحث علی التحفۃ الاثنا عشریہ ان اتفق مرقومانہ ومطالبہ بوسطتکم فالمامول ان تبذلوا فی ذلک الجھد"

منقول از ردّ التحفہ ص۱۳

"تحقیق میں نے سنا ہے کہ فاضل کامل مدقق و محقق مرزا محمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہ اثنا عشریہ کی رد میں کوئی کتاب لکھی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی وساطت سے وہ کتاب طلب کی جائے، امید ہے کہ آپ اس امر میں کوشش بلیغ فرمائیں گے۔"

اس تحریر سے جناب علامہ دہلوی کی جلالت قدر کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ جن علماء امامیہ کو شاہ صاحب نے علم تاریخ اور احوال و اصول اسلاف سے بے خبر و غافل بنایا تھا آخر خود حضرت ہی نے جناب ممدوح کو فاضل، کامل، مدقق، محقق کے خطابات سے یاد کیا ہے۔

آپ کے بعد جناب حیدر علی صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی تقلید میں کتاب منتہی الکلام لکھی (جن میں آل رسولؐ علیہم السلام کی عظمت و مرتبت پر حملے کئے ہیں) جس کا (منہ توڑ جواب) استقصاء الافحام" میں علامہ سید حامد حسین صاحب طاب ثراہ نے دیا۔ پھر اس کا جواب بھی اہل سنت سے کچھ نہ بن پڑا، حالانکہ مناسب تو یہ تھا کہ ہمارے سنی بھائی مناظرہ کر کے سیدھی

(حاشیہ) - اس کے علاوہ تحفہ کے جواب میں اور بھی کتابیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) طرد المعاندین از جناب سلطان العلماءؒ، باب دوازدہم تولا و تبرا کی فصل ہفتم کا جواب۔
(۲) آقا السید احمد بہبہانی عظیم آباد پٹنہ کے زمانہ قیام میں تحریر فرمایا، یہ کتاب کتبخانہ رشیدیہ کوپاگنج میں موجود ہے۔
(۳) تحفہ منقلبہ۔ تحفہ کا جواب تحفہ سے۔ (۴) غیبت۔ امام قائم آل محمدؐ کے وجود و ظہور کی بحث۔
(۵) رد التحفہ۔ مولانا سید محمد حیدر صاحب طاب ثراہ۔ خاص خاص مقامات کے جوابات۔
(۶) ابرام المکائد۔ (۷) شعلہ جوالہ وغیرذالک۔ ۱۲ عابد حیدری

ان کو بالکس ثابت کرنے کی سعی لاحاصل نہ کرتے۔ مگر افسوس کہ ان سے چپ چاپ بیٹھا نہیں جاتا۔ اور اپنے بزرگوں کی پیروی میں تالیفات وتصنیفات بے سروپا سے شیعوں کے مذہب پر بے نتیجہ حملے کرتے ہیں۔ اور جب شیعوں کی طرف سے ترکی بہ ترکی جواب پاتے ہیں تو بر انگیختہ ہوتے ہیں اور عدالتوں میں استغاثہ دائر کرتے پھرتے ہیں، لیکن الحمد للہ کہ اس دور میں ہر فرقہ اپنے مذہب میں آزاد ہے اس لئے وہ استغاثے خارج کر دیے جاتے ہیں۔ پس ہمارے علمائے اعلام کے معقول ومنقول جوابات پر علماء اہل سنت کا سکوت اور جمود ہمارے علماء کے بتحر علم اور عبور وتحقیق مذہب پر بخوبی دلالت کرتا ہے، اس صورت میں ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ شاہ صاحب نے متکلمین امامیہ کی لاعلمی وبیخبری کی نسبت ارشاد فرمایا وہ کہاں تک درست ہے۔ ہاں شاہ صاحب جو چاہیں کہیں۔ مگر حق تو یہ ہے کہ اگر علمائے کرام صراط مستقیم اور شریعت رسول کریم کو خارزار ضلالت سے پاک وصاف نہ کرتے تو زمانہ غیبت جناب صاحب الزمان علیہ السلام میں بقائے ملت حقہ اثنا عشریہ محال تھی۔ جیسا کہ جناب تقدس مآب مفتی محمد عباس صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

در احتجاج طبرسی از جناب امام نقی علیہ السلام منقول است کہ آنجناب فرمودہ علمائے کہ بحضرت صاحب الزمان علیہ السلام راہ می نمایند وبحجج الٰہی ودین متین را نگاہ میدارند وضعفائے بندگان خدارا از دام شیاطین میرہانند در زمانہ غیبت صاحب الزمان علیہ السلام اگر باقی نمی ماندند ہر آئینہ ہمگی مردم از دین ہدیٰ برہم سن گشتند وراہ ارتداد پیش می گرفتند ولیکن علماء زمان لہائے شیعہ را بدست می گرفتند مثلیکہ کشتی بان سکان کشتی را میگیرد انند آنہا نزد خدا صاحب فضل وشرف اند۔

انتہیٰ

کتاب احتجاج طبرسی میں امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ ہمارے علماء جو ہمارے شیعوں کو معرفت امام زماں علیہ السلام کی حاصل کراتے ہیں اور براہین روشن سے دین متین کی حفاظت کرتے ہیں اور ضعیف الاعتقاد بندگان خدا کے دلوں کو دام شیاطین سے بچاتے ہیں اگر غیبت امام علیہ السلام موجود نہ ہوتے تو تمام لوگ ضرور دین خدا سے پھر جاتے اور گمراہی اختیار کرتے لیکن علماء وقت ضعیف شیعوں کے دلوں پر اس طرح حاوی ہو گئے ہیں جس طرح ناخدا کے قبضہ میں کشتی کا سُکان ہوتا ہے کہ جس طرف چاہتا ہے اس کو چلائے پھرائے پس یہ علماء پیش خدا فضل وشرف رکھتے ہیں۔

غرض تحفہ کی تالیف سے خدا کے فضل سے مذہب امامیہ کا تو کچھ نہیں بگڑا۔ البتہ اہلسنت

والجماعت کی پوری قلعی کھل گئی۔ اوران کے پیشواؤں کی جو حالتیں پوشیدہ تھیں وہ طشت از بام ہوگئیں۔ چنانچہ میں اپنی ہی حالت عرض کرتا ہوں کہ خاص اصحاب نے جو بدسلوکیاں اپنے پیغمبر کی رحلت فرماتے ہی آنحضرت کی پارۂ جگر اور نفس رسولؐ کے ساتھ کی تھیں۔ مثلاً احراق بیت الشرف بنت رسول جبر وتعدی بیعت طلب کرنے کے لئے ضبطیٔ فدک ومیراث اور حق خمس وغیرہ، مجھے ان کے باور کرنے میں بہت پس وپیش تھا اور خیال کرتا تھا کہ وہ اصحاب کرام جنھوں نے حسب اعتقاد اہل سنت سب سے پہلے جناب رسول خداؐ کی رسالت ونبوت کی تصدیق کی آنحضرت کے سفر و حضر میں ساتھ رہے اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امیرالمومنینؑ کے مراتب و مدارج سے اچھی طرح واقف تھے۔ اپنے پیغمبر کی بیٹیؑ کا گھر آگ اور لکڑی لے کر جلانے کیونکر آئے ہوں گے۔ اوران بدعتوں کے مرتکب کس طرح ہوئے ہوں گے۔ لیکن جب تحقیق کی نظر سے اہلسنت والجماعت کی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت واقع ہوئی اوران میں کتاب تحفہ اثنا عشریہ بھی نظروں سے گذری اور اس میں جناب رسول خداؐ کی لخت جگر کا گھر جلانے کی توجیہ میں شاہ صاحب کا یہ کلام دیکھا کہ:۔

"ایں تخویف وتہدید کسانے را بود کہ در خانۂ حضرت زہرا ملجا وپناہ ہر صاحب خیانت دانستہ دریں جمع می شدند وفتنہ وفساد منظور می داشتند وبرہم زدن خلافت خلیفۂ اول بگنہگاشتہا ومشورہ ہائے فساد انگیز قصد می کردند"

تحفہ ص۳۳ مطبوعہ فخر ال[illegible][1]

یہ ڈرانا اور دھمکانا ان اشخاص کو تھا جو دولت سرائے جناب فاطمہؑ کو اپنی جائے پناہ سمجھ کر جمع ہوتے تھے اور فتنہ وفساد برپا کرنا چاہتے تھے، اور اپنے فتنہ انگیز مشوروں سے خلیفہ اول کی خلافت کو درہم برہم کرنا چاہتے تھے۔

اس وقت حضرت شاہ صاحب کے ایمان وعقاید کے جوہر کھلے۔ نیز سہ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم اپنی غلطی کی بھی صحت ہوئی اور یقین آگیا کہ جو مطاعن اصحاب ممدوح اہل سنت کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ جن کو اکابر علمائے اہل سنت [illegible] کرتے ہیں، خود شاہ صاحب کو بھی جب اس واقعہ کو جھٹلانے کا کوئی بہانہ نہ ملا تو ان کی محبت اور اپنے مذہب کی بقا کی خاطر اس پر پردہ ڈال دیا۔ اور کہہ دیا کہ یہ تہدید وتخویف بنت رسولؐ کو نہ تھی بلکہ ان لوگوں کو تھی جو خلیفۂ اول سے باغی ہوکر فاطمہؑ کے گھر میں جمع ہوئے تھے، اور خلافت برہم کرنے کے مشورے کرتے تھے۔ مگر شاہ

---

[1] تحفہ ص۲۶۴ نولکشور دسمبر ۱۸۸۵ء

صاحب کے اس پردہ کو شبلی نعمانی نے چاک کر دیا۔ (جن کو اہل سنت اس زمانہ کا بیہقی کہتے ہیں) چنانچہ وہ اپنی کتاب الفاروق میں بحوالہ امام مالک تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مجمع خاص بنو ہاشم کا تھا۔ اور حضرت علیؑ اس گروہ کے پیشوا (پیشرو) تھے۔ ملاحظہ ہو۔

" آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ کے گھر ایک مجمع ہوا جس میں تمام بنو ہاشم اور ان کے اتباع شریک تھے اور حضرت علیؑ ان کے پیشوا[۱] (پیشرو) تھے۔ حضرت عمر نے حضرت فاطمہؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا بنت رسول اللہؐ۔ خدا کی قسم اگر آپ کے یہاں اس طرح لوگ مجمع کرتے رہے تو میں گھر میں ان لوگوں کی وجہ سے آگ لگا دوں گا[۲]" حصہ اول ص۱۲۵ و ص۶۵۔

اس سے بڑھ کر اصحاب کی حمایت اور کیا ہوگی کہ شاہ صاحب کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ وہ مقدس گھر تھا جس میں حضرت جبرئیل و میکائیل بھی بغیر اجازت قدم نہیں رکھتے تھے۔ جس گھر میں پیغمبر خداؐ کی پیاری بیٹی فاطمہ زہراؑ نفس رسولؐ علی مرتضیٰؑ قرۃ العینین حضرات حسنین علیہم السلام تھے۔ جو اپنے ولی اور آقا کے سوگ میں صف ماتم پر بیٹھے ہوئے نوحہ و بکا میں مشغول تھے۔ جناب خلیفہ آگ اور لکڑی لے کر اس گھر کو جلانے کے لئے آئے تھے۔ بلکہ کتب اہلسنت میں یہ بھی ہے کہ اس وقت کسی نے کہا کہ گھر میں بنت رسولؐ اللہ اور آنحضرت کے صاحبزادے ہیں۔ جناب عمر نے کہا ہوا کریں[۳]۔ حالانکہ یہ وہ بیت الشرف ہے۔ جس کی عظمت و جلالت کے لئے ارشاد الٰہی ہے۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیہا اسمہ یسبح لہٗ فیہا بالغدو و الاصال۔ پ۱۸ نور (یہ چراغ) ایسے گھروں میں ہے جس کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور اس کا نام لیا جائے جن میں صبح و شام وہ لوگ اسکی تسبیح کرتے ہیں تا آخر۔

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان گھروں سے مراد انبیاء کے گھرانے ہیں، اور جناب علی مرتضیٰؑ کا گھر انھیں میں داخل ہے۔ اور کافی میں منقول ہے کہ قتادہ نے انھیں حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بہت سے علماء کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیٹھا مگر کسی کے سامنے میرا قلب اس طرح مضطرب نہیں ہوا جس طرح حضور کے سامنے ہوتا ہے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ تو کہاں ہے تو ان گھروں کے سامنے ہے جن کی تعظیم کئے جانے کا خود خدا نے حکم دیا ہے۔ پس تو وہاں ہے اور ہم وہ ہیں قتادہ نے عرض کی، قربان ہو جاؤں، واللہ آپ نے سچ فرمایا بے شک ان

---

[۱] الفاروق حصہ اول ص۱۳۱ ناشر تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ۵۳ کراچی۔
[۲] الفاروق ج ۱ ص۱۲۲۔ [۳] الفاروق۔

ان بیوت سے مراد مٹی اور پتھر کے مکان نہیں ہیں قول مترجم یہ قتادہ اہل سنت کے مفسرین میں اول درجہ کا مفسر ہے۔ مفسرین اہل سنت نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے ملاحظہ ہو۔

عن انس و بریدۃ رضی اللہ عنہما قال قرأ رسول اللہ فی بیوت اذن اللہ الخ فقال رجل ای بیوت ھذہ یا رسول اللہ، قال بیوت الانبیاء فقال ابو بکر ھذا البیت منھا و اشار الی بیت علی و فاطمۃ قال نعم من افاضلہا[1] (اخرجہ ابن مردویہ و السیوطی فی در المنثور) ارجح المطالب ص

انس بن مالک اور بریدہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جناب سرور کائنات نے مذکورہ بالا آیت پڑھی، ایک شخص عرض کرنے لگا یا رسول اللہؐ یہ کن گھروں سے مراد ہے؟ آپ نے فرمایا انبیاء کے گھروں سے، حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ گھر یعنی جناب علیؑ اور فاطمہؑ کا بھی ان گھروں میں ہے حضرت نے فرمایا ہاں بلکہ ان سے افضل ہے۔

بفرض محال اگر ہم مان بھی لیں کہ شاہ صاحب کی توجیہہ کے مطابق جناب خلافت مآب کا مقصود صرف دھمکانا اور ڈرانا ہی تھا تاہم اس تہدید و تخویف کا یہ اثر ہوا کہ ان کے خلیفہ اور جانشین کو یہ جرأت ہوئی کہ کربلا میں خانۂ زہرا کو بے خوف و خطر جلوا دیا۔

مگر افسوس تو اس کا ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت عمر کی حمایت میں اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ جناب خلیفہ صاحب موصوف کے اس فعل کو مستحسن سمجھ کر جگر گوشہ ہائے رسولؐ اور نفس رسولؐ کو ایک کافر سے مثال دے کر ان خاصان خدا کی شان میں وہ الفاظ لکھے ہیں کہ جس کو ذرا بھی ایمان و اسلام کا درد ہوگا وہ ان الفاظ کو دیکھ کر اور سن کر الامان الامان پکارے گا۔ ملاحظہ ہو شاہ صاحب کا ایمان سوز کلام۔

چوں روز فتح مکہ بحضور آں حضرت عرض نمودند کہ ابن خنظل کہ یکے از شعرائے کفار بود و بارہا از ہجو حضرت پیغمبر در اشعار خود روی خود را سیاہ کردہ پناہ بخانۂ خدا یعنی کعبۂ معظمہ بردہ در پردہ ہائے آں خانہ بجلی شیانہ خود را پنہاں ساختہ در باب وے چہ حکم ست

جب فتح مکہ کے دن آں حضرتؐ کے حضور میں عرض کیا کہ ابن خنظل جو ایک کافر شعرائے کفار سے تھا اور بارہا حضرت کی ہجو اپنے اشعار میں کہہ کر اپنا منہ کالا کیا خانۂ خدا یعنی کعبۂ معظمہ میں پناہ لیکر چھپا بیٹھا ہے اس کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے۔ ارشاد ہوا کہ حرم کا کچھ لحاظ نہ کرو وہیں ہلاک

---

[1] ارجح المطالب ص ۹۵

فرمود کہ او را ہمانجا بکشید و پاس حرم نہ کنید ہرگاہ کہ این قسم مردودان الٰہی را در خانۂ خدا پناہ نباشد در خانۂ حضرت زہرا چرا پناہ باید داد" تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۶۵

کردو پس جب ایسے مردودان خدا کو خاص خدا کے گھر میں پناہ نہ ملے تو حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر میں کیوں پناہ دینا چاہئے۔

اس طرح جناب امیر المومنین و جناب فاطمہ زہرا علیہما السلام کو نماز شب نہ پڑھنے میں متہم کرتے ہیں اور اپنے اس معاہدہ کو توڑ کر اس رسالہ میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ مذہب شیعہ اور ان کے اصول کے بیان کرنے میں جو الزامات ان پر عائد ہوتے ہیں وہ انکیں کی کتابوں سے نقل کئے جائیں گے[1] بجائے کتب شیعہ کے بخاری کی یہ بجو اس پیش کی ہے۔

در بخاری بطرق متعددہ مروی ست کہ آنحضرت ہنگام شب بخانہ امیر و زہرا تشریف بردہ ایشاں را از خواب گاہ برداشت و برائے نماز تہجد تقید بسیار فرمودہ گفت قوما صلیا حضرت امیر گفت واللہ لا نصلی الا ما کتب اللہ لنا قسم بخدا ما ہرگز نماز نخواہیم خواند الا آنچہ مقرر کردہ است خدائے تعالیٰ برائے ما انما انفسنا بید اللہ یعنی دلہائے ما در دست خدا ست اگر او توفیق نماز تہجد میداد میخواندیم پس آنحضرت از خانہ ایشاں باز گشت تحفہ صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ فخر المطابع[2]

بخاری میں متعدد روائتیں ہیں کہ آنحضرت علیؑ و فاطمہؑ کے گھر وقت شب تشریف لے گئے اور ان کو سونے سے جگا کر نماز تہجد کی سخت تاکید کی۔ اور فرمایا اٹھو نماز پڑھو۔ علیؑ نے کہا کہ واللہ ہم ہرگز نماز نہ پڑھیں گے بجز اس کے جو خدا نے مقرر کی ہے اور ہمارے دل خدا کے ہاتھ میں ہیں اگر وہ ہم کو نماز تہجد کی توفیق دیتا تو ہم پڑھتے آخر آنحضرت صلعم ان کے مکان سے چلے آئے۔

حالانکہ بخاری کے اکثر و بیشتر راوی، خارجی اور ناصبی ہیں۔ خود اکابر علمائے اہلسنت بخاری اور ان کی روایتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور امام صاحب پر جرح و قدح کرتے ہیں۔ نیز ایسے اسناد فریق مخالف کے سامنے پیش کرنا اصول مناظرہ کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ خود شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] تحفہ صفحہ ۳ اصل عبارت اس سے پہلے درج ہو چکی ہے اس لئے ترجمہ پر اکتفا کی گئی۔ ۱۲ عابد حیدری

[2] تحفہ صفحہ ۲۵۷ و صفحہ ۲۵۵ طبع نولکشور لکھنؤ۔

مقدمات و مبادی آن دلائل می باید کہ مسلم الثبوت اہل سنت ہم باشد زیرا کہ غرض از اقامت دلائل الزام بر اہل سنت است والا ہر سگے کہ عوعو کند در کوچہ خود چو شیر غراں ست در روایات شیعہ و اصول آنہا را کہ در ابواب سابقہ بتفصیل گذشت اہل سنت بجوئے نمی حزند۔" تحفہ [1]

یہ ضروری ہے کہ جو دلائل امامیہ کی طرف سے پیش کئے جائیں وہ ایسے ہوں جن کو اہل سنت بھی قبول کریں اس لئے کہ غرض دلائل قائم کرنے سے اہل سنت پر الزام رکھنا ہے ورنہ ہر کتا اپنی گلی میں شیر غراں ہوتا ہے لہذا شیعوں کے اصول اور ان کی روایتوں کو اہل سنت ایک جو سے بھی مول نہیں لیتے۔

ہم شاہ کے اس لعن وطعن سے درگزر کر کے "قالوا سلاما" کے مطابق عرض کرتے ہیں کہ اسی طرح شیعہ بھی مقام الزام میں بخاری شریف اور جمیع کتب اہل سنت کی سندوں کو "بجوئے نمی خرند" سبحان اللہ اس عابد شب زندہ دار کو نماز شب نہ پڑھنے میں متہم کرتے ہیں جس کے نماز شب پڑھنے کی تصدیق قرآن نے کی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) کانوا قلیلاً من اللیل ما یھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون [سورہ ذاریات]

(عبادت کی وجہ سے) رات کو بہت ہی کم سوتے تھے، اور پچھلے کو اپنی مغفرت کی دعائیں کرتے تھے۔

(۲) تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا"

حاصل یہ کہ ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے بھی لوگ ہیں جو راتوں میں اپنے بستروں سے اٹھتے اور خدا سے خوف در جا کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔

تفسیر صافی میں اس آیت کی تفسیر معصوم سے اس طرح نقل کی گئی ہے کہ یہ آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے تابعین کی مدح میں نازل ہوئی ہے چونکہ یہ بزرگوار اول شب میں آرام کرتے تھے جب دو تہائی رات گذر جاتی تھی تو پروردگار عالم کی جناب میں حاضر ہونے کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیتے تھے اور اس کی نعمتوں کی طرف رغبت اور اس کے عذاب سے خوف اس کی بخشش کی طمع رکھتے ہوئے مناجات و دعا میں مصروف ہوتے تھے اس امر کو پروردگار عالم خبر کے طور پر بیان فرماتا ہے کہ اس کے معاوضہ میں اس نے ان لوگوں کو اپنی جوار رحمت میں ساکن کیا۔ اپنی جنت میں داخل کیا، خوف سے امن دیا اور

---

[1] تحفہ صلاا [۳] باب ہفتم (امامت) [۱۲] عابد حیدری

ان کے دلوں سے دہشت کو زائل فرمایا۔

افسوس اس تہجد گذار پر یہ الزام رکھتے ہیں جس نے سجدۂ خالق میں اپنی جان دی اور کبھی بتوں کو نہ خود سجدہ کیا اور نہ اپنی ماں کو کرنے دیا[۱۵]۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابن عباس قال کانت امہ اذا دخلت علی ھبل لتسجد لہ وھی حامل علی علیؑ بطنہا فیمنعہا من السجود فسمی علیا (تذکرہ خواص الامۃ) ارجح المطالب[۱۶]

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ والدۂ جناب امیرؑ اپنے ایام حمل میں جس وقت ہبل کے پوجنے کے لئے جاتیں اور سجدہ کا ارادہ کرتیں تو جناب امیرؑ ان کے پہلو کی طرف چڑھ جاتے اور سجدہ کرنے سے ان کو روکے رہتے تھے۔ لہذا علیؑ نام رکھا گیا۔

اور روایات اہل ایمان میں تو یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ بنت اسد قصداً کبھی سجدۂ اصنام کا نہ کرتی تھیں لیکن جناب امیر بتوں کے قریب جانے سے بھی روکتے تھے۔ اس عابد کے نماز نوافل کی حالت باعتبار تعداد رکعات یہ تھی کہ لوگ ہر شب ایک ہزار تکبیروں سے زیادہ کی آواز سنا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کے بیان کی تردید خود انھیں کے علماء کے اقوال سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تراھم رکعا سجدا شرح حال مرتضیٰ علی است کرم اللہ وجہہ کہ اکثر و اغلب اوقات او بوظائف و عبادات میگذشت تا حدیکہ ہر شب آواز ہزار تکبیرۃ الاحرام از خلوت او باستماع خادمان عتبہ علیا اش میرسید" تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ طبع نولکشور پریس لکھنؤ۔

"تراھم رکعا سجدا" حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ کی حال کی ایک شرح ہے، اس لئے کہ آپ کے اکثر اوقات عبادت اور وظائف میں گذرتے تھے، یہاں تک کہ ہر رات میں آپ کے حجرۂ شریف سے ایک ہزار تکبیرۃ الاحرام کی آواز آپ کے خادموں کے گوش گذار ہوتی تھی۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام ایسے عابد تھے کہ بعد رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب نے نماز میں بھی تغیر و تبدل کر دیا تھا تو حضرت ہی ان کو یاد دلایا کرتے تھے، چنانچہ مولوی محمد مبین لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب "وسیلۃ النجاۃ" میں لکھتے ہیں۔

بعد از رسول خدا تغیر و تبدل در نماز کہ ستون دین — پیغمبر خدا کے بعد نماز جو ستون دین ہے اس میں

---

[۱۵] غالباً اسی وجہ سے آپ کو کرم اللہ وجہہ بھی کہتے ہیں آپ نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو صواعق محرقہ صفحہ ۵۲ صفحہ ۱ باب اول۔ عابد حیدری۔

است راہ یافت ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت علی علیہ السلام از نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ صحابہ را یاد میدہانید"[1]

بھی تغیر اور تبدیلی ہو گئی تھی، مگر حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے صحابہ کو نماز رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یاد دلاتے تھے"

اس کی تائید بخاری کی حسب ذیل روایت سے ہوتی ہے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ قال ما اعرف شیئاً مما کان علی عہد رسول اللہ صلعم قیل الصلوٰۃ قال الیس ضعتم ما ضعتم فیہما اخرجہ البخاری والترمذی تلخیص الصحاح ۔ جلد اول ۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص۳۵

حضرت انس سے مروی ہے کہ جو امور رسول اللہ صلعم کے عہد میں تھے ان میں سے اب میں کچھ بھی نہیں پاتا ۔ صحابہ نے کہا نماز تو ہے ۔ انس نے جواب دیا کہ تم لوگوں نے نماز میں بھی کیا کچھ تغیرات و تفرقات نہیں کئے ہیں۔

محققین اہل سنت معترف ہیں کہ جناب رسالت مآب کے بعد کوئی حضرت علی کی مانند متہجد زاہد، ساجد، عابد، متورع، خاشع نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا ۔ ایک شاعر کا قول ہے کہ

ھو البکاء فی المحراب لیلا ھو الضحاک فی یوم الحراب

(یعنی آپ راتوں کو خوف خدا سے محراب عبادت میں روتے تھے، اور میدان جنگ ۔ ۔ ۔ میں (راہ) خدا میں جہاد کرنے کی وجہ سے ہنستے تھے

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی، جناب امیر المومنینؑ کی عبادت کا حال اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"قیل قد بسط نطع بین الصفین لیلۃ الھریر فیصلی علیہ والسہام وقعت بین یدیہ ومرات علی صماخیہ یمیناً و شمالا فلا یرتاع لذلک وما قام حتیٰ فرغ من وظیفۃ" (شرح نہج البلاغہ) روایت ہے کہ صفین کی لیلۃ الہریر میں درمیان دونوں صفوں کے آپ کے لئے نطع (فرش چرمی) بچھائی گئی تھی ۔ آپ اس پر نماز پڑھنے لگے اور تیر آپ کے سامنے پڑ رہے تھے آپ کے کانوں کے پاس ہو کر داہنے بائیں نکل جاتے ۔ مگر جناب امیر علیہ السلام (۔ ۔ ۔) نہیں فرماتے تھے اپنے مقام سے نہ کھڑے ہوتے تھے جب تک کہ اپنے وظائف ۔ ۔ ۔

---

[1] ص۲۲ مطبوعہ مطبع گلشن لکھنؤ ۔ ۱۲ عابد حیدری

جناب امیر علیہ السلام کی کثرت نوافل کا یہ حال تھا کہ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔ وکانت جبینۃ کثفنۃ البعیر لطول سجودہ۔ یعنی جناب امیر علیہ السلام کی پیشانی مبارک طول سجود سے مثل زانوے شتر کے ہوگئی تھی۔ نماز کے وقت آپ کو ایسا استغراق ہوتا کہ مطلق ماسوی کا ہوش نہیں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو اپنے جسد عنصری سے بیخبری ہو جاتی تھی۔

مولوی جامی "تحفۃ الاحرار" میں نماز کے وقت آپ کی محویت کے متعلق ایک روایت اس طرح بیان کرتے ہیں۔ (ارجح المطالب باب سوم ص۲۲ سے صرف ترجمہ لکھا جارہا ہے)

حضرت علی شیر خدا اور شاہ ولایت ہیں۔ ظاہری اور باطنی شرک کے صیقل کرنے والے ہیں۔ احد کی لڑائی کے دن جب آپ گھمسان کی لڑائی میں مصروف تھے۔ لشکر مخالف کے تیر آپ کے جسم اطہر میں پیوست ہوگئے۔ تیر کی انی (بھال) کا غنچہ آپ کے گل جسم میں چھپا۔ سیکڑوں زخموں کے پھول) آپ کے گل سے جسم پر کھلے۔ عبادت کے واسطے محراب کی طرف رخ کیا۔ پشت مبارک تکلیف کی حالت میں اصحاب کی جانب کی۔ زہر آلود تیر کو مثل تیغ کے کھینچا۔ آپ کے تن اطہر میں چاک گل کی طرح زخم کھل گئے۔ آپ کا جسم خون سے سرخ مثل غنچہ زنگار گوں ہو رہا تھا۔ اس سے احسان کی شاخ بر آمد ہوئی۔ گل خون سے ان کے کچھ گل (قطرہ خون) آپ کی جائے نماز پر ٹپکے، جب نماز سے فارغ ہوئے، فرمایا یہ پھول میرے پاؤں کے نیچے کیسے بکھرے ہوئے ہیں کہ جس سے میری جانماز گلزار بن گئی ہے۔ جب صورت حال اصحاب نے عرض کی تو فرمایا کہ خدا کی قسم مجھ کو تیغ کی تکلیف سے مطلق خبر نہیں، اگرچہ مجھ سے زیادہ خبردار کوئی نہیں۔

شاہ صاحب نے تحفہ میں اہلبیت علیہم السلام کی توہین، اور مذہب اثنا عشریہ کی تذلیل کی ہے اس وجہ سے اکثر اہل سنت اس کو پسند کرتے ہیں، اور درجہ میں اس کو بخاری شریف سے کم نہیں سمجھتے۔ یہی رنگ شاہ صاحب کے مقلدین کا ہے کہ اپنے پیر و مرشد کے نقش قدم پر چل کر اپنی تالیفات و تصنیفات میں آل رسولؐ اور اقربا رسولؐ کی تحقیر و تذلیل کرنے کو اپنا ایمانی شعار سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ شبلی نعمانی نے الفاروق و المامون وغیرہ میں بہت کچھ اہل بیت کی شان میں بے ادبی کی ہے، چنانچہ الفاروق حصہ اول بضمن خلافت حضرت ابوبکرؓ لکھتے ہیں

"اگر بنی ہاشم کی سازشیں قائم رہتیں تو اسی وقت اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا[1]"

وہ المامون کے صفحہ ۵۸ پر رقم طراز ہیں:-

[1] الفاروق حصہ اول، ص۱۲۵

خلیفہ مامون کو بالطبع آل پیغمبر سے نہایت محبت تھی جس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ تمام پیرو زیاں جو اس کے عہد میں ہوئیں وہ اسی مقدس خاندان کی افسری کی بدولت ہوئیں، تاہم اس نے ہمیشہ درگذر کیا۔[1]

اس موقع پر ہم دو چار حدیثیں بنی ہاشم کی فضیلت میں کتب اہل سنت سے نقل کر رہے ہیں۔

(۱) عن طلحہ۔ بن مصرف قال کان یقال بغض بنی ھاشم نفاق اخرجہ ابی بکر بن یوسف البھلول۔
سوانح عمری حضرت علی مولفہ مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری صلا۳ باب سوم۔

طلحہ بن مصرف راوی ہیں کہ (عہد صحابہ میں) کہا جاتا تھا کہ بنی ہاشم کا بغض علامت نفاق ہے۔

(۲) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا معشر بنی ھاشم والذی بعثنی بالحق نبیًا لو اخذت بحلقۃ باب الجنۃ ما بدأت الا بکم۔ اخرج احمد فی المناقب والخلص الدین والحاملی، ایضاً صلا۳ باب سوم

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اے گروہ بنی ہاشم اس ذات پاک کی قسم ہے جس نے مجھ کو حق کے ساتھ نبی مبعوث کیا ہے اگر میں نے جنت کے دروازے کی زنجیر پکڑی تو میں ہرگز تمہارے سوا اور کسی سے اندر داخل ہونے کا آغاز نہیں کروں گا۔

(۳) عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال جبرئیل ثبت الارض مشارقھا ومغاربھا فلم اجد بنی اب افضل من بنی ھاشم (اخرجہ احمد فی المناقب) ارجح المطالب صلا۲ باب۲

جناب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے مشرق سے اور مغرب سے زمین کو لوٹا ہے لیکن بنی ہاشم سے زیادہ افضل کسی باپ کی اولاد کو نہیں پایا۔

بھائیو! ان احادیث کو ملاحظہ فرماؤ۔ اور جناب شبلی کی تحریروں کو غور سے دیکھو اگر موصوف کے مذکورہ اقوال سے بنو ہاشم کے ساتھ ان کی مودت و عقیدت پائی جاتی ہو، تو بتاؤ کہ کیا ایسی تالیفات سے آل رسول اور اعزا و اقربا احمد مختار کی توہین و تذلیل اور احادیث نبوی کی تکذیب نہیں ہوتی؟ اس کے باوجود اہل بیت سے محبت و مودت کا دعویٰ کرنے والے ان کتب و رسائل

---

[1] المامون صفحہ ۳۹ للطبع قومی پریس دہلی۔ عابد حیدری۔

کو جو اہل بیت رسولؐ کی اہانت سے مملو ہیں سر پہ رکھتے ہیں، اور نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان مصنفین کی خاکِ پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں، لیکن جو حضرات انصاف پسند ہیں اور جن کے دل مذہبی تعصب سے پاک ہیں وہ ان کتابوں کو چشم حقارت سے دیکھتے ہیں۔
چنانچہ مولوی خواجہ حسن نظامی دہلوی اپنی تالیف "یزید نامہ" کے صفحہ بارہ ۱۲ پہ شبلی صاحب کی تالیفات الفاروق وغیرہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

اصل میں تلامذۂ شبلی کو محرم نامہ کے خلاف یوں غصہ آیا کہ محرم نامہ میں علامہ شبلی کو اہل بیت کی بے وقعتی کرنے والا لکھا گیا تھا۔ لیکن یہ تو ایک واقعہ ہے جس سے کسی شخص کو انکار کی مجال نہیں کہ علامہ شبلی کی عاقلانہ تحریروں نے نہایت خوبصورتی سے بنی فاطمہ کو مفسد، حریص اور تمام خونریزیوں کا بانی مبانی قرار دیا ہے۔ گو پیرایہ لکھنے کا ایسا گہرا اور حکیمانہ ہے کہ معمولی نگاہوں کو اس کا حس بھی نہیں ہوتے پاتا کہ علامہ نے کس فرقہ کے خنجر مارا، مگر اس کا اثر کمزور طبیعتوں اور نوعمر کمسن و کم استعداد جوانوں پہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بخود بنی فاطمہ سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آج ہزاروں تعلیم یافتہ موجود ہیں جو حضرت علیؑ کو نعوذ باللہ نالائق، فتنہ پرداز لالچی رکھنے والوں کی رعایت کرنے والا سمجھتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ ان سب کی معلومات کی بنیاد علامہ شبلی کی تاریخی کتابیں ہیں۔ الفاروق، المامون وغیرہ کتب کو اگر کوئی شخص میرے دعوی کا خیال کر کے پڑھے گا تو اس کا دل خود بخود قبول کرلے گا کہ میں نے محرم نامہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح لکھا ہے۔

غرض کہ تحفہ کی خوبی میں یہ دو ایک جملے میں نے اپنے بیان کی تائید میں بطور نمونہ نقل کئے ہیں ورنہ ابتدا سے انتہا تک کل کتاب کا یہی رنگ ہے۔

اب شاہ صاحب کا طرز مناظرہ بھی دیکھیے کہ خدائے پاک ارشاد فرمارہا ہے۔

(۱) ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن" پ۱۴ سورہ نحل	تم اپنے پروردگار کی راہ پر حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے لوگوں کو بلاؤ اور بحث و مباحثہ کرو تو اسطرح سے جو سب سے بہتر ہے
(۲) ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن پ۲۱ سورہ عنکبوت"	اہل کتاب سے مناظرہ صرف عمدہ عنوان سے کیا کرو۔

ان پاکیزہ احکام کے خلاف شاہ صاحب نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کے شیعوں کو، عبداللہ بن سبا کا شیعہ کہا ہے جس کا آج تک کہیں وجود تحقیقی ثابت نہ ہوگا۔ (ہماری تحقیق،

دور حاضر کے محققین کا بیان یہ ہے کہ عبداللہ ابن سبا جس کی طرف شیعوں کی نسبت دی جاتی ہے آج تک پیدا ہوا اور نہ ہوگا یہ ایک فرضی نام ہے) اگر اس کا وجود مان بھی لیا جائے۔ تو یہ کہا جائے گا کہ وہ ایک غالی شخص تھا جو اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔

علمائے کرام شیعہ نے اکثر اصحاب کی نسبت جو مطاعن کتب صحاح سے لے کر پیش کئے ہیں شاہ صاحب ان کا جواب دینے سے پہلے علمائے کرام شیعہ کی شان میں حسب ذیل الفاظ فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ بعد از تتبع و استقراء معلوم شد کہ در عالم ہیچکس نبودہ است الا در زبان بدگویان وعیب جویان لطعن و قدح او جاری شد بلکہ حرف در جناب کبریا الٰہی است، و معلوم است کہ معتزلہ بتقریب انکار عصمت انبیاء ہیچ پیام برے را از ابتدائے حضرت آدمؑ تا حضرت پیغمبر نگذاشتہ اند کہ صغائر و کبائر بجناب ایشاں نسبت نہ کردہ لیکن بر عاقلان پوشیدہ نیست کہ این ہمہ عوعو سگان نسبت بہ نور افشانی ماہ است اصلا نقص منزلت آں بزرگان نمی کند۔

تحفہ ص۲۷۲ ؎

جاننا چاہیئے کہ بعد ملاحظہ کتب و تلاش بسیار معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں گذرا جس پر لوگوں نے نکتہ چینی نہ کی ہو حتیٰ کہ خدا پر بھی بہتان کیا ہے اور معتزلہ نے عصمت انبیاء سے انکار کر کے از حضرت آدمؑ تا جناب ختم الانبیاء کسی کو نہیں چھوڑا کہ ان کو گناہ صغیرہ و کبیرہ سے متہم نہ کیا ہو لیکن عقلاء سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ اس الزام کی وقعت بالکل ویسی ہی ہے جیسے چاند کی روشنی دیکھ کر کتے چاند پر بھونکنا شروع کرتے ہیں۔ لہٰذا اسی طرح ان بدگویوں اور زبان درازوں کی عیب جوئی سے ان بزرگوں کی عصمت پر کوئی دھبہ نہیں آتا۔

یہ سب کے ظاہر ہے کہ امامیہ خاک پر سجدہ کرتے ہیں اور خاک کربلائے معلی کو طاہر سمجھتے ہیں۔ شاہ صاحب اس خاک پاک کی توہین اس طرح کرتے ہیں۔

اہل سنت از سجدہ کردن بر خاک احتراز ندارند۔ ۔ ۔ و در نہادن بمہر خاک در مقام سجدہ او ہام بسیار راہ می یابد۔ ۔ ۔

اہل سنت خاک پر سجدہ کرنے سے پرہیز نہیں کرتے ہیں مگر اس میں بہت سے توہمات ہیں، مہر کا رکھنا کفار و منافقین کے خصائل ہیں۔

(حاشیہ) ؎ تحفہ ص۱۶۲ ط نول کشور ۱۲

اول آنکہ مہر نہادن خاصہ کفار و منافقین سنت، چنانچہ شعرائے اہل سنت این مضامین را بہ نظم آوردہ اند شخصے گفتہ است[1]

چنانچہ شعرائے اہل سنت نے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے

رباعی

از بغض و حسد مدام دل پاک بہ است
وین شیشہ صاف تر از افلاک بہ است
بر مہر نماز میگذارد شیعی
یعنی کہ دہان سگ از خاک بہ است[2]

بغض اور حسد سے ہمیشہ دل کو پاک رکھنا چاہیئے کہ یہ آئینہ نو افلاک سے بہتر ہے۔ شیعہ مہر پر سجدہ کرتے ہیں، یعنی کتے کا منہ بہ از خاک اچھا ہے۔

اسی طرح یہ رباعی بھی (نقل کفر، کفر نہ باشد) تحریر کرتے ہیں۔

حمق شیعہ ترا بگویم تا چند
گر عاقلی این نکتہ ترا بس ہستند
خاکے کہ کند سنی آز و استنجا
اینہا ببرند و سجدہ بروئے بکنند

اب ناظرین غور کریں کہ مناظرہ کے متعلق جل شانہ کیا ارشاد فرماتے ہیں، اور جناب شاہ صاحب جو عمدۃ المناظرین زبدۃ المتکلمین، افتخار المفسرین، خاتم المحدثین اور حافظ قرآن ہیں۔ کس طرح خداوند تعالی کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، اور اپنی عقیدت کا اظہار کس حسن سے فرماتے ہیں کہ اس خاک پاک کو جس میں رسول اللہ کے فرزند کا خون ملا ہوا ہے، جس پاک زمین کی سرخ مٹی حضرت جبرئیل نے جناب رسول مقبول کو لا کر دی تھی اس مٹی کو کلوخ سے تشبیہہ دیتے ہیں (نعوذ باللہ) غرض اس تحفہ کی تعریف میں میری زبان "قاصر ہے۔" آخر اسی تحفہ کی برکت ہے کہ جناب شاہ صاحب نہ صرف اپنی ہی بلکہ اپنے ہمسروں نیز اپنے خلفاء کی بدنامی کا باعث ہوئے۔

قصہ مختصر تحفہ کے کسی حرف اور کسی لفظ پر جناب شاہ صاحب کا یہ ارشاد کہ "حسبتہ للہ تعالی بایں رسالہ پرداختہ شد" صادق نہیں آتا بلکہ جو مقاصد و اغراض اس تالیف سے تھے وہ شیعوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

عالی جناب! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اس تالیف سے بجز اس کے کہ مذہب اہل سنت والجماعت کا پردہ چاک ہوا اور علمائے اہل سنت کا تعصب ظاہر ہوا، اور اکثر صح

---

[1] تحفہ ص۳۰۱ طبع نولکشور لکھنؤ [2] تحفہ ص۳۰۱

کے ایمان و اعمال کے حالات الم نشرح ہوں اور کچھ حصول نہ ہوگا۔ کیونکہ خود جناب خاتم المحدثین شاہ صاحب نے اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے کی غرض سے خدائے تعالیٰ کے عادل ہونے اور انبیاء و مرسلین علیہم السّلام کی عصمت سے انکار کیا، اور قیدیان بدر سے فدیہ لینے پر آیہ کریمہ

"لولا کتاب من اللہ لمسکم فیما اخذ تم عذاب عظیم" پ ۱۰ سورہ انفال

اگر کتاب خدا پہلے سے نہ آگئی ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا اس کے بارے میں تم پر بڑا سخت عذاب نازل ہوتا۔

اور دیگر آیات عتاب آمیز کا مورد محبوب خدا شاہ انبیاء "ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" کو قرار دیا۔ (معاذ اللہ من ذلک) اور جناب خلافت مآب حضرت عمر بن الخطاب کی خاطر آیہ وافی ہدایہ

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ پ ۲۷ سورۃ النجم۔

نبی اپنی خواہش نفسانی سے کچھ بولتے ہی نہیں۔ وہ وہی کہتے ہیں جو وحی آچکی ہوتی ہے۔

کی تفسیر اس طرح کی کہ "جمیع اقوال پیغمبر وحی ست باطل ست بدلیل عقلی و نقلی" اور طرح طرح کی خطائیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السّلام و اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب (نعوذ باللہ من ذلک) منسوب کیں جن کا ذکر انشاء اللہ ہم آئندہ موقع و محل سے کریں گے۔

ان باتوں کے باوجود شاہ صاحب اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے میں قاصر اور عاجز رہے، شاہ صاحب تو درکنار حضرت کے خلفاء بھی جنھوں نے اپنے عہد خلافت میں اپنی ذات سے فضائل منسوب کرنے کی غرض سے جھوٹی حدیثیں گڑھنے والوں کو بے شمار جاگیریں، اور منصب عطا کئے اور حضرت امیرالمومنینؑ کی فضیلت کی حدیثوں کو چھپانے مٹانے میں، اور سیکڑوں احادیث معائب اہلبیت کی طرف نسبت دینے کیلئے وضع کرانے میں ہمہ تن مصروف اور کوشاں رہے، جیسا کہ تواریخ اہل سنت مثل تاریخ ابوالحسن مدائنی تاریخ مسعودی، تاریخ ابوالفدا، طبری، وغیرہ میں ہے کہ امیر معاویہ نے حضرات ثلاثہ کے حق میں بے شمار وضعی حدیثیں بنوائیں، ان تمام احادیث کو اپنی سلطنت کے تمام حصوں میں بھیج کر تاکیدی حکم جاری کیا کہ جمعہ کو ان احادیث کا وعظ کیا جائے۔ اور طلبہ کو ان کا درس بھی دیا جائے۔ آخر رفتہ رفتہ اہل بیت رسول مقبولؐ کے فضائل گم

ہوتے گئے، اور اصحاب ثلاثہ کی بزرگیوں کا چرچا ہوتا گیا۔ شیخ ابو جعفر اسکافی اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ بنی امیہ کے زمانے میں لوگوں کو انعام و اکرام دیکر اصحاب ثلاثہ اور خلفائے بنوامیہ کی فضیلت اور آل رسول اولاد بتول کی مذمت میں بے شمار حدیثیں وضع کرائی گئیں حتیٰ کہ تقریباً ستّو برس تک علیؑ اور اولاد علیؑ پر مسجدوں میں بالائے منبر تبرّے ہوتے رہے جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی، اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں۔

کان بنو امیۃ یسبون علیؑ بن ابی طالب فی الخطبۃ فلما ولی عمر بن عبد العزیز ابطلہ کتب الی نوابہ بابطالہ وقرء مکانہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الایۃ فاستمرت قرائتہا فی الخطبۃ الی الان"

تاریخ الخلفاء، ص ۱۶۶ مطبوعہ محمدی لاہور ۱۳۰۹ھ، ۱۸۹۲ء

بنوامیہ کا قاعدہ تھا کہ خطبوں میں حضرت علیؑ کی شان میں بے ادبی کرتے تھے، جب عمر بن عبد العزیز حاکم بنا تو اس نے اپنے عمال اور حکام کو فرمان جاری کیا کہ ایسا نہ کیا جائے، اور بجائے ان خلاف ادب الفاظ کے حکم دیا کہ یہ آیت پڑھی جائے، ان اللہ یامر بالعدل والاحسان چنانچہ اس کی تعمیل اب تک ہوتی چلی آئی۔

اور فتنہ پردازوں، مفسدوں کو خاندان رسالت سے ایسی قلبی عداوت تھی کہ ان کے فضائل کا سننا تو درکنار ان کے مداحین و منسوبین کو طرح طرح تکلیفیں دیتے تھے، اور آل رسول کی مودت وعقیدت رکھنے کے جرم میں ان کو برسوں مقید رکھتے تھے اور قسم قسم کے ظلم وستم کے ساتھ ہلاک کرتے مگر ارشاد خداوندی کے مطابق۔

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ پ۔ سورہ صف

وہ چاہتے ہی ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔ اگرچہ کافروں کو برا لگے"

وہ اپنی مراد کو نہیں پہونچے، چنانچہ امام احمد بن حنبل نے مسند میں لکھا ہے کہ "لوگوں نے حضرت علیؑ کی بزرگیوں کو عداوت کی وجہ سے بہتیرا چھپایا، بلکہ آپ کی مذمت میں نہایت کوشش کی پھر بھی حضرت کے فضائل کی کثرت حیرت انگیز ہے پس جبکہ ایسا ارادہ کرکے بڑے بڑے لوگ کامیاب نہ ہو سکے تو شاہ صاحب کیا اور ان کی کوشش کیا؟ بلکہ جس قدر نور خدا کے بجھانے میں سعی واہتمام کیا گیا، اسی قدر ان خاصان خدا کا نام روشن ہوا اور چمکا، گو باد مخالفت چلتی رہی مزاحمت ہوا کی، مگر خاص وعام کی نظروں میں ان کی توقیر ومنزلت یہ بڑھی کہ خدائے پاک نے ان کے فضائل ومناقب خود ان کے مخالفین ومعاندین کی زبان وقلم سے ظاہر کرا دیے اور ان کے

دشمنوں اور حاسدوں کے معائب و مثالب کی روائتیں، حدیثیں اور تفسیریں۔ انھیں محدثین و مفسرین و متکلمین اور خاص امام بخاری و مسلم کے قلم سے لکھوا دیں۔ حالانکہ کسی اہل مذہب سے جو اپنے پیشواؤں کی بزرگی کا معتقد ہو اس سے ان معائب کی روایتوں کی توقع رکھنا یا جس کسی کے معائب کا وہ معتقد ہو اس کے فضائل کے اقرار کی امید رکھنا بیجا ہے لیکن خدائے پاک نے اپنی حجت تمام کرنے کی غرض سے اہل سنت کو مجبور کر دیا کہ انھوں نے اپنے اصحاب ممدوحین کی برائیوں کو خود ہی روایت کیا ہے، جیسا کہ جناب قبلہ و کعبہ صوارم میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہر چند از اہل مذہبے کہ روایات مطاعن شخصے کند توقع روایات فضائل آن شخص داشتن بیجا است و ہم چنیں بالعکس، لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ اتماماً للحجۃ قلوب مخالفین جناب امیر المومنین علیہ السلام را چناں مسخر گردانیدہ کہ باوجود اینکہ بنا بر تقرب سلاطین بنی عدی و بنی تیم و بنی امیہ اخبار فضائل آنہا را بسیار وضع نمودہ اند چوں دروغ گو را حافظہ نباشد ہماں مخالفین از غایت نافہمی باعجاز جناب امیر المومنین ع باز مثالب اصحاب ثلاثہ و اتباع ایشاں را ہم مذکور ساختہ اند و علماء و محدثین ایشاں چنیں احادیث و اخبار در کتب و مصنفات خود مندرج فرمودہ اند۔

اگرچہ کسی ایسے اہل مذہب سے جو کسی شخص کے مطاعن کی روایت کرے اس سے اسی شخص کے فضائل کے روایت کرنے کی توقع کرنا بیجا ہے۔ اسی طرح اس کے عکس جو کسی کے مناقب بیان کر رہا ہو تو اس سے اس شخص کے مثالب کی توقع کرنا بھی بیجا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت کے پورا کرنے کی غرض سے جناب علی مرتضیٰ کے دشمنوں کے دلوں کو ایسا مسخر کیا تھا کہ باوجود اس کے کہ ان کو بنی عدی (ابوبکر) بنی تیم (عمر) اور بنی امیہ (معاویہ وغیرہ) کے بادشاہوں سے تقرب حاصل کرنا تھا۔ بہت سی روایات ان کے فضائل میں وضع کیں اور چونکہ جھوٹے کو کہی ہوئی بات یاد نہیں رہتی اس لئے انھیں مخالفین نے اپنی نہایت ناسمجھی میں جناب امیر علیہ السلام کے اعجاز سے اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابعین کے معائب بیان کئے ہیں" اور ان کے علما اور محدثین نے ایسی حدیثیں اور روائتیں اپنی اپنی کتابوں اور تصنیفوں میں درج کی ہیں۔

پس اب (صاحب آیات بینات) جناب شاہ صاحب اور مولوی حیدر علی فیض آبادی وغیرہ کے کلام کو صحیح باور کر کے انھیں کی طرح جھوٹی روایتوں اور وضعی حدیثوں سے مذہب اہلسنت والجماعت کو اپنی سحر بیانی سے سچا بتانے کی کوشش کریں گے۔ تو ہم بھی انھیں کے اقوال بلکہ تمام محققین و محدثین اہل سنت بالخصوص امام بخاری و مسلم کی زبان قلم سے ان کا باطل ہونا اسلامی

دنیا پر ثابت کر دیں گے، جس سے منکشف ہو جائے گا کہ خدا کے نزدیک کون ہدایت پر ہے اور کون ضلالت میں، ارشاد ہے۔

ربی اعلم من جاء بالھدی ومن ھو فی ضلال مبین ۵ پ ۲۰ سورہ قصص — میرے پروردگار کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کی طرف سے کون دین حق لے کر آیا ہے اور کون کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہے۔

واضح ہو کہ اس تالیف سے مجھے اپنے بھائیوں کا دل دکھانا یا مجادلہ و مکابرہ کرنا یا اصحاب کرام پر نکتہ چینی کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ مہذبانہ ومودبانہ طریقہ سے اپنے بھائیوں کو ہوشیار کرنے کے لئے وہ اسناد جو اصحاب کرام کے "امنو اوعملوا الصالحات" کے منافی ہیں پیش کر کے گویا ان کی تصویر ان کو دکھانا چاہتا ہوں۔ لہذا جو روائتیں اور حدیثیں بغرض تردید کتب اہل سنت سے نقل کی جائیں گی اگر وہ فی نفسہ سخت و مکروہ ہوں تو ان اسناد کے پیش کرنے میں شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق مجھے معذور سمجھیں، اس لئے کہ وہ اسناد و روایات بعینہ انھیں کی کتب سے ماخوذ ہیں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

در ایں رسالہ آنچہ از باب مطاعن اصحاب کرام و ازواج مطہرات خیر الانام مذکور شود لازم آید کہ راقم ایں حروف را ازاں بری الذمہ شناسند و فارغ العہدہ انگارند۔ زیرا کہ اصل کلام در ایں رسالہ مبنی بر اصول اہلسنت و روایت ایشاں است[۱]۔

اس رسالہ میں جو کچھ اصحاب کرام اور ازواج مطہرات کے مطاعن کے بارے میں لکھا جائے اس سے مجھے معذور سمجھا جائے، کیونکہ اصل کلام اس رسالہ میں اہل سنت کے اصول اور ان کی روایات پر مبنی ہے۔

اگر اس پر بھی ہمارا ایسی روایات کا نقل کرنا اور تاریخی واقعات کا بیان کرنا ناگوار خاطر ہو تو بقول سعدی ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند — سعدی از دست خویشتن فریاد

حضرات پیر و مرشد ہی کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

مختصر یہ کہ اگر برادران اہل سنت کو واقعی تحقیق حق منظور ہوتی تو تحفہ کے روشن جوابات ان کے لئے چراغ ہدایت تھے، اس لئے علماء و فضلاء اہل سنت پر لازم تھا کہ ان جوابات کو ملاحظہ فرماتے اور شاہ صاحب کے سوالات اور علماء امامیہ کے جوابات پر کافی غور کرتے تاکہ

---

[۱] تحفہ صفحہ ۳ دیباچہ۔

حق و باطل میں تمیز ہو جاتی اور اس تیرہ سو برس کے قضیہ کا اس طرح فیصلہ ہو جاتا کہ یا باثبات حقیقت مذہب اہل سنت ہم کو اپنے مذہب میں شامل کر لیتے یا خود ملت حقہ اثنا عشریہ میں داخل ہو جاتے، مگر اس سے انھوں نے گریز کیا، کیونکہ تحفہ کے جوابات دیکھنے اور سننے سے ان کے پیشواؤں کے کارنامے اور بدعنوانیاں طشت از بام ہوتی تھیں، اور مذہب بھی رخصت ہوتا تھا۔ بنا بریں یہ سمجھ کر ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی

خاموش ہو رہے، چنانچہ کتاب لاجواب عبقات الانوار کے متعلق جناب مولوی مرزا عابد علی بیگ صاحب ضاغر لباش اپنی مفید تالیف الموسوم بہ "آیات جلی" فی شان مولا علیؑ" میں یہ حکایت تحریر فرماتے ہیں:۔

مولوی مقرب علی صاحب رئیس جگراؤں نے مجھ سے فرمایا کہ گجرات و پنجاب میں میرا قیام تھا، ایک سنی عالم سے راہ و رسم ہو گئی وہ اکثر تشریف لایا کرتے تھے، ایک دن عبقات الانوار پر ان کی نظر پڑی اس کے مطالعہ کا اشتیاق ظاہر کیا۔ میں نے کتاب ان کے حوالے کر دی۔ دیکھتا ہوں کہ دوسرے دن کتاب بغل میں لئے چلے آتے ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ اس کتاب کا مطالعہ فرما چکے؟ وہ بیچارے سیدھے سادے سنی مسلمان فرمانے لگے، حضرت مجھ کو معلوم ہو گیا" یہ کتاب ایسی ہے جس کو پڑھ کر آدمی سنی نہیں رہ سکتا، لہٰذا میں اس کو واپس لے آیا ہوں، اب نہ پڑھوں گا"

پس یہ تیرہ سو برس کا جھگڑا بروز فردا عادل حقیقی ہی مٹائے گا، جیسا کہ خود ارشاد ہے۔

فاللہ یحکم بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون۔ پ۲ ۔سورہ بقرہ

جن چیزوں میں لوگ اختلاف کرتے رہے ہیں خداوند عالم قیامت کے دن اس کا فیصلہ کرے گا۔

اس صورت میں مصنفین و مؤلفین اہل سنت کا سیکڑوں کتابیں اور ہزاروں رسالے تصنیف و تالیف کرنا واقعی بندگان خدا کو ضلالت میں ڈالنے پر مبنی ہے جس کا مواخذہ ضرور ہوگا۔

ولیحملن اثقالھم و اثقالا مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیمۃ عما کانوا یفترون

پ ۲۰ ۔ سورہ عنکبوت

یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ تو ضرور اٹھائیں گے، اور اپنے بوجھ کے ساتھ (جنھیں گمراہ کیا) ان کے بھی اٹھائیں گے۔ اور جو جو افترا پردازیاں یہ لوگ کرتے رہے قیامت کے دن ضرور ان سے باز پرس ہوگی۔

غرض حقیقت مذہب اہل سنت والجماعت کی نسبت آپ کے دلائل عقلی وشواہد نقلی وہی ہوں گے جو تحفہ اور منتہی الکلام وغیرہ میں مذکور ہیں۔ اور جن کو علمائے کرام شیعہ رد کر چکے ہیں اور میں بھی بعنو ن اللہ آیات بینات کی بدولت فقد مکرر کے طور پر ان کی توضیح وتشریح کرتا ہوں۔

الحمد للہ کہ میں نے اپنی تحقیق میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کو مطابق کلام الٰہی واحادیث نبوی سچا، اور مذہب اہل سنت والجماعت کو جھوٹا پایا۔ خدا کرے میرے سنی بھائی جو اپنے کو ہدایت یافتہ اور ہم کو گمراہ جانتے ہیں اس کو نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں، صدق نیت شرط ہے۔ خدا توفیق بھی عطا فرمائے گا۔ اچھا ہو اور بہت اچھا ہو کہ آپ بھی اپنے عقائد کی اصلاح کریں۔ اور صراط مستقیم اختیار فرمائیں، وما علینا الا البلاغ۔ اور یہی میری دعا اپنے سب بھائی، بھتیجوں، اور کل مومنین ومومنات کے بارے میں ہے کہ اپنے عقائد پر قائم رہیں اور الحمد للہ وہ پاک عقیدہ یہ ہے۔

نوشتہ بر درِ فردوس کاتبانِ قضا　　　نبیؐ رسول وولی عہد حیدرؑ کرار

بدشمنان منشین حافظا تو لا کن　　　نجات خویش طلب کن بجان ہشت وچہار

قال:۔ یہ سب ظاہر ہے کہ دونوں مذہب کا اختلافی مسئلہ معاملہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اہل سنت ان کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ ان کو برا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہل سنت ان کو تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ وافضل اور ایمان واسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسی طرح پر شیعہ ان کو سب سے زیادہ تر برا اور خراب حتیٰ کہ کافر ومرتد کہتے ہیں۔ پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونوں مذہب کی حقیقت اور بطلان کا مدار ہے۔ یعنی اگر موافق اصول مذہب اہل سنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا و مرتے دم تک ان کا ثابت قدم رہنا ثابت ہو گیا، بلاشبہ سنیوں کا مذہب حق اور شیعوں کا مذہب باطل۔ اور اگر برخلاف اس کے ان کا کافر ومرتد ہونا (نعوذ باللہ من ذالک) معلوم ہوا تو شیعوں کا مذہب سچا اور سنیوں کا مذہب جھوٹا ہے اس کے واسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں پھر خلافت راشدہ کو ثابت کریں گے۔ پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہیں دیں گے۔ (آیات بینات صفحہ ۳)

اقول:۔ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی　　کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است،

واضح ہو کہ مابین مذہب امامیہ اثنا عشریہ و اہل سنت والجماعت فقط مسئلہ فضیلت صحابہ کرام ہی کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ تمام مسائل مثل عدل، صفات ثبوتیہ و سلبیہ باری تعالیٰ و عصمت و بعثت انبیاء، و نصب امامت و خلافت، و مسئلہ جبر و قدر وغیرہ میں اختلافات کثیرہ ہیں۔ اگرچہ ہم کو اس جگہ ان اختلافات سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے۔ مگر مجملاً اتنا عرض کرتے ہیں کہ گو اہل سنت والجماعت اپنی زبان سے مدعی تمسک بالقرآن و حدیث ہیں، مگر عمل ان کا اس کے برعکس ہے بلکہ اپنی اغراض کے مطابق خدا و رسولؐ کے کلام میں طرح طرح کی تاویلات و توجیہات کرتے ہیں۔ انشاء اللہ یہ امور تفصیل سے آگے بیان کئے جائیں گے، مگر میں اس جگہ مشتے نمونہ از خروارے ایک مسئلہ وضو کی طرف ہی توجہ مبذول کراتا ہوں۔ ارشاد ہے۔

"یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین"

اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے آمادہ ہو تو منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کر لیا کرو۔

پ ۶ سورہ مائدہ

آیت میں تو خداوند تعالیٰ صاف صاف الفاظ میں منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھونے اور سر پر اور دونوں پاؤں کے ٹخنوں تک مسح کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ جس پر امامیہ کا عمل ہے مگر اہل سنت بجائے مسح کرنے کے پاؤں کو دھوتے ہیں۔ جو سراسر مخالف حکم الٰہی ہے۔ اور یہ صریح مخالفت خدا کی حضرت عمر خلیفہ دوم کی خاطر سے گوارا کی گئی ہے، کیونکہ یہ مسئلہ خاص اجتہاد فاروقیہ سے ہے۔ حالانکہ خود اکثر محققین اہل سنت نے بھی امامیہ ہی کے عمل کو صحیح بتایا ہے جیسا کہ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

اختلف الناس فی مسح الرجلین وفی غسلھما فنقل القفال فی تفسیرہ عن ابن عباس وانس بن مالک وعکرمہ والشعبی وابن جعفر محمد بن علی الباقر ان الواجب فیھما المسح وھو مذھب الامامیہ من الشیعہ وقال جمھور الفقھاء والمفسرین

دونوں پاؤں کے دھونے اور مسح کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، قفال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس و انس بن مالک و عکرمہ و شعبی اور امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے، دونوں پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے اور یہی مذہب شیعہ امامیہ کا ہے اور فقہاء و مفسرین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے، اور

فرضها الغسل، وقال داؤد الاصفهانی یجب الجمع بینهما، وقول الناصر للحق من ائمة الزیدیة وقال الحسن البصری ومحمد بن جریر الطبری المکلف مخیر بین المسح والغسل حجة من قال بوجوب الغسل مبنی علی القرائتین المشہورتین فی قوله وارجلکم فقرأ ابن کثیر وحمزه وابو عمرو وعاصم فی روایة ابی بکر بالجر عنه

داؤد اصفہانی کا قول ہے کہ دھونا اور مسح کرنا دونوں واجب ہے۔ اور یہی قول ناصر بالحق کا ہے جو فرقہ زیدیہ کے امام ہیں اور حسن بصری محمد بن جریر طبری کا بیان ہے کہ وضو کرنے والا پاؤں کے دھونے یا مسح کرنے میں ارجلکم کے لام کی اعرابی کی مشہور قرأت کی بنا پر مختار ہے۔ ہاں ابن کثیر اور حمزہ اور ابو عمرو اور عاصم نے روایت ابو بکر ہیں ارجلکم کے لام کو زیر پڑھا ہے۔"

تفسیر کبیر جلد ۳ [۱]

اسی طرح رفع نجاست کے لئے حسب احکام الٰہی واحادیث حضرت رسالت پناہی پانی مخصوص ہے اور اس سے طاہر کرنے کا حکم ہے، جیسا امام شافعی فرماتے ہیں۔

"پاک کرنے والا پانی ہے، دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔"

اور تفسیر فتح العزیز جلد سوم صـ۳۲۴ میں ہے۔

ہماں بزرگ یعنی جبرئیل علیہ السلام بعد از تعلیم این آیات پائے خود را بر زمین زد چشمۂ آب روان پیدا شد آنحضرت را طریقہ طہارت و وضو و استنجا بیاموخت"

یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان آیتوں کو پڑھانے کے بعد زمین پر اپنا قدم مارا تو پانی کا چشمہ نکلا اور پانی سے آپ کو طریقۂ طہارت و وضو و استنجا سکھایا۔

بخلاف اس کے حضرت عمر استنجا بجائے پانی کے ڈھیلے سے کیا کرتے تھے، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

وروی ابو بکر عن یسار بن نمیر کان عمر اذا بال مسح ذکرہ بحایط او حجر ولم یمسہ ماء" (ازالۃ الخفاء) [۲]

ابو بکر نے یسار بن نمیر سے روایت کی ہے کہ جب عمر پیشاب کرتے تھے، دیوار یا پتھر سے پونچھتے تھے۔ پانی سے پاک نہیں کرتے تھے۔

اسی بنا پر اہل سنت بھی ڈھیلا استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح مسئلہ میراث میں شیعہ آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (پ ۴ سورہ نساء) (خدا تم لوگوں کو تمہاری اولاد کے حق میں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے) کی روشنی میں اولاد انبیاء علیہم السلام کو انکے مال کا وارث ٹھہراتے ہیں، لیکن اہل سنت جناب ابو بکر کے حسب ذیل ارشاد کو

(حاشیہ) [۱] تفسیر کبیر جلد ۳ صـ۳۷۱ و ۲۴۶ ۔ [۲] ازالۃ الخفاء مقصد دوم کتاب الصلوٰۃ ادب الخلاء صـ۸ سطر

ماتحت اس وراثت کے منکر ہیں۔

عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا صدقۃ،

حضرت ابوبکر صدیق کا بیان ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ دوسرے لوگ ہمارے وارث ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

شیعہ خلفا کے اس عمل کو جو انھوں نے حکم خدا کے خلاف، بنت رسولؐ کو میراث پدری سے محروم کر دیا خلاف حق سمجھتے ہیں، اور اہل سنت اپنے خلیفہ صاحب کے حکم کو عدل و انصاف سے تعبیر کرتے ہیں۔ انشاء اللہ اس کی مفصل بحث جلد دوم مسئلہ میراث انبیاء میں کی جائے گی۔"

اب فرمائیے کہ "حسبنا کتاب اللہ" کے کہنے والوں نے بیٹی کو باپ کے ترکہ سے آیا کتاب خدا کی بنا پہ محروم کر دیا تھا، یا اپنی خاص مصلحت و حکمت کی وجہ سے؟ اس بارے میں اہل سنت فرمان الہٰی پر چلتے ہیں، یا اپنے خلیفہ صاحب کے حکم پر، پس یہ سب اختلافات اس سبب سے ہیں کہ آئمہ اثناعشر کے احکام پر عمل نہیں کیا جاتا، جو بحکم خدا و رسولؐ اوصیاء اور خلفائے برحق ہیں اور سب کی شریعت، شریعت مصطفوی ہے۔

اسی طرح مسئلہ جبر و اختیار میں بھی اختلاف ہے، امامیہ کا یہ مسلک ہے کہ

لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین

بندوں کے افعال میں نہ تو بالکل جبر ہے اور نہ بالکل تفویض بلکہ انھیں دونوں کے درمیان میں ایک امر ہے۔

یعنی بندہ ایسا صاحب اختیار نہیں کہ خدا کی قدرت اور اس کے اختیار سے باہر ہو جائے نہ ایسا ناچار و مجبور ہے کہ کچھ کر ہی نہ سکے، اور اس کے ہر فعل کا فاعل خدائے پاک ہی ہو۔ بخلاف اس کے اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے فعل میں مجبور ہے، اس کے ہر فعل نیک و بد کا فاعل خدا ہے اور بندوں کے جملہ افعال بارادت الہی واقع ہوتے ہیں، اور خیر و شر و معصیت، ہدایت و ضلالت، شرک و ایمان، بحکم الہی ہیں، بلکہ مشکوٰۃ شریف میں تو یہاں تک ہے کہ خدا بندے کو دوزخ یا جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے ویسے ہی اعمال بھی کراتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وعن مسلم بن یسار قال سئل عمر بن الخطاب عن ھذہ الآیۃ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم الی آخر الآیۃ قال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب سے اس آیت کے متعلق (جب پروردگار نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد تا آخر) استفسار کیا تو جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ اس آیت کے بارے میں کسی نے رسول اللہ صلعم

یسال عنہا فقال ان اللہ خلق آدم ثم مسح ظہرہ بیمینہ فاستخرج منہ ذریۃ فقال خلقت ھولاء للجنۃ وبعمل اھل الجنۃ یعملون ثم مسح ظہرہ فاستخرج منہ ذریۃ فقال خلقت ھولاء للنار وبعمل اھل النار یعملون۔ فقال رجل فیما یعمل یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلعم ان اللہ اذا خلق العبد للجنۃ استعملہ بعمل اھل الجنۃ حتی یموت علی عمل من اعمال اھل الجنۃ فیدخل بہ الجنۃ واذا خلق العبد للنار استعملہ بعمل اھل النار حتی یموت علی عمل من اعمال اھل النار فیدخل بہ النار۔ رواہ مالک و ابوداؤد۔ مشکوٰۃ شریف باب الایمان بالقدر فصل دوم ص۲۵، اشعتہ اللمعات ص۱۰۹ مظاہر حق جلد اول۔

سے سوال کیا تھا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا بتحقیق جب آدمؑ کو اللہ نے پیدا کیا اور ان کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اس میں سے ان کی اولاد خلق کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان کو جنت کے لئے اور اہل جنت کے سے اعمال کرنے کے لئے پیدا کیا ہے پھر ان کی پشت پہ اپنا ہاتھ پھیرا، اور اس میں سے اون کی اولاد پیدا کی تو فرمایا کہ میں نے ان کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ دوزخیوں کی مانند اعمال کریں گے، پس ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! کس واسطے عمل کرتا ہے، فرمایا بتحقیق خداوند عالم جب بندے کو جنت کے واسطے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے سے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ اسی پر مرتا ہے، پس اس کو بسبب ان اعمال کے خدا بہشت عطا کرتا ہے اور جب بندے کو دوزخ کے لئے خلق کرتا ہے تو اس سے اعمال اہل دوزخ کے سے کراتا ہے، یہاں تک کہ وہ جب ان اعمال پر مرتا ہے تو انھیں اعمال کی وجہ سے خدا اس کو دوزخ میں ڈالتا ہے۔

اسی مضمون کی حدیث صحیح مسلم سے اسی باب کی فصل اول میں صاحب مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے۔

وعن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی آدم کلہا بین اصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحد یصرفہ کیف یشاء ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک۔ رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ وہ لکھتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سب بنی آدم کے دل خدا کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں مثل قلب واحد کے، پھیرتا ہے ان کو جس طرح چاہتا ہے، پھر کہا اے دلوں کے پھیرنے والے خدا ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر۔

اسی طرح امام فخر الدین رازی نہایۃ العقول میں فرماتے ہیں۔

الذی اتفق علیہ اصحابنا العبد غیر فاعل بالاستقلال وافعال العباد الاختیاریۃ واقعۃ بقدرۃ اللہ وحدہا ولیس لقدرتہم تاثیر فیہا بل اللہ سبحانہ اجری عادتہ بانہ یوجد فی العبد قدرۃ واختیارا فیکون فعل العبد مخلوقا للہ ابداعا واحداثا الی آخرہ۔

ہمارے اصحاب (علماء) کے درمیان یہ بات متفق علیہ ہے کہ بندہ باستقلال خیر و شر کا فاعل نہیں۔ بندوں کے اختیاری کام صرف اللہ کی قدرت سے ہوتے ہیں۔ اور بندوں کی قدرت کو اس میں بالکل تاثیر نہیں ہے بلکہ خدا نے اپنی یہ عادت جاری رکھی ہے کہ بندوں میں قدرت اور اختیار کو پیدا کرتا ہے۔ پس بندوں کے افعال بلحاظ ایجاد و احداث کے خدائے تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور بندوں سے ہی سرزد ہوتے ہیں۔

امام موصوف نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ آیۃ " ربما یود الذین کفروا " کی تفسیر اس سے بھی بڑھ کر کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

احتج اصحابنا بہذہ الآیۃ علی انہ تعالیٰ یصد عن الایمان ویفعل بالمکلف ما یکون مفسدا للدین[1]

ہمارے علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ خدا بندوں کو ایمان لانے سے روکتا ہے۔ اور مکلف کے ساتھ ویسا عمل کرتا ہے جس سے ان کا دین فاسد اور برباد ہو جائے۔

آیتہ:۔ من یصرف عنہ یومئذ فقد رحمہ وذلک الفوز المبین پ ۷ سورہ انعام

جس سے اس دن (عذاب) ٹل جائے۔ یقینی اس پر خدا کی رحمت ہوئی اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

اس آیتہ کی تفسیر میں امام موصوف لکھتے ہیں۔

(مسئلہ) الثانیہ دلت الآیۃ علی ان الطاعۃ لا توجب الثواب والمعصیۃ لا توجب العقاب

تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۲۵

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان نہ تو عبادت کی وجہ سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور نہ گناہوں کے سبب عذاب کا۔"

اس موقع پر کچھ خلاصہ جناب شمس العلماء شبلی نعمانی کے رسالہ الکلام سے بھی نقل کیا جاتا ہے جس کے ملاحظہ سے اہل سنت کے مذہبی مسائل کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ فرقہ حنفیہ جو تمام فرقہ ہائے اسلام سے تعداد میں زیادہ ہے اعتقادات کے لحاظ ماتریدیہ ہے۔ مگر علم کلام میں اشعریہ کے مقابلہ میں ماتریدیہ کی شہرت نہایت کم ہے۔ اس عدم شہرت کا یہاں تک اثر ہوا کہ آج اکثر علماء حنفیہ اشاعرہ ہی کے ہم عقیدہ ہیں۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۷۵۔

ماتریدیہ کی گمنامی کی وجہ یہ ہوئی کہ علماء حنفیہ نے علم کلام میں بہت کم تصانیف کیں، اس فن میں جس قدر مشہور معرکتہ الاراء کتابیں ہیں، وہ شافعیہ کی تصانیف ہیں۔ جو عموماً اشعریہ تھے۔ اس علم کلام کے جو مہمات مسائل ہیں اور جو اشعریوں کے نزدیک سنت اور اعتزال میں حد فاصل ہیں، ان کو ہم اس مقام پر امام غزالی و رازی و اشعری کے اصل الفاظ میں لکھتے ہیں۔

(۲) انہ یجوز علی اللہ سبحانہ ان یکلف الخلق مالا یطیقونہ خلافاً للمعتزلہ"	خدا کو جائز ہے کہ انسان کو ایسے کام کی تکلیف دے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔
(۳) ان اللہ عزوجل ایلام الخلق وتعذیبھم من غیر جرم سابق ومن غیر ثواب لاحق خلافاً للمعتزلہ۔	خدا کو حق ہے کہ وہ مخلوقات کو عذاب دے، بغیر اس کے کہ ان کا کوئی پہلے سے جرم ہو یا ان کو ثواب لاحق ملے۔
(۴) انہ تعالیٰ یفعل بعبادہ مایشاء فلا یجب علیہ رعایۃ الاصلح بعبادہ	خدا اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے کرے، اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کام کرے جو مخلوقات کے لئے مناسب ہے۔
(۵) ان معرفۃ اللہ سبحانہ وطاعتہ واجبۃ بایجاب اللہ وشرعہ لا بالعقل خلافاً للمعتزلہ۔	خدا کا پہچاننا اور اس کی اطاعت واجب ہے شرع کی رو سے نہ کی عقل کی رو سے معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔

یہ عقائد اپنی عبارتوں کے ساتھ احیاء العلوم امام غزالی میں مذکور ہیں۔

(۶) قال اصحابنا دلت الآیۃ علی انہ تعالیٰ لا یراعی مصالح الدین والدنیا (تفسیر کبیر) والآیہ ولیزیدن کثیراً منھم ما انزل الیک من ربک طغیاناً وکفراً (سورہ مائدہ)	ہمارے اصحاب (اشاعرہ) اس بات کے قائل ہیں کہ آیت قرآن سے ثابت ہے کہ خدائے تعالیٰ دین و دنیا کی مصلحتوں کا لحاظ نہیں رکھتا، اور یقیناً بہتوں کا کفر و سرکشی اس کلام سے جو تجھ پر نازل کیا گیا بڑھ جائے گی۔
(۷) ان البنیۃ لیست الشرط فی الحیوۃ فالنائی علی ما ھی علیہ یجوز ان یخلق اللہ الحیوۃ والعقل والنطق فیھا وعند المعتزلہ ذلک غیر جائز لا تاثیر لقدرۃ العبد فی افعالہ	زندگی کے لئے کوئی جسم یا خاص بناوٹ شرط نہیں مثلاً مثلاً خدا آگ میں عقل اور زندگی و گویائی پیدا کر سکتا ہے معتزلہ اس کے خلاف ہیں، بندوں کے افعال میں ان کی قدرت و طاقت کو کوئی دخل نہیں۔

یہ عقائد تمام کتب عقائد میں مذکور ہیں۔ جو اشعریہ کے ساتھ مخصوص ہیں ان کے سوا اور بھی ہیں جن کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں شروع کیا ہے اور پھر ان کی تفصیل کی ہے

منقول از رد التحفہ صفحہ ۱۴۷ تا ۱۵۰۔

غرض اہل سنت کے یہ عقائد ہیں جو ان میں سے ایک کا بھی منکر ہوگا وہ یقیناً اپنے سچے مذہب سے خارج ہو جائے گا، حالانکہ عقائد مذکورہ بالا صریحاً احکام الٰہی کے خلاف ہیں جیساکہ حق تعالیٰ جابجا اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

(۱) لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا — خدا کسی نفس کو اسکی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

(۲) وما اللہ یرید ظلما للعالمین — اور خدا تمام عالم میں کسی پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

(۳) انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثیٰ — میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے مرد یا عورت کے عمل کو برباد نہیں کرتا۔

(۴) فالیوم لا تظلم نفس شیئاً ولا تجزون الا ما کنتم تعملون ۵ پ ۲۳ سورہ یٰسٓ — آج کسی شخص پر ظلم نہیں ہوگا، اور تم لوگ جو دنیا میں کیا کرتے تھے اس کا عوض تم کو دیا جائے گا۔

(۵) فامامن ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ، واما من خفت موازینہ فامہ ھاویۃ وما ادراک ماھیہ نار حامیۃ — پس جس کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہ خاطر خواہ عیش میں ہوگا، اور جس کے اعمال کا پلہ کم ہوگا اس کا ٹھکانہ ھاویہ ہے اور تم کیا جانو کہ ہاویہ کیا ہے وہ دہکتی ہوئی آگ ہے

(۶) وما ظلمنا ہم ولکن کانوا ہم الظلمین۔ پ ۲۵ - سورہ زخرف — اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے حق میں آپ ہی ظالم ہوئے۔

اس قسم کی متعدد آیات الٰہی اس بات پر شہادت دے رہی ہیں کہ بندے بروز قیامت اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا، پس ایسے عقائد سے کہ جس سے خدائے عزوجل کا غیر عادل ہونا سمجھا جائے، شیعہ پناہ مانگتے ہیں۔

غرض مذہب امامیہ میں عدل باری تعالیٰ عین اصول دین سے ہے، لیکن مذہب اہل سنت میں اس قسم کے عقائد سے خدا ظالم ٹھہرتا ہے۔ (نعوذ باللہ منھا)

اس سلسلہ میں صفات سلبیہ باری تعالیٰ کے متعلق ان کے جو عقائد ہیں وہ بھی نقل کئے جاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تنزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر — ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف اترا کرتا ہے، جب ایک تہائی رات رہ جاتی ہے۔

من فیقول من یدعونی فاستجیب لہ ومن یسألنی فاعطیہ ومن یستغفرنی فاغفر لہٗ بخاری[1]

اور فرماتا ہے جو شخص مجھ سے دعا کرے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا اور جو مجھ سے طلب کرے گا اسے عطا کروں گا اور جو استغفار کرے گا اس کو بخشش دوں گا۔

(۱) اور یہی روایت مشکوۃ شریف میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ جلد دوم مطبوعہ لاہور ترجمہ مولوی وحید الزماں خاں صاحب۔

(۲) یا امۃ محمد ما احد اغیر من اللہ۔ کتاب الغیرۃ صفحہ ۱۹۲

یعنی اے امت محمدؐ خدا سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں۔

(۳) مشکوۃ المصابیح میں حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے۔

قالت فقدت رسول اللہ صلعم لیلۃ فاذا ھو بالبقیع فقال انت تخافین ان یحیف اللہ علیک ورسولہ قلت یا رسول اللہ انی ظننت انک اتیت بعض نساءک فقال ان اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم وکلب۔ جلد دوم صفحہ ۹۲

ایک شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پر نہ پایا دیکھا تو جنت البقیع میں ہیں، حضرت نے فرمایا کہ تم گمان کرتی ہو کہ خدا و رسولؐ تم پر حیف و ظلم کرتے ہیں۔ عائشہ نے کہا کہ ہم کو گمان ہوا آپ اپنی کسی زوجہ کے یہاں تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خداوند عالم شب نصف شعبان کو آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے اور موئے سگ و گوسفند سے زیادہ لوگوں کو بخشتا ہے۔

(۴) اہل سنت کی صحاح میں یہ بھی ہے (خود صحیح بخاری حصہ سوم صفحہ ۱۱۹ پر تین طرح سے مروی ہے)

یضع الجبار قدمہ فی النار فتقول قط قط۔ بعزتک وکرمک[2]

جب خداوند عالم آتش جہنم میں اپنا پاؤں ڈالے گا تو جہنم کہے گا بس بس قسم ہے تیرے عزت و کرم کی اس قدر کافی ہے۔

(۵) دوسری روائتوں میں یہ بھی ہے کہ

یقول لجہنم ھل امتلأت وتقول ھل من مزید حتی یضع رب العزت فیھا قدمہ فتقول قط قط۔ رد التحفہ جلد اول صفحہ ۲۲-۲۳-۲۴

کہ خدا جہنم سے دریافت کرے گا، تیرا پیٹ بھر گیا یا اور کچھ چاہئے تو وہ کہتا جائے گا، اور چاہئے اور چاہئے یہاں تک کہ خدا اس میں اپنا پاؤں ڈالے گا، اس وقت جہنم کہے گا بس بس۔

[1] بخاری جلد ۴ باب الدعا نصف اللیل صفحہ ۲۳ ط مصر [2] قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ۔ بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۱۹ ط مصریہ

الحمد للہ کہ شیعیان علیؑ ایسے عقائد سے کہ جس سے خدائے تعالیٰ کا مجسم اور اس کی ذات میں کسی طرح کا نقص و عیب ہونا لازم آئے محفوظ ہیں۔

شیعہ صفات ثبوتیہ باری تعالیٰ کو عین ذات جانتے ہیں، اور اہل سنت خارج عن الذات

امامیہ کے نزدیک اللہ جل شانہٗ نے براہ فضل و کرم انبیاء کا مبعوث کرنا اپنی ذات پاک پر واجب فرما لیا ہے۔ اس لئے جب تک وہ اپنے بندوں کو راہ حق نہ بتائے اور اپنی حجت تمام نہ کرے اس وقت تک کسی کو جنت عطا کرنا اور کسی کو دوزخ میں ڈالنا صریح خلاف عدل ہوگا اور یہ شایان شان ربوبیت نہیں ہے جیسا کہ ان آیات پاک سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (پ ۱۵۔ س۔ بنی اسرائیل ع ۲) — جب تک ہم رسول بھیج کر حجت تمام نہ کرلیں کسی کو اس کے گناہ کی سزا نہیں دیتے۔

(۲) ولو انا اھلکنٰھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیاتک من قبل ان نذل ونخزیٰ (پ ۱۶۔ س طٰہٰ ع ۱۷) — اور اگر ہم ان کو اس رسول کے آنے سے پہلے ہی کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار تونے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیرے حکم کی پیروی کرتے۔

لیکن علمائے اہل سنت اس کے بھی خلاف ہیں جیسا کہ جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

دریں عقیدہ خللے و فسادے کہ ہست ظاہر و ہویدا است چہ ہیچ چیز بر ذمہ باری تعالیٰ واجب نیست و مرتبہ الوہیت شایان آن ندارد۔ (تحفہ اثنا عشریہ صـ ۱۶۶) — اس عقیدے میں جو خلل اور فساد ہے وہ ظاہر ہے اس لئے کہ خدا پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور ہرگز یہ امر اس کی شان معبودیت کے لائق نہیں۔

مسئلہ رویت باری تعالیٰ میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کالقمر فی لیلۃ البدر۔ (یعنی ہم اپنی آنکھوں سے اس طرح خدا کو دیکھیں گے جیسے چاند کو چودھویں رات میں دیکھتے ہیں) اور شیعہ اس رویت کے قطعاً مخالف ہیں اور اس آیۂ کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔

فلما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولٰکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ — اور جب موسیٰؑ ہمارے پاس آئے اور ان کے پروردگار نے ان سے باتیں کیں، موسیٰؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار تو مجھے دکھلا دے کہ میں تجھے دیکھوں، فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھو گے، لیکن پہاڑ کی طرف نظر کرو

دکا وخر موسیٰ صعقا فلما افاق قال سبحٰنک تبت الیک وانا اول المؤمنین ○ (پ ۹ - س اعراف - ۱۷۴)

اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو آئندہ تم مجھے دیکھ لوگے پس جس وقت اس کا پروردگار (اس کا پیدا کیا ہوا نور) پہاڑ والوں کے لئے جلوہ افروز ہوا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، اور حضرت موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑے، پھر جب ہوش میں آئے، کہنے لگے، تیری ذات منزہ ہے میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں اس بات پر کہ تو دیکھا نہیں جا سکتا سب سے پہلے ایمان لانیوالا

مفسرین امامیہ نے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر بایں عنوان کی ہے۔

"انا اول المومنین۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے معنی یوں منقول ہیں کہ میں ان لوگوں سے پہلا ہوں جو اس بات پر ایمان لائیں گے اور اس بات کی تصدیق کریں گے کہ تو ان آنکھوں سے دیکھا نہیں جاتا اور نہ کبھی دیکھا جائے گا۔

عیون اخبار الرضا میں جو حدیث ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب امام رضا علیہ السلام سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ موسیٰ کلیم اللہ تھے کیا وہ اتنا نہیں سمجھتے تھے کہ خدا سے رویت کا سوال کر بیٹھے، امام نے فرمایا کلیم اللہ بے شک اس بات کو سمجھتے تھے۔ لیکن واقعہ یوں گذرا تھا کہ جب موسیٰؑ کو شرف کلام حاصل ہوا ہے تو انھوں نے آکر بیان کیا، مگر لوگوں نے اس کا یقین نہیں کیا اور کہہ دیا جب تک ہم خود اپنے کانوں سے سن نہ لیں گے اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے، وہ لوگ تعداد میں سات لاکھ تھے جب حضرت موسیٰؑ نے ان میں سے ستر آدمی منتخب کر لئے اور انھیں لے کر سینا پر گئے دامن کوہ میں تو ان کو چھوڑا، اور خود پہاڑ پر چڑھ گئے، خدائے تعالیٰ نے ایک درخت میں قوت گویائی کر دی تھی اب لوگوں کی جرات یہاں تک بڑھ گئی کہ صاف انھوں نے کہہ دیا کہ جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھیں گے ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ بس بڑے بول کے سبب ان پر بجلی گری وہ سب کے سب مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کی کہ پروردگار ! بنی اسرائیل مجھ پر الزام رکھیں گے کہ تیرا دعویٰ غلط ہے اس وجہ سے تو نے ان سب کو قتل کرا دیا۔ خدائے تعالیٰ نے پھر ان کو زندہ کر دیا۔ انھوں نے موسیٰؑ سے کہا، اگر تم خدا سے سوال کرتے تو وہ ضرور بات قبول کر لیتا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ایہا الناس ! خدا آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ آیات اور علامات سے پہچانا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا جب تک آپ سوال نہ کریں گے

ہمارا ایمان لانا ناممکن ہے حضرت موسیٰؑ نے کہا خدایا تو نے ان کا قول سن لیا، وحی ہوئی کہ اے موسیٰؑ جو کچھ یہ کہتے ہیں تم سوال کرو ہم ان کے جہل کے سبب سے تم سے مواخذہ نہ کریں گے، یہ طے ہو جانے پر موسیٰؑ نے وہ معجزات کی تھی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (ترجمہ قرآن، مقبول ترجمہ ص۲۶۶)

اب مسئلہ امامت پر غور فرمایا جائے کہ آیا بعد انقضائے زمانہ نبوت نصب امام واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو خدا پر ہے یا بندوں پر؟ مذہب امامیہ میں امامت اصول دین میں داخل ہے، اور بدلیل "انی جاعل فی الارض خلیفہ" امام کو منصوص من اللہ سمجھتے ہیں، نیز عصمت کو شرائط امامت سے جانتے ہیں، بخلاف اس کے اہل سنت کے نزدیک امامت نہ اصول دین سے ہے اور نہ امام کا معصوم ہونا لازم آتا ہے، بلکہ اس کا دارومدار اجماع پر قرار دیتے ہیں کہ امت کو چاہئے خلیفہ یا امام بنالے، اور اگر کسی پر بوجہ اس کی ناقابلیت کے اجماع ممکن نہ ہو، لیکن وہ اگر اپنی قوت و طاقت سے لوگوں پر قابو پاجائے تو اس کو بھی امام کہتے ہیں، چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

اہل[1] سنت و الجماعت امام شخصے را گویند کہ مسلط باشد برمردم بطوع و تسلیم یا بالقہر و غلبہ

سیف مسلول ص۹۰۔

انھیں قاضی صاحب کو شاہ صاحب نے رسالہ بستان المحدثین میں بیہقی وقت بتایا ہے جو ایک بڑے عالم جید اہل سنت تھے، اور عصمت امام ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں تھی اور نہ خطاو معصیت اور فسق و فجور مانع امامت و خلافت ہے، جیسا کہ مشکوۃ شریف میں ہے۔

"صلوا خلف کل بر و فاجر،، یعنی ہر نیکو کار و بدکار کے پیچھے نماز پڑھو"

اس کو کتب عقائد میں برابر نقل کیا ہے۔ دیکھو شرح عقائد نسفی ص۱۱۱ المطبوعہ شوکت اسلام لکھنؤ، خاتم المحدثین کے نزدیک تو امام کا منصوص من اللہ ہونا باعث فتنہ و فساد ہے، جیسا کہ تحفہ کے باب ہفتم متعلقہ امامت ص۲۴۱ میں لکھتے ہیں۔

اگر بتامل نظر کنیم معلوم می توانیم کرد کہ نصب امامت از جانب خدا مقتضی مفاسد بسیار است[2]

بشرط غور ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ خدا کی طرف سے امام کا تعین ہونا بڑے فتنہ و فساد پر مشتمل ہے۔

---

[1] ترجمہ: اہلسنت والجماعت، امام اس آدمی کو کہتے ہیں جو رضا یا قہر و غلبہ سے لوگوں پر مسلط ہو جائے = ۱۲ عابد حیدری
[2] تحفہ ص۲۴۷

سبحان اللہ چند خود غرض لوگ خلاف احکام خدا اور رسولؐ جس فاسق و فاجر کو چاہیں اپنا امام بنالیں، یا قابو پاکر خود بخود زبردستی کوئی امام بن جائے تو وہ موجب امن و امان ہو اور جو منصوص من اللہ ہو وہ باعث وقوع فتنہ و فساد سمجھا جائے۔

اس کے برعکس ہم شیعہ انبیاء کرام کو معصوم جانتے ہیں۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت کی نسبت بھی ان کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرتؐ من المھد الی اللحد معصوم ہیں۔ اور "ان اتبع الا ما یوحی الی" (تم کہو) میں وہی کہتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے) کی روشنی میں آنحضرت کے ہر حکم کو خدا کی طرف سے سمجھ کر امتثال حکم کو اپنے اوپر واجب ولازم جانتے ہیں۔ اہل سنت نہ آئمہ اطہار کو معصوم مانتے ہیں اور نہ انبیاء کرام کو، یہاں تک کہ اشرف الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بھی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ نبوت و رسالت سے پہلے چالیس سال کی عمر تک اپنی قوم کے دین پر رہے نعوذ باللہ من ذالک۔

چنانچہ فخر الدین رازی آیہ "ووجدک ضالا فھدیٰ" اور تم کو بھٹکا ہوا پایا پس منزل مقصود کو پہنچایا۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فاعلم ان بعض الناس ذھب الی انہ کان کافراً فی اول الامر ثم ھداہ اللہ وجعلہ نبیا قال الکلبی ووجدک ضالا" یعنی فی قوم ضلال، فھداک للتوحید وقال السدی کان علی دین قومہ اربعین سنۃ،

آگاہ ہوجاؤ کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ رسولؐ ابتداء میں کافر تھے، پھر خدا نے ان کی ہدایت فرمائی اور نبوت کا درجہ دیا اور کلبی قائل ہیں کہ "ووجدک ضالا" سے مراد یہ ہے کہ تم کو گمراہ لوگوں میں پایا پھر موحد بنایا اور توحید کی ہدایت کی اور سدی قائل ہیں کہ رسول اللہ چالیس سال تک اپنی قوم کے دین پر رہے"

تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۹۰ مطبوعہ مصر

اور مولوی عبد العلی صاحب جو اہل سنت کے نزدیک بحر العلوم کہے جاتے ہیں، قائلین عصمت انبیاء کو رافضی اور بدعتی کہتے ہیں۔ چنانچہ شرح مسلم الثبوت صفحہ ۳۶۹ جلد اول مطبوعہ نولکشور۔ میں لکھتے ہیں۔

ولا تسمع الی قول من یقول ان الانبیاء کیف یخطئون فی احکام اللہ فان ھذا القول صدر من شیاطین اھل البدعۃ الروافض وغیرھم الممترا ھل الحق من

یعنی تم ان کا کہنا نہ سنو جو یہ کہتے ہیں کہ انبیا کیونکر خطا کر سکتے ہیں، تبلیغ احکام خدا میں کیونکہ یہ قول ان کا ہے جو اہل بدعت و روافض سے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اہل حق سنت والجماعت

اهل السنة والجماعة القامعين للبدعة اکثرهم یجوزون علی الانبیاء الخطاء کما ظهر فی اساری بدر من سید العالم صلی الله علیه وآله وسلم واصحابه وازواجه اجمعین"[۵۱]

کے جو قاطع بدعت ہیں، اکثر خطا کو انبیاء پر جائز جانتے ہیں جیسا کہ قیدیان بدر کے بارے میں خود سرور عالم سے خطا ظاہر ہوئی "

اور علامہ توشجی کے نزدیک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مجتہدین کے مانند ایک مجتہد تھے (ان کا قول آئندہ درج ہوگا) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ صرف آیات قرآن جو آنحضرت امت کو سناتے تھے وحی ہیں نہ یہ کہ پیغمبر کا ہر قول پیغام خدا ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول وحی ہوتا تو خود آنحضرت پر خدا اظہار عتاب کیوں فرماتا۔ جیسا کہ اکثر جگہ قرآن مجید میں ہے۔ شاہ صاحب کی بکواس ملاحظہ ہو۔

جمیع اقوال پیغمبر وحی ست باطل ست ہم بدلیل عقلی وہم بدلیل نقلی اما عقلی پس نزد ہر عاقل ظاہر ست کہ معنی رسول رسانندہ پیغام ست و چوں اضافت بخدا کردیم رسانندہ پیغام خدا معنی ایں لفظ شد پس در ضمن رسالت ہمیں قدر داخل ست کہ بسوی او وحی آمدہ باشد و بواسطہ او پیغامی از جانب خدا بما برسد نہ آنکہ ہر قول او پیغام خدا باشد و آیہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی صریح خاص بقرآن است بدلیل "علمہ شدید القوی" نہ عام در جمیع اقوال پیغمبر و ایں امر روشن ست کہ اگر کسی را بادشاہے یا امیرے رسول خود کردہ بجانب ملکے بفرستد ہرگز مردم آں ملک جمیع اقوال آں رسول را از جانب آں بادشاہ وآں امیر نخواہند

پیغمبر کی ہر بات کا وحی سمجھنا دلیل عقلی ونقلی سے باطل ہے دلیل عقلی تو یہ کہ ہر صاحب فہم پر ظاہر ہے کہ رسول کے معنی پیغام رساں کے ہیں اور جب اس لفظ کی اضافت خدا کی طرف ہوگی تو اس کے معنی خدا کا پیغام پہونچانے والا ہوگا۔ پس رسول کے مفہوم میں اسی قدر داخل ہے۔ کہ رسول پر وحی آتی ہو اور اس کے وسیلے سے خدا کا پیام ہم کو پہونچے نہ کہ ہر کلام پیغمبر کا پیغام خدا ہے اور آیۂ وما ینطق عن الھوی کی تخصیص جس کے معنی یہ ہیں کہ (رسول اللہ بموجب وحی کلام کرتے ہیں نہ اپنی خواہش نفس سے) صرف قرآن کی حد تک ہے نہ کہ اس سے زیادہ اس کی دلیل علمہ شدید القوی کا جملہ ہے۔ یعنی آیات قرآن کے علاوہ جو کچھ رسول کا ارشاد ہے اس سے وحی کا تعلق نہیں اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی بادشاہ یا امیر کسی کو اپنا رسول مقرر کر کے کسی ملک کو بھیجے تو اس ملک کے لوگ

---

[۵۱] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت صفحہ ۳۶۹ جلد اول طبع نولکشور پریس لکھنؤ۔ خالد حیدری

والسنت اما نقلی پس برائے آنکہ اگر اقوال آنحضرت تمام وحی منزل من اللہ می شد در قرآن مجید چرا بہ بعضے اقوال آنحضرت عتاب می فرمودند حالانکہ درجا ہا عتاب شدید نازل شد عفا اللہ عنک لم اذنت لہم قولہ تعالیٰ ولا تکن للخائنین خصیما واستغفر اللہ ان اللہ کان غفورا رحیما ولا تجادل عن الذین یختانون انفسہم الی آخر الآیۃ و در اذن دادن بگرفتن فدیہ از بندیان بدر این قدر تشدد چرا واقع می شد کہ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم ؕ

تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۲۹۶ [1]

اس سفیر کی ہر بات کو بادشاہ یا امیر کی جانب سے تصور نہ کریں گے اور دلیل نقلی یہ ہے کہ اگر آنحضرت کی سب باتیں بمنزلہ وحی خدا ہوتیں تو قرآن مجید میں آنحضرت کی بعض باتوں پر کیوں عتاب فرماتا۔ حالانکہ چند مقامات میں آنحضرت پر سخت عتاب نازل ہوا ہے جیسا کہ آیہ عفا اللہ عنک میں ہے کہ خدا تم کو معاف کرے تم نے ان کو کیوں اجازت دی"۔ اور نہ تم خیانت کرنے والوں سے دشمنی کرنے والے بنو۔ خدا سے طلب آمرزش کرو اور بہ تحقیق خدا غفور و رحیم ہے"۔ اور جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں ان کی طرف سے جدال نہ کرو۔ قیدیان بدر سے فدیہ لینے کی اجازت دے دینے پر اتنا تشدد کیوں ہوتا۔ (اگر خدا پہلے نہ لکھ چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا اسکی بابت تم پر ضرور سخت عذاب نازل ہوتا۔)

جناب شاہ ولی اللہ و الد ماجد شاہ صاحب اور ان کے مرید رشید شمس العلماء شبلی نعمانی بھی یہی تفریق کرتے ہیں جیسا کہ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۹ میں ہے۔ جس کی نقل یہ ہے۔

" سب سے پہلے یہ مرحلہ تھا کہ آنحضرت سے جو اقوال و افعال منقول ہیں وہ کلیۃً مسائل کا ماخذ ہو سکتے ہیں یا ان میں کوئی تفریق ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس بحث پر حجۃ اللہ البالغہ میں ایک نہایت مفید مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے جو افعال و اقوال مروی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو منصب نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت خدا کا ارشاد ہے کہ وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا (یعنی پیغمبر جو چیز تم کو دے وہ لو اور جس چیز سے روکے اس سے باز رہو) دوسرے وہ جن کو منصب رسالت سے تعلق نہیں چنانچہ ان کے متعلق خود آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے انما انا بشر اذا امرتکم بشیٔ من دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم بشیٔ من رائی فانما انا بشر (یعنی میں آدمی ہوں اس لئے جب میں دین کی بابت کچھ حکم دوں تو اس کو لو۔ اور جب

(حاشیہ) ۔ ایضاً [1] صفحہ ۴۵۵ و ۴۵۶ ۔ عابد حیدری

اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں ایک آدمی ہوں بس[51]

شاہ ولی اللہ صاحب نے احادیث کے مراتب میں جو فرق بتایا ہے اور جس سے کوئی صاحب بصیرت انکار نہیں کر سکتا۔ اس تفریق مراتب کے موجد دراصل حضرت عمر ہیں[52]

غرض یہ توجیہات و تلبیسات خاص صحابہ کی خاطر کی گئی ہیں کہ کسی نے تو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو مثل ایک بشر کے سمجھا کسی نے اس مہبط وحی الہٰی کو مجتہد جانا کسی کا قول ہے کہ جیسے ہم بشر ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں۔ بلکہ شبلی صاحب کے بیان سے تو حضرت عمر کو آنحضرتؐ پر ترجیح ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

حضرت عمر کو اس امتیاز مراتب کی جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ آنحضرت کے متعدد احکام میں جب انھوں نے دخل دیا تو آنحضرت نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی بلکہ متعدد معاملات میں حضرت عمرؓ کی رائے کو اختیار فرمایا اور بعض موقعوں پر تو خود وحی الہٰی نے حضرت عمر کی رائے کی تائید کی۔ قیدیان بدر۔ حجاب ازواج مطہرات۔ نماز بہ جنازۂ منافق ان تمام معاملات میں وحی جو آئی وہ حضرت عمر کی رائے کے موافق آئی۔ (الفاروق) صفحہ ۱۹۲ حصہ دوم[53]

بھائیو! غور کرنے کا مقام ہے کہ جب علامہ تو شبلی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مثل دوسرے مجتہدوں کے ایک مجتہد بتاتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحب ایک پیغام رساں اور فرائض نبوت و رسالت صرف اسی پر محدود کرتے ہیں کہ

درضمن رسالت ہمیں قدر داخل ست کہ بسوی او وحی آمدہ باشد و بواسطۂ او پیغامے از جانب خدا بما برسد نہ آنکہ ہر قول پیغمبر قول خدا باشد[54]

رسالت کی خصوصیت میں صرف اسی قدر ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہو اور اس کے توسط سے ہم تک خدا کا پیغام پہونچے نہ یہ کہ پیغمبر کا ہر قول خدا کا قول ہو۔

تو پھر بخاری شریف کو کس بناء پر اصح الکتاب بعد کلام الباری کا خطاب دیا گیا ہے حالانکہ اس میں تو کل اقوال رسول اللہؐ ہی سے منسوب کئے گئے ہیں نہ کہ خدا سے اور وہ بھی اس صورت سے کہ زید سے روایت ہے کہ اس نے بکر سے اور بکر نے عمرو سے اور عمرو نے خالد سے اور خالد نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں سے یہ ارشاد آنحضرت کا سنا تھا اور جب آنحضرت کے احکام میں مذکورہ بالا تفریق قرار دی گئی تو جناب خاتم المحدثین کے قول سے بخاری شریف کی سب حدیثیں عموماً اور حدیث نحن معاشر الانبیاء لانورث ولا نورث وما ترکناہ صدقۃ خصوصاً۔ ناقابل عمل

(حاشیہ) [51] الفاروق حصہ دوم۔ صفحہ ۵۸۹ [52] ایضاً حصہ دوم صفحہ ۵۸۸۔ [53] ایضاً صفحہ ۵۸۱ و صفحہ ۵۸۲ حصہ دوم [54] تحفہ باب دہم صفحہ ۲۷۵
عابد حیدری

ثابت ہوئیں اور حضرت ابوبکرؓ کا ایک ایسی حدیث بیان کر کے جو قرآن کی آیت کے بھی بالکل خلاف تھی جناب سیدہؑ سے فدک چھین لینا کیونکر جائز ہوا۔ پس اہل سنت نے بخاری شریف کو جو اپنے مذہب کا محفوظ قلعہ سمجھ رکھا ہے وہ شاہ صاحب کے قول کی بنیاد سے منہدم ہوا جاتا ہے۔ ؎

نازم کہ بار قیباں دامن کشاں گذشتی گو مشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد

اگرچہ شاہ صاحب کے بیان سے حدیثوں کی کوئی مرتبت و عظمت باقی نہیں رہی مگر اس پر بھی ہم ایک ایسی معتبر سند پیش کرتے ہیں جس سے اہل سنت کسی طرح انکار نہیں کر سکتے، اور ان کو بجز اس کے کوئی چارا ہی نہیں ہے کہ بخاری شریف کی حرمت و منزلت سے دست بردار ہوں۔ یعنی اہل سنت نے محض اپنا مذہب قائم رکھنے کی غرض سے اس کو کتاب خدا کے ہم پایہ بنا رکھا ہے ورنہ ان کے خلفاء حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ تو اپنے اپنے عہد خلافت میں اپنے مساعی جمیلہ اور توجہات مخصوصہ اس امر خاص پر مبذول رکھتے تھے کہ کوئی صحابی قرآن کے سوا حدیث کا نام بھی زبان پر نہ لائے بلکہ اس معاملہ میں ان کو یہاں تک جدّ و کد تھی کہ جو کوئی حدیث بیان کرتا اس کو دُرے لگاتے اور قید کرتے تھے۔ چنانچہ اس بارے میں جو کچھ شمس العلماء شبلی نعمانی الفاروق میں رقم طراز ہیں اس کی نقل ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ اس کو تعمق کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

سب سے بڑا کام جو حضرت عمرؓ نے اس فن کے متعلق کیا وہ حدیثوں کی تنقید اور فن جرح و تعدیل کا ایجاد کرنا تھا۔ آج کل بلکہ مدت مدید سے یہ حالت ہے کہ جو چیز آنحضرتؐ کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے گو صحیح نہ ہو اس کو فوراً رواج اور قبول حاصل ہو جاتا ہے۔ اس بناء پر یہودیوں کی تمام مزخرفات احادیث نبوی کے مجموعہ میں شامل ہو گئیں۔ محدثین نے اتنا کیا کہ جرح و تعدیل کی روک ٹوک سے تعمیم کو روک دیا لیکن جب کسی راوی کی تعدیل ان کے نزدیک ثابت ہو جاتی تھی تو پھر ان کو زیادہ جستجو نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ قرن اول کی نسبت انھوں نے یہ عام کلیہ قائم کر لیا کہ کسی روایت میں ضعف کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت عمرؓ اس نقطہ سے واقف تھے کہ جو چیزیں خصائص بشری سے ہیں ان سے کوئی زمانہ مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ احادیث کی چھان بین میں تمام وہی احتمالات ملحوظ رکھتے تھے جو محدثین نے زمانہ مابعد میں پیدا کئے ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعری ان سے ملنے آئے اور تین دفعہ استیذان کے طور پر کہا السلام علیکم ابو موسیٰ حاضر ہے۔ حضرت عمرؓ اس وقت کسی کام میں مصروف تھے اس لئے متوجہ نہ ہو سکے۔ کام سے

(حاشیہ) ؎ الفاروق حصہ دوم ص۵۵۹ طبع کراچی - ۱۲ عابد حیدری

فارغ ہو چکے تو فرمایا ابو موسیٰ کہاں ہیں، وہ آئے تو کہا تم کیوں واپس چلے گئے۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ تین دفعہ اذن مانگو اگر اس پر بھی اجازت نہ ملے تو واپس جاؤ، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس روایت کا ثبوت دو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ ابو موسیٰ اشعری صحابہ کے پاس گئے اور حقیقت حال بیان کی، چنانچہ ابو سعید نے آکر شہادت دی کہ میں نے رسول اللہؐ سے یہ حدیث سنی ہے حضرت ابی بن کعب نے کہا کہ عمر تم رسول اللہؐ کے اصحاب کو عذاب دینا چاہتے ہو، فرمایا میں نے ایک روایت سنی ہے اس کی تصدیق کرنی چاہی۔ فقہ کا ایک مسئلہ مختلف فیہ ہے جس عورت کو طلاق بائن دی جائے اس کو عدہ کے زمانے تک نان ونفقہ اور مکان ملنا چاہئے یا نہیں قرآن مجید میں ہے۔ اسکنوا ھن من حیث سکنتم جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملنا چاہئے۔ اور مکان کے ساتھ نفقہ خود ایک لازمی چیز ہے۔ فاطمہ بنت قیس ایک صحابیہ تھیں ان کو ان کے شوہر نے طلاق بائن دی وہ آنحضرت کے پاس گئیں کہ مجھ کو نان ونفقہ کا حق ہے یا نہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آنحضرت نے فرمایا نہیں۔ فاطمہ نے یہ روایت حضرت عمر کے سامنے بیان کی تو حضرت عمر نے کہا کہ ہم قرآن کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے معلوم نہیں اس کو حدیث یاد رہی کہ نہیں۔ حضرت عمر کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ روایت میں خواہ مخواہ کمی و بیشی ہو جاتی ہے اس لئے روایت کے بارے میں سخت احتیاط شروع کی، اس کے متعلق انھوں نے جو بندشیں کیں آج کل لوگوں کو ان پر مشکل سے یقین آسکتا ہے اس لئے میں اس موقع پر خود کچھ نہ لکھوں گا بلکہ بہت بڑے بڑے محدثوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو نقل کر کے ترجمہ کر دوں گا۔

علامہ ذہبی[1] جن سے بڑھ کر ان کے بعد کوئی محدث نہیں گذرا، اور جو حافظ بن حجر، بخاری وغیرہ کے شیخ الشیوخ ہیں تذکرۃ الحفاظ میں حضرت عمر کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اس ڈر سے کہ صحابہ آنحضرت سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہؐ سے کم روایت کریں تاکہ لوگ حدیث میں مشغول ہو کر قرآن کو یاد کرنے سے غافل نہ ہو جائیں قرظہ بن کعب سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر نے ہم کو عراق پر روانہ کیا تو خود مشایعت کو نکلے اور کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے ساتھ ساتھ آتا ہوں، لوگوں نے کہا کہ ہماری عزت بڑھانے کو، فرمایا کہ ہاں لیکن اس کے ساتھ یہ غرض بھی ہے کہ تم لوگ ایسے مقام میں جاتے ہو جہاں کے لوگوں کی آواز شہد کی مکھی کی طرح قرآن پڑھنے میں گونجتی رہتی ہے تم ان کو حدیثوں میں

(حاشیہ) [1] اصل عربی عبارت الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۶۲ و ۵۶۳ پر درج ہے۔ ۱۲ عابد حیدری

نہ پھنسا لینا، قرآن میں آمیزش نہ کرو اور رسول اللہ صلعم سے کم روایت کرو اور میں تمہارا شریک ہوں۔
پس جب قرظہ وہاں پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ حدیث بیان کیجئے، انھوں نے کہا کہ عمر نے ہم کو منع کیا
ہے۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابو ہریرہ سے پوچھا کہ آپ عمر کے زمانہ میں بھی اسی طرح حدیثیں روایت
کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ اگر میں ایسا کرتا تو عمر مجھ کو درے سے مارتے۔ حضرت عمر نے عبد اللہ
بن مسعود۔ ابو ذر۔ ابو مسعود کو محبوس کیا اور کہا کہ تم لوگوں نے آنحضرت سے بہت سی روائتیں کرنی
شروع کیں۔ حضرت عمر کا خود مقصد انھیں کی تصریح سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ مورخ بلاذری نے جو محدث
بھی ہیں انساب الاشراف میں روایت کی ہے کہ لوگوں نے ان سے (حضرت عمر سے) کوئی مسئلہ پوچھا
تو فرمایا لولا انی اکرہ ان ازید فی الحدیث او انقص لحدثتکم بہ (یعنی اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا
کہ حدیث کی روایت کرنے میں مجھ سے کمی بیشی ہو جائے گی تو میں اس بارے میں حدیث بیان کرتا) مورخ
مذکور نے اس روایت کو بسند متصل روایت کیا ہے۔ اور اس کے رواۃ یہ ہیں۔ محمد بن سعد۔ عبد المجید
بن عبد الرحمٰن الحانی۔ نعمان بن ثابت یعنی امام ابو حنیفہ۔ موسیٰ بن طلحہ۔ ابو الحوتکیہ حضرت عمر کو
اپنی نسبت جو ڈر تھا وہی اوروں کی نسبت بھی ہونا چاہئے تھا اس خیال کی تصدیق اس سے اور
زیادہ ہوتی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود جو مقامات علمی میں حضرت عمر کے تربیت یافتہ خاص تھے۔
ان کی نسبت محدثین نے لکھا ہے یعنی وہ روایت میں سختی کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو ڈانٹتے
رہتے تھے کہ الفاظ حدیث کے محفوظ رکھنے میں بے پروائی نہ کریں۔ محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ
کم حدیثیں روایت کرتے تھے، یہاں تک کہ سال سال بھر قال رسول اللہ صلعم نہیں کہتے تھے۔ حضرت
عمر کو روایت کے بارے میں جو احتیاط تھی اگرچہ ان سے پہلے بھی اکابر صحابہ کو تھی۔ جیسا کہ علامہ
ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حضرت ابو بکر کے حال میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے احادیث کے باب
میں احتیاط کی وہ ... حضرت ابو بکر تھے۔ علامۂ موصوف نے حاکم سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت
ابو بکر نے پانچ سو حدیثیں قلم بند کی تھیں لیکن پھر ان کو آگ میں جلا دیا اور کہا کہ ممکن ہے کہ میں نے
ایک شخص کو ثقہ سمجھ کر اس کے ذریعہ سے روایت کی ہے اور وہ درحقیقت ثقہ نہ ہو لیکن حضرت
عمر کی روک ٹوک اور ضبط احتیاط سے اگرچہ یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ حدیثیں کم روایت کی گئیں لیکن
جس قدر روایت کی گئیں وہ ہر قسم کے احتمالات سے بے داغ تھیں۔ ان کے بعد اگرچہ احادیث
کو بہت وسعت ہو گئی لیکن اعتماد وحق کا وہ پایہ نہ رہا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے نہایت سچ لکھا ہے

ہر چند کہ جمیع صحابہ عدول اند و روایت ہمہ مقبول ہر چند کہ کل صحابہ عادل ہیں، اور ان سب کی روائتیں

وعمل بموجب آنچہ بروایت صدوق از ایشاں ثابت شود لازم اما درمیان آنچہ از حدیث و فقہ درزمن فاروق اعظم بود آنچہ بعد از وے حادث شدہ فرق مابین السموات والارض است

مقبول اور واجب العمل ہیں بشرطیکہ ان کی صحت ثابت ہو مگر زمانہ عمر فاروق میں جو کچھ حدیث و فقہ کا حال تھا اور جو ان کے بعد احداثات ہوئے ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۲ [۱]

بھائیو! شبلی صاحب کی اس روایت کو جس کے راوی وہ اصحاب ہیں جو امام محمد اسمٰعیل بخاری کے بھی پیشوا اور امام تھے پڑھو، اور غور کرو کہ جب خود آپ کے خلفاء جو آپ کے عقیدوں کے مطابق فلک اسلام کے شمس و قمر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان و گوش اور محرم اسرار خفی و جلی تھے۔ جن کی رائے پر اللہ جل شانہ نے متعدد آیتیں نازل فرمائیں ان اصحاب کبار کی بیان کی ہوئی حدیثوں کی صحت میں جو شب و روز اپنے پیغمبر کی صحبت میں رہے، نمازوں اور جہادوں میں شریک اور خلوت و جلوت میں انیس و جلیس، سفر میں ہمرکاب، حضر میں ہم کلام، جنھوں نے بلا واسطہ خود صاحب شریعت سے تعلیم و ہدایت پائی اور بلا واسطہ مصحف ناطق سے علم قرآن حاصل کیا، شک و شبہہ کریں، حضرت عمر ان جلیل القدر اصحاب کو حدیث بیان کرنے سے روکیں، اس جرم میں ان کو محبوس کریں، درے لگائیں، خود افضل الصحابہ حضرت ابوبکر اپنی جمع کی ہوئی پانچ سو حدیثوں کو مشتبہ سمجھ کر جلا ڈالیں، اور حضرت عمر جن کا سینہ مخزن علوم و فنون سمجھا جاتا ہے اپنی زبان مبارک سے مسئلہ کے جواب دینے میں یہ عذر کریں کہ

"اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ حدیثوں کی روایت میں مجھ سے کمی وبیشی ہو جائے گی تو میں حدیث بیان کرتا۔ [۲] تو محل استعجاب ہے کہ امام بخاری نے دو سو چھتیس ۲۳۶ برس کے بعد ان لوگوں کی بیان کی ہوئی حدیثوں پر کیوں کر اعتبار کر لیا۔ جو اپنے پیغمبر اور اپنے خلفاء کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے تھے نہ ان اصحاب کبار اور تابعین کے ہم پلہ راویان احادیث بخاری، اکثر وہ ہیں جو بعہد امیر معاویہ و عہد عبدالملک خلفائے بنو امیہ وضع حدیث پر مامور ہو گئے تھے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اس صورت میں امام صاحب موصوف نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے صحیح بخاری مرتب کی اور راویان حدیث میں ان لوگوں کو بھی شامل کر لیا جو اس زمانے میں خوارج و نواصب مشہور تھے، جیسا کہ جناب فاضل جلیل محمد بن عقیل جو مشاہیر علمائے حیدرآباد سے ہیں اپنی

(حاشیہ) [۱] الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۵۹ تا صفحہ ۵۶۶　[۲] الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۶۴　"عابد حیدری"

کتاب نصائح کافیہ میں ایک طولانی روایت ان احادیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، ہم اس کا خلاصہ بقدر ضرورت اس جگہ نقل کرتے ہیں۔ .... ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ حدیثوں کے راوی جن کے کلام سے امام بخاری نے حدیثیں اخذ کی ہیں، کس درجے اور مرتبہ کے تھے، نیز ان کے ایمان تو ایمان بلکہ اسلام کی کیا حالت تھی۔

الا تری ان من رواۃ الصحیح غیر الذی عدلهم من الصحابۃ واصطلحوا علی تعدیلهم .... مروان بن الحکم (القائل) للحسن بن علی انکم اهل البیت ملعونون وعمران بن حطان الخارجی القائل لابیات المشهورۃ یثنی بها علی الشقی الاخرین ابن ملجم ویثلب الامام علی بن ابی طالب وحریز بن عثمان الرحبی الذی نقل عنه صاحب التهذیب انه کان ینقص علیا وینال منه وقال اسمٰعیل بن عیاش عادلت حریز بن عثمان من مصر الی مکۃ فجعل یسب علیا ویلعنه وقال ایضا سمعت حریز بن عثمان یقول هذا الذی یرویه الناس عن النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم انه قال لعلی انت منی بمنزلۃ هارون من موسیٰ حق ولکن اخطاء السامع، قلت فما هو قال انما هو انت بمنزلۃ قارون من موسیٰ وذکر الازدی ان حریز بن عثمان روی ان النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم لما اراد ان یرکب جاء علی بن ابی طالب فحل حزام البغلۃ لیقع النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم وقیل یحیی بن

کیا تم نہیں دیکھتے کہ منجملہ راویان صحیح بخاری کے علاوہ ان اصحاب کے جن کو یہ لوگ عادل سمجھتے ہیں مروان بن حکم بھی ہے جس نے جناب امام حسن علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم ان اہلبیت سے ہو جو (معاذ اللہ) ملعون ہیں (قرآن مجید میں شجرۃ ملعونۃ بنی امیہ کے بارے میں نازل ہوا ہے) انھیں میں عمران بن حطان خارجی بھی ہے جو ان اشعار کا قائل ہے جن میں ابن ملجم (ملعون) کی تعریف اور جناب امیر ع کی مذمت کی گئی ہے انھیں میں حریز بن عثمان رحبی بھی ہے جس کی نسبت (تہذیب التہذیب) ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ وہ جناب امیر ع کی تنقیص کرتا اور (معاذ اللہ) گالیاں دیا کرتا تھا۔ اسمٰعیل بن عیاشی کہتے ہیں کہ ہم مصر سے مکہ تک اس کے ساتھ رہتے وہ جناب امیر ع کو (معاذ اللہ) گالیاں دیتا اور لعنت کرتا تھا نیز اسمٰعیل بن عیاشی حریز بن عثمان سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ جو لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا، علی ع منی بمنزلۃ هارون من موسیٰ یہ صحیح تو ہے لیکن سننے والے کو دھوکا ہوا، میں نے کہا سننے میں کیا غلطی ہوئی کہا انت منی بمنزلۃ قارون من موسیٰ ازدی کہتے ہیں کہ حریز بن عثمان نے یہ روایت کی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چاہا کہ خچر پر سوار

صالح لم لا تکتب عن حریز فقال کیف اکتب عن رجل صلیت معہ الفجر سبع سنین فکان لا یخرج من المسجد حتی یلعن علیاً بالغداۃ سبعین مرۃ وبالعشی سبعین مرۃ فقیل لہ فی ذالک فقال هو القاطع رؤس آبائی وامثال هولاء الرواۃ کثیرون ولٰکن هولاء الثلاثۃ مروان، و عمران، وحریز عنوان ومثال لانهم من رواۃ صحیح البخاری الذی قالوا عنہ اصح کتب الحدیث وقال الذهبی فی ترجمۃ المصعبی انہ انصر اهل الزمان للسنۃ[1] ثم قال ولکنہ یضع الحدیث وقال فی ترجمۃ الجوزجان انہ من الحفاظ الثقات وکان یتحامل علی علی وفیہ الانحراف عنہ (فهولاء من الثقات الذین یحتج بهم فی دین اللہ لا واللہ ثم لا واللہ ثم لا واللہ۔"

ہوں تو جناب امیرؑ نے آکر اس کی زین اس غرض سے کھول دی کہ حضرت گر پڑیں یحییٰ بن صالح سے کسی نے پوچھا تو حریز کی حدیثیں کیوں نہیں لکھتا تو اس نے کہا کہ میں کیوں کر ایسے شخص سے روایت کروں جس کے ساتھ میں نے سات برس نماز صبح پڑھی اور دیکھا کہ وہ مسجد سے جب تک جناب امیر پر ستر بار لعنت نہیں کر لیتا باہر نہیں نکلتا تھا۔ اور ابن حیان لکھتے ہیں کہ ستر مرتبہ صبح اور ستر مرتبہ شام لعنت کرتا تھا کسی نے وجہ پوچھی تو کہا انھوں نے ہمارے باپ دادا کے سروں کو تن سے جدا کیا ہے ایسے روایان حدیث بہت کثرت سے ہیں ہم نے بطور مثال و عنوان ان تینوں نامیوں کو پیش کیا ہے ایک مروان دوسرے عمران بن حطان تیسرے حریز بن عثمان کیونکہ یہ سب راویان صحیح بخاری کے ہیں جس کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ تمام کتب احادیث میں وہ سب سے زیادہ صحیح ہے امام ذہبی ترجمہ مصعبی میں کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانے میں بقائے سنت کے لئے بڑا ناصر تھا۔ حالانکہ جیسا وہ تھا ویسا تھا چنانچہ کہنا پڑا کہ یہ ضرور ہے کہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا اور ترجمہ جوزجان میں کہا کہ وہ حفاظ ثقات سے تھا مگر جناب امیرؑ کا دشمن تھا اور ان سے منحرف تھا پس دیکھو کہ یہ وہ ثقات ہیں جن کی حدیثوں سے دین خدا میں احتجاج کیا جاتا ہے۔ لا واللہ ثم لا واللہ۔

روایت مذکورہ میں عمران بن حطان کے وہ اشعار جن میں اس نے ابن ملجم ملعون کے محاسن بیان کئے ہیں، تحریر کئے جاتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

یا ضربۃ من تقی ما اراد بہا . . . . . . (ترجمہ) یعنی کیا اچھی ضربت ہے ایک مرد متقی (ابن ملجم ملعونؒ) کی

---

[1] جناب عمر کے زمانہ میں حدیث دفتر نا پید از تھا۔ اور جو اس کے بعد پیدا ہوا اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ الفاروق حصہ دوم[illegible]

الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا — جس سے کوئی غرض اس کے سوا اس کی نہ تھی کہ صاحب
انی لاذکرہ حینا فاحسبہ — عرش بریں کی خوشنودی حاصل کرے، میں جب اسے یاد
ادنی البریۃ عند اللہ میزانا، — کرتا ہوں تو ساری خلق سے اس کے ثواب کا پلہ خدا کے نزدیک
بھاری پاتا ہوں"۔ (آیات بینات حصہ ۲ صفحہ)

بھائیو! کیا یہ بات توجہ کے قابل نہیں ہے کہ جن راویان حدیث کے ایمان و اسلام کا یہ رنگ ڈھنگ ہو جن حدیثوں کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب محدث یہ فرمائیں۔

"آنچہ در میان از حدیث و فقہ در زمن فاروق اعظم بود و آنچہ بعد ازوے حادث شدہ فرق مابین السمٰوات والارض است"[۱۳]

اور خود افضل الصحابہ اپنی جمع کی ہوئی پانچ سو حدیثوں کو مشتبہ سمجھ کر جلا ڈالیں بااین ہمہ آپ اسی بخاری کی حدیثوں پر ایسا ایمان لائیں کہ اپنے خلیفہ صاحب کے قول

نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقہ۔ — ہم انبیاء کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے،

کو تو اصل ایمان سمجھیں اور خدا کے ارشاد

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین — خدا تم کو تمہاری اولاد کے حق میں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

سے انحراف کریں باوجودیکہ دعویٰ ہے حسبنا کتاب اللہ ذلک بانھم اتبعوا ما اسخط و کرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم پ ۲۶ سورہ محمد، — شاید اسی لئے خدا کا ارشاد ہے، یہ اس سبب سے کہ جس چیز سے خدا ناخوش ہے اس کی تو یہ لوگ پیروی کرتے ہیں اور جس میں خدا کی خوشی ہے اس سے بیزار ہیں تو خدا نے بھی ان کے اعمال کو برباد کر دیا ہے

القصہ یہ مختصر ذکر تو ان اختلافات کا تھا جو اصول دین میں تھے اب فروع دین میں بھی دو چار مسائل پیش کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) واعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وانہ رجح بعضہم النجاسۃ کما بسط ابن الشحنۃ فیباع ویؤجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلی ودلوا ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد ماء — کتا نجس العین نہیں ہے یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور اس پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض نے نجاست کو ترجیح دی ہے، جیسا کہ ابن شحنہ نے توضیح کی ہے پس اس صورت میں اس کا بیچنا اور اجرت پر لینا یا دینا سب جائز ہے اس کی کھال کی جانماز اور ڈول بنا سکتے ہیں۔ اور اگر کتے کو زندہ نکال لیا گیا ہو اور اس کے

الیٰ غیر ولا الشئ بیا بانتقاضہ ولا بعضہ مالم یبر سایقۃ ولا صلوٰۃ حاملۃ ولو کبیرا۔
ردالمحتار۔ در شرح درالمختار صہ ۱۳۹

منہ تک پانی نہ پہونچا ہو تو کنوئیں کا پانی نجس نہیں ہوگا اور اس کا چھینٹا لینے سے کپڑا نجس نہیں ہوتا، جب تک اس کا لعاب دکھائی نہ دے اور اگر اس کو گود میں لے کر نماز پڑھیں تو نماز باطل نہیں ہوتی اگرچہ بڑا ہو۔

شاہ صاحب بھی تحفہ میں یہی تحریر کرتے ہیں۔

(۱) وارے نزد ابوحنیفہ بر پوست مدبوغ کلب کہ رطوبت آں باستعمال ادویہ و مصالحہ بالکلیۃ رفتہ باشد جائز است۔ تحفہ اثنا عشریہ صہ ۱۱ مطبوعہ فخر المطابع

ہاں ابوحنیفہ کے نزدیک کتے کی کھال پر جو دباغت کی گئی ہو اور جس کی رطوبت مصالح اور دواسے بالکل دور ہو گئی نماز پڑھنا جائز ہے۔

(۲) واذا ذبح مکلا یوکل لحمہ طھر جلدہ ولحمہ سوی آدمی والخنزیر۔ ہدایہ صہ ۴۳ مطبوعہ کلکتہ

جس حیوان کا گوشت کھانا حرام ہو ذبح کرنے سے اس کا گوشت اور پوست پاک ہے، سوائے آدمی

(۳) وفی الخانیۃ فی معنی قولہ ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم کما رواہ البخاری ان ماقیہ شفاء لا باس بہ کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ وکذا اختارہ صاحب الھدایۃ فی التجنیس فقال لو رعف فکتب الفاتحۃ بالدم علی جبھتہ وانفہ للشفا جاز للاستشفاء البول ایضا شرح ردالمختار جلد اول مطبوعہ مصر صہ ۱۲۷ و ۱۴۲ مطبوعہ دہلی وفتاوی قاضی خان جلد ۴ صہ ۳۶۲ مطبوعہ مصطفائی صہ ۲۸۹ مصر

اور خانیہ میں ہے کہ بخاری میں جو یہ حدیث آئی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جن چیزوں کو خدا نے حرام فرمایا ہے اس میں شفا نہیں ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ جن چیزوں میں شفا ہے وہ حرام نہیں ہیں جیسا شراب پیاسے کے لئے حلال ہے اسی طرح صاحب ہدایہ نجاست کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی کو نکسیر پھوٹ جائے، اور سورۂ فاتحہ کو حصول شفا کی غرض سے خون، یا پیشاب سے پیشانی اور ناک پر لکھے تو جائز ہے۔ طبع نولکشور لکھنؤ، فتاوی عالمگیری جلد ۵ صہ ۱۳۲ مطبوعہ دہلی۔

(۴) من تزوج امرأۃ لا یحل لہ نکاحھا (ست المحارم) فوطیھا لا یجب علیہ الحد عند ابی حنیفہ ویعزر۔ ہدایہ صہ ۴۹۶

اگر کوئی شخص ایسی عورت سے شادی کرلے جس سے شادی کرنا حرام ہو (مثلاً ماں، بیٹی وغیرہ) اور اس سے مباشرت بھی کرلے (منہ کالا کرلے) تو ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہوگی بلکہ صرف تادیب کردی جائے گی۔

ایسے ہی صدہا مسائل ہیں، جن کی عظمت اس سے ظاہر ہے کہ امام غزالی نے اپنی کتاب منخول میں امام ابوحنیفہ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا ہے کہ "امام ابوحنیفہ نے تو شریعت کو الٹ دیا۔"

اگرچہ اس قول سے امام صاحب مورد طعن و تشنیع ہو گئے، لیکن الفاروق کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم فقہ کے موجد عمر ہیں اور آئمہ اربعہ نے انھیں کی تقلید کی ہے، چنانچہ اس فن میں شبلی صاحب نے حضرت عمر کی جو تعریف کی ہے وہ ذیل میں درج کی جا رہی ہے:۔

"فقہ کا فن تمام تر حضرت عمر کا ساختہ و پرداختہ ہے، اس فن کے متعلق ان کی قابلیت اور فضیلت کا تمام صحابہ کو اعتراف تھا۔ مسند دارمی میں ہے، کہ حذیفہ بن الیمان نے کہا کہ فتوی دینا اس شخص کا کام ہے۔ جو امام ہو یا قرآن کے ناسخ و منسوخ جانتا ہو، لوگوں نے پوچھا ایسا کون شخص ہے؟ حذیفہ نے کہا عمر بن الخطاب"۔ ہے، عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اگر تمام علم عرب کا ایک پلہ میں رکھا جائے اور حضرت عمر کا دوسرے پلہ میں تو عمر کا پلہ بھاری رہے گا، فقہ کے جس قدر سلسلے آج اسلام میں قائم ہیں، سب کا مرجع حضرت عمر کی ذات بابرکات ہے"۔ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۸۴[۵۱]

اگرچہ شمس العلماء اپنے مہر و ماہ فلک اسلام حضرت عمر فاروق کے علم کا پلہ کل عرب سے بھاری بتلاتے ہیں مگر جناب خلیفہ صاحب موصوف کا معیار علم اور جناب شمس العلماء کی صدق بیانی خود حضرت عمر کے اس قول سے بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔ جو کتب اہل سنت میں مندرج ہے اور وہ یہ ہے

جناب امیر ع شیخین کو اکثر امور شریعت میں غلطی کرنے سے روکا کرتے تھے، جو بتقاضائے بشریت ان سے سرزد ہو جایا کرتی تھیں، چنانچہ اکثر حضرت عمر، (لولا علی لہلک عمر) (یعنی اگر حضرت علی علیہ السلام کا وجود نہ ہوتا تو یقیناً عمر ہلاک ہو جاتا[۵۲] اور اعوذ باللہ من معضلۃ لیس فیہا ابو الحسن" پناہ مانگتا ہوں، اللہ سے ان مسائل دشوار میں جن میں ابو الحسن نہ ہوں اور لا ابقانی اللہ بعدک یا علی ع۔ اے علی ع آپ کے بعد خدا مجھے زندہ نہ رکھے"، فرمایا کرتے تھے، دیکھو ارجح المطالب صفحہ ۵۲[۵۲]، "شمس العلماء رقمطراز ہیں"۔

فقہ کے جس قدر مسائل حضرت عمر سے بروایت صحیحہ منقول ہیں، ان کی تعداد کئی ہزار تک ہو پہنچتی ہے۔ اور ان تمام مسائل میں آئمہ اربعہ نے ان کی تقلید کی ہے[۵۳] حضرت عمر نے زمانہ اور حالات کی ضرورتوں سے جدید قاعدہ بکثرت وضع کئے جو آج حنفی فقہ میں بکثرت موجود ہیں برخلاف اس کے امام شافعی نے یہاں تک گڑھے کہ ترتیب فوج تعین شعار تخصیص محاصل وغیرہ کے متعلق بھی

(حاشیہ) ۵۱ ایضاً حصہ دوم صفحہ ۵۶۸ طبع کراچی، ۵۲ ارجح المطالب صفحہ ۱۵۹/۱۶۱ باب سوم
۵۳ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۷۰ طبع کراچی۔

آنحضرت کے اقوال کو تشریعی جانتے ہیں اور حضرت عمر کے اقوال کی نسبت لکھتے ہیں کہ رسول کے قول کے سامنے کسی کے قول و فعل کی کچھ اصل نہیں[۹۱] فقہ کی توسیع اور تمام ضروریات کے لئے اس کا کافی ہونا قیاس پر موقوف ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں ہیں اس لئے ضرور ہے کہ ان جزئیات کا فیصلہ کرنے کے لئے قیاس شرعی سے کام لیا جائے۔ اسی ضرورت سے آئمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک امام احمد حنبل سب قیاس کے قائل ہوئے ہیں۔ اور ان کے مسائل کا بڑا ماخذ قیاس ہے لیکن قیاس کی بنیاد اول جیسے ڈالی وہ عمر فاروق ہیں۔

(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۹۲-۱۹۳)[۹۲]

شبلی صاحب کا یہ ارشاد بھی ہے۔

"قرآن مجید اور احادیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں" یہ خدا و رسول کے احکام کے خلاف ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں کوئی چیز فرو گذاشت نہیں ہوئی۔

جس پر آیات الٰہی شاہد ہیں۔

پہلی آیت:۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیئ — ہم نے کتاب میں کچھ کمی نہیں کی

(پ ۷ س انعام ع ۴)

دوسری آیت:۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ہ — ہم نے کوئی رطب و یابس اس کتاب میں متروک نہیں کیا۔

تیسری آیت:۔ تبیانا لکل شیئ — (قرآن میں ہر شے کا بیان ہے)

جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کوئی کلی جزئی نہیں چھوڑا جو زبان مبارک سے نہ فرمایا ہو، بلکہ خود اس پر عمل کر کے بتا دیا۔ چنانچہ "عیون اخبار الرضا" میں جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ لوگ علی العموم جاہل ہیں انھوں نے اپنے دین کے بارے میں دھوکا کھایا ہے اللہ نے اپنے نبیؐ کو اس وقت تک نہیں اٹھایا جب تک دین کو کامل نہیں کر دیا اور ان پر پورا قرآن نازل نہ کر دیا جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور اس میں خدائے تعالیٰ نے حرام و حلال اور حدود و احکام اور ان سب چیزوں کو جن کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے پورا پورا بیان فرما دیا ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ ما فرطنا فی الکتاب من شیئ (مقبول ترجمہ ص۲۱۰)

---

۹۱ الفاروق حصہ دوم ص۵۵ ۹۲ الفاروق حصہ دوم ص۹۵

شمس العلماء شبلی نعمانی نے جس قیاس کو مستحسن مانا ہے اس کی مذمت خود اہلِ سنت کے علماء کے قول سے ہوتی ہے کہ اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اور جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایک قوم ظاہر ہوگی جو امورِ فقہ میں قیاس اور رائے کو دخل دے گی جس سے اسلام گویا منہدم ہو جائے گا اس کے متعلق کتب صحاح وغیرہ میں بہت روایات اور حدیثیں ہیں۔ منجملہ ان کے چند اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

(اول) عن جابر قال رسول اللہ صلعم اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة رواہ مسلم (مشکوۃ شریف منقول از مجمع البحرین صفحہ ۵۲۳)

جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمسک اور عمل کے لئے قرآن و حدیث ہے اور بجز اس کے جو کچھ اختراع کیا جائے وہ محدثات اور بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔

(دوم) وبحدیث عوف بن مالک الاشجعی عن النبی صلعم انہ قال ستفترق امتی علی بضع وسبعین فرقة اشرھا علی امتی قوم یقیسون الامور برایھم فیحلون الحرام ویحرمون الحلال

عوف بن مالک اشجعی سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میری امت ستر فرقہ سے زیادہ متفرق ہوگی اور اس میں بدترین وہ فرقہ ہے جو قیاس کرے اور جس نے قیاس کیا اس نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا۔

(مقدمہ ہدایہ از مولوی عبدالحئی لکھنوی ایضاً صفحہ ۵۲۵)

(سوم) فاعلم ان الائمة الطاھرین یحرمون الرای والقیاس ولھذا لما دخل ابو حنیفة علی جعفر ابن محمد علی ما حکاہ الشعرانی فی اللواقح قال بلغنی انک تقیس لا تقس فان اول من قاس ابلیس (دراسات اللبیب صفحہ ۲۳۳ ایضاً)

آگاہ ہو کہ آئمہ طاہرین رائے اور قیاس کو دین میں حرام جانتے تھے لہذا جب ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے جیسا کہ امام شعرانی نے لواقح الانوار میں بیان کیا ہے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم قیاس سے کام لیتے ہو

(چہارم) کان الامام جعفر الصادق رحمہ اللہ یقول من اعظم فتنة تکون علی الامة قوم یقیسون فی الامور برایھم فینھدم الاسلام بذالک (مقدمہ ہدایہ از مولوی عبدالحئی لکھنوی ایضاً صفحہ ۵۲۴)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بدترین فتنہ اس امت میں وہ قوم ہوگی جو امورِ دین میں اپنی رائے سے قیاس کرے پس دین منہدم ہو جائے گا۔

(پنجم) وانما سموا اصحاب الرای لان عنایتھم بتحصیل وجہ من القیاس والمعنی المستنبط من

اور وہ امام ابو حنیفہ وغیرہ اس لئے اصحاب الرائے کہلائے کہ ان کی توجہ قیاس کی ترتیب استنباط کی طرف ہو گئی یہ لوگ

الاحکام وبناء الحوادث علیها وربما یقدمون القیاس الجلی علی احاد الاخبار وقد قال ابو حنیفة رحمة الله علیه هذا رای وهو احسن ما قدرنا علیه (ملل ونحل[1] ص۸۲)

(ششم) وقال امام شعرانی ان عذر ابی حنیفة فی کثرة القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحة فی زمنه قال العلامه احمد بن عبد السلام فی کتاب رفع الملام بعد ما عد جملة من الاحادیث التی لم تبلغ الخلفاء الاربعة الراشدین وبلغت غیرهم من الصحابة (دراسات اللبیب ص۵۳)

بسا اوقات اپنے قیاس جلی کو حدیث و خبر واحد پر مقدم کرتے ہیں (پس رد کرنا حدیث رسول اللہؐ کا اور ترجیح دینا اپنی رائے کو گویا شریعت رسولؐ کو منسوخ کر دینا ہے) اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ میری رائے ہے اور وہ بہتر ہے کہ جس کو معین کیا ہم نے یعنی جو ہمارا خیال ہے وہ بہتر ہے۔

اور امام شعرانی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے کثرت سے قیاس کرنے کا یہ سبب ہے کہ (مسائل میں) ان کو صحیح حدیثیں نہیں ملیں، علامہ احمد بن عبد السلام نے کتاب رفع الملام میں ان حدیثوں کو گن کر بتایا ہے کہ جو خود خلفائے راشدین تک نہیں پہونچیں اور دوسرے اصحاب کو پہنچیں۔

جناب مولانا مولوی مرزا محمد ہادی صاحب بی اے ترجمان دار الترجمہ دولت آصفیہ نے ایک مفید رسالہ "نصوص الحکم دربیان معنی اصول واخبار" تالیف فرمایا جس میں آیات واحادیث اور کتب اہل سنت کے حوالے سے بخوبی ثابت کیا ہے کہ امور دین میں کتاب خدا اور سنت رسول اللہؐ اور اقوال ائمہ معصومینؑ سے احکام حاصل کرنا چاہئے۔ جائز الخطا انسانوں کی رائے اور قیاس پر عمل کرنا حرام ہے، چنانچہ لکھتے ہیں اور کسی کا تو ذکر ہی کیا ہے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجز وحی کے فتویٰ نہ دیتے تھے۔

چنانچہ بخاری میں منقول ہے کہ جب حضرت سے کوئی بات دریافت کی جاتی تھی اور اس کے باب میں نزول وحی نہ ہوتا تھا تو آپ وحی کا انتظار فرماتے تھے، ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ سے روح کے باب میں سوال کیا گیا تو آپ نے سکوت فرمایا جب تک یہ آیت نازل نہ ہوئی، "قل الروح من امر ربی" (کہہ دو روح میرے خدا کا حکم ہے) اسی طرح حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ بیمار ہوئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے حضرت ابو بکر بھی ہمراہ تھے، حضرت جابرؓ غش میں پڑے تھے، آنحضرتؐ نے وضو کیا، اور آب وضو ان پر ڈالا حضرت جابرؓ ہوش میں آگئے، حضرت جابرؓ نے دریافت کیا کہ میں اپنے مال کو اپنے وارثوں میں کس طرح تقسیم

---

[1] ملل ونحل برحاشیہ الفصل جزو ثانی ص۸۲۔

کہ: ہول)، پس آنحضرت نے حضرت جابرؓ کو کوئی جواب نہیں دیا، جب تک کہ آیت میراث نازل نہ ہوئی۔

قرآن مجید میں متعدد آیتیں قیاس اور ظن کی مذمت میں موجود ہیں، منجملہ ان کے یہ ہیں۔

(۱) لا تقف ما لیس لک بہ علم" پ۱۵ س بنی اسرائیل۔ — جس بات کا تجھے علم نہیں اس کی پیروی نہ کر۔

(۲) وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا" پ ۱۱ - سورہ یونس۔ — اور ان میں کے اکثر تو لبس اپنے گمان پر چلتے ہیں (حالانکہ) گمان یقین کے مقابلہ میں ہرگز کچھ بھی کام نہیں آسکتا۔

(۳) ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن" پ۶ سورہ نساء — انھیں کسی چیز کی خبر ہی نہیں مگر اٹکل کے پیچھے (پڑے) ہیں۔

(۴) قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون" پ ۸ سورہ انعام۔ — تم ان سے کہہ دو کہ تمہارے پاس کوئی علم ہے تو تم ہمیں نکال کر دکھاؤ تم تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہو اور تم کچھ نہیں ہو مگر اٹکل پچو باتیں بناتے ہو۔

(۵) یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا من الظن ان بعض الظن اثم۔ پ ۲۶ س الحجرات ع ۲ — اے ایمان لانے والوں پرہیز کرو گمان سے بے شک بعض گمان گناہ ہے۔

(۶) ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدی۔ پ۲۷ س النجم — یہ لوگ گمان اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں، اور بتحقیق ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔

غرض خدا اور رسولؐ نے ہم کو علم و یقین حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، اور ظن و قیاس پر عمل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر بقول شبلی نعمانی صاحب فلک اسلام کے مہر و ماہ حضرت عمر نے ظن و قیاس کا طریقہ جاری کیا، اور تمام مسائل میں ائمہ اربعہ نے ان کی تقلید کی ہے، منجملہ آئمہ اربعہ کے جناب امام اعظم ابو حنیفہ نے اس طریقہ کو کمال عروج پر پہنچا دیا جس کی وجہ سے اجتہاد کا مرتبہ پایا۔ اور اس قدر فروغ حاصل کیا کہ دوسرے ائمہ کی شہرت کے چراغ ٹمٹمانے لگے، ان کے شہرۂ آفاق ہونے کے متعلق جناب نواب مولوی سید امداد امام صاحب اپنی قابل قدر کتاب "مصباح الظلم" میں حالات تحریر کئے، ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جارہا ہے۔

"امام صاحب نے اپنے اجتہادات میں قیاس کو زیادہ دخل دیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ بقول امام غزالی آپ کو علم حدیث میں بہت کم دخل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے کوئی کتاب علم فقہ میں تصنیف نہیں فرمائی۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ آپ امام علیہ السلام کے

مخالف تھے اگرچہ امام صاحب دو تین سال امام علیہ السّلام کے پہلے پیدا ہوئے تھے اور وفات بھی امام علیہ السّلام کے دو تین سال بعد ہوئی ہے۔ گویا پورا زمانہ حیات آپ کا امام علیہ السّلام کے ساتھ گذرا ہے مگر کسی طرح کی ارادت امام برحق کے ساتھ نہیں رکھتے تھے، بلکہ مدمقابل کی حیثیت سے امام برحق کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ آپ کے فروغ کی وجہ یہ ہوئی کہ منصور خلیفۂ وقت کو جناب امام علیہ السّلام سے ذاتی عناد تھا، یہاں تک کہ امام عالی مقام مسموم ہو کر شہید ہوئے۔

منصور نے امام اعظم صاحب کے اجتہادات رائج کرنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی، چنانچہ جو کوئی امام برحق علیہ السّلام سے کسی مسئلہ کو دریافت کرتا ...... تو خلیفہ مذکور ایک اشرفی جرمانہ کرتا تھا بخلاف اسکے جو کوئی امام اعظم کی طرف رجوع ہوتا تو اس کو ایک اشرفی انعام دیتا تھا۔ امام اعظم صاحب کے دربار خلافت میں رسائی ہونیکی بگذشت یہ ہے کہ جب آپ خلیفۂ وقت کے دربار میں حاضر ہوئے تو اس نے پوچھا کہ تم نے کس سے علم حاصل کیا ہے، آپ نے جواب دیا، عمر بن خطاب، علیؑ ابن ابی طالبؑ، عبداللہ بن عباس کے ذریعہ سے اور آخر میں فرمایا کہ ابن عباس اپنے عہد میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے منصور اس فقرے سے پھڑک اٹھا۔ آخر امام صاحب کے مذہب کو روز بروز نمایاں ترقی نصیب ہوتی رہی، امام صاحب کا پہلی ہی حاضری میں خلیفۂ وقت کو اپنا مرید بنا لینا آپ کی کمال ہوشیاری و دانائی پر دلالت کرتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے آپ کی عظمت اور منزلت قائم کرنے کیلئے احادیث فضیلت بھی وضع کی گئیں جیسا کہ ہدایہ کے مقدمہ میں مولوی عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

قال النبی صلعم ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفۃ ھو سراج امتی و یروی ایضًا۔ قال النبی صلعم ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی، وقال ابن الجوزی ان ھذہ الاخبار موضوعۃ واتفق معہ الحافظ الذھبی والحافظ السیوطی والحافظ ابن حجر العسقلانی وشیخ قاسم الحنفی۔ (منقول از مجمع البحرین ص۵۳)

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حضرت آدمؑ نے میرے وجود پر فخر کیا اور میں اپنی امت کے اس شخص پر فخر کرتا ہوں جسکا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے، وہ میری امت کا چراغ ہے، نیز یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، تمام انبیاء میرے سبب سے فخر کرتے ہیں اور میں ابو حنیفہ کے سبب فخر کرتا ہوں جس نے اس کے ساتھ محبت کی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، مگر ابن جوزی لکھتے ہیں کہ یہ حدیثیں گڑھی ہوئی ہیں۔ حافظ ذہبی، حافظ سیوطی، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ قاسم حنفی ان سب محدثین نے ابن جوزی کے ساتھ اتفاق کیا ہے (یعنی ان کے نزدیک بھی یہ حدیثیں وضعی ہیں)

خلاصہ یہ کہ جو فریق کتاب اور سنت سے قطع نظر کر کے اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرے، باری تعالیٰ کو ظالم سمجھے، خطا کو اس کی ذات پاک کی طرف منسوب کرے، خلافت کے لئے اپنا انتخاب مستحسن اور موجب امن و امان بتائے، خدائے علیم و حکیم کے انتخاب کو بُرا اور باعث فتنہ ٹھہرائے، ہر کس و ناکس کو اشا

نبی قرار دے، پیغمبر خدا کے اقوال و احکام میں تفریق کرے جن کے لئے خدا کا ارشاد ہے "وما ینطق
عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" (یعنی بغیر وحی کے اپنی خواہش نفس سے پیغمبر کلام ہی نہیں کرتا) اور اس
نور خدا اور ہادی دین کو بعثت سے پہلے گمراہ بتائے، اس محرم اسرار الٰہی کی تجویز پر اپنے خلفاء کی رائے
کو ترجیح دے۔ آیات عتاب آمیز کا مصداق (معاذ اللہ) رسول اللہؐ کو قرار دے، خلاف رائے رسول اللہؐ
حضرت عمر کی رائے کے موافق نزول وحی کا معتقد ہو، خدا کی جسمانیت اور رویت کا قائل، کتے کی کھال
پر اور اس کو گود میں لے کر نماز پڑھنا جائز، قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اپنی رائے و قیاس کو دخل دیکر
حرام کو حلال، اور حلال کو حرام بتائے، تو کیا ان اختلافات عظیم کے باوجود بھی مذہب اہلسنت اور
مذہب امامیہ میں فقط ایک مسئلہ فضیلت صحابہ ہی کا اختلاف ہے؟ کیا انھیں اصول و فروع پر مصداق
"برعکس نہند نام زنگی کافور" آپ نے مذہب اہلسنت کو مطابق کلام الٰہی و احادیث رسالت پناہی
کے سچا پایا۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ اب ہم ان مسائل سے قطع نظر کرکے مسئلہ فضیلت
صحابہ کی طرف جس کو آپ نے اختلافی قرار دیا ہے رجوع کرتے ہیں۔ آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے
"ہر عقیدے کی تحقیق اور ہر اعتقادی مسئلہ کی تطبیق کتاب اللہ اور حدیث رسولؐ سے کرنا
ضروری ہے" تو یہ تحریر فرمائیے کہ آپ نے کس کتاب خدا اور کس حدیث رسول اللہؐ سے مسئلہ
فضیلت صحابہ کی تحقیق کرکے ان دونوں مذاہب کی حقیّت وبطلان کا انحصار اس پر کیا ہے
یہ تو اہلسنت کی "ایجاد بندہ" ہے۔ انھوں نے برخلاف احکام خدا و رسول، ہادی برحق کو چھوڑ کر
اصحاب کو اپنا خلیفہ و پیشوا بنایا۔ ورنہ خدا و رسول نے تو امور دین اور احکام شریعت میں کہیں
بھی ان کا حوالہ نہیں دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وآباؤکم
ما انزل اللہ بھا من سلطن ط ان یتبعون
الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم
من ربھم الھدی۔ پ۲۷ ۔ سورہ النجم۔

یہ تو بس صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ
داداؤں نے گڑھ لئے ہیں۔ خدا نے تو اس کی کوئی سند نازل
نہیں کی، یہ لوگ تو بس اٹکل اور اپنی نفسانی خواہش کے
چلے جاتے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے پروردگار کی

پس اگر صحابہ اچھے ہیں تو اصحاب الجنۃ ہیں۔ اور برے تھے تو "اصحاب النار" ہیں "فبشرھم بعذاب الیم" ہیں و
ہیں۔ لیکن ان کی فضیلت سے مذہب اہلسنت والجماعت کی سچائی یا ان کی منقصت سے مذہب امامیہ کے جھوٹے
کو کیا علاقہ۔ سنئے ارشاد ہوتا ہے۔

تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم
ولا تسئلون عما کانوا یعملون" پ ۱ سورہ بقرہ ع۱۶

یہ لوگ (اپنے وقت میں) ہو گزرے جو انھوں نے کیا وہ ان کے
لئے اور جو تم نے کیا وہ تمھارے لئے اور جو کچھ وہ کر گزرے تم سے

تحقیق طلب مسئلہ تو یہ ہے کہ رحلت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کا ہادی و مقتدا منصوص من اللہ
ہے؟ کس کی اطاعت اور پیروی خدا نے ہم پر واجب کی ہے۔ کس کی مودت و محبت دلیل صداقت ہے اور کس کی
وت دلیل کفر و نفاق ہے۔ پس جس مسئلہ پر نہ صرف ان دونوں بلکہ کل مذاہب کی حقیّت یا بطلان میں امتیاز
ہے۔ وہ مسئلہ تمسک بالثقلین یعنی قرآن اور عترت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متمسک ہونا ہے۔
لہ فضیلت صحابہ نہیں ہے۔ پس اگر موافق مذہب امامیہ قرآن و عترت کا مفترض الطاعۃ ہونا ثابت ہوگیا،
شبہ شیعوں کا مذہب حق اور سنیوں کا مذہب باطل اور اگر خلاف اس کے نعوذ باللہ معلوم ہوا تو سنیوں کا
ب سچا اور شیعوں کا مذہب جھوٹا۔ لہٰذا پہلے ہم اس مسئلہ کو ثابت کرتے ہیں پھر آپ کی خلافت راشدہ کو
ل کریں گے، پھر مطاعن صحابہ پر علماء اہلسنت نے جو پردہ پوشی کی ہے اس کی پردہ دری کریں گے۔" یقین
ہے کہ پیغمبر اسلام نے اپنی تمام امت کو قرآن اور اہلبیت اطہار سے تمسک و اتباع کا حکم دیا ہے۔ نہ کہ قرآن
صحابہ سے۔ ملاحظہ ہوں ارشادات نبوی۔

"قال رسول اللہ انی تارک فیکم الثقلین
ب اللہ و عترتی اھلبیتی ان تمسکتم
بہما لن تضلوا بعدی و انہما لن یفترقا حتی
ردا علی الحوض"

جناب رسولخدا نے فرمایا، میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا
ہوں، ایک خدا کی کتاب دوسری میری عترت اور اہلبیت، اگر
ان دونوں سے متمسک رہوگے تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اور ہرگز
یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پہ آئیں۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل
لبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی و من
لف عنہا غرق و ہوی"

جناب رسولخدا نے فرمایا، میرے اہلبیت، کشتی نوح کی مانند ہیں۔
جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے منحرف رہا وہ
غرق ہوا اور ہلاک ہوا۔"

یہ وہ معتبر احادیث مسلمہ فریقین ہیں، جن کی خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی نہ صرف تصدیق
ثیق کی ہے، بلکہ منکر حدیث ثقلین کو خارج از اسلام اور گمراہ بتایا ہے۔ اور جو مذہب ان دونوں عظیم القدر چیزوں
خلاف ہو اس کو غیر معتبر اور جھوٹا ٹھہرایا ہے، ملاحظہ ہو ان کا بیان۔

ر دانست کہ باتفاق شیعہ و سنی ایں حدیث ثابت است
بر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود انی تارک فیکم الثقلین ما ان
کتم بہما لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاخر
ب اللہ و عترتی اہلبیتی۔ پس معلوم شد کہ در مقدمات
و احکام شرعی ما را پیغمبر حوالہ بایں دو چیز عظیم القدر

یقین کیجئے کہ باتفاق شیعہ و سنی یہ حدیث ثابت ہے کہ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں میں دو گراں قدر
چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک ہوگے
تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے، ایک دوسرے سے بزرگ تر ہے
ایک خدا کی کتاب اور دوسری میری عترت میرے اہلبیت ہیں

فرمودہ است پس ہر کہ مخالف این دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین است۔

تحفہ اثنا عشریہ ص۱۳۹ مطبوعہ فخر المطابع[1]

پس معلوم ہوا کہ دینی مقدمات اور شرعی احکام میں پیغمبر خدا نے ہم کو ان دونوں عظیم القدر چیزوں کے حوالہ فرمایا ہے، پس جو مذہب ان دونوں چیزوں کے خلاف ہوگا وہ احکام شریعت میں عقیدۃً اور عملاً باطل اور غیر معتبر ہے اور جو کوئی ان دونوں عظیم القدر چیزوں سے انکار کرے وہ گمراہ اور دین سے خارج ہے

جناب شاہ صاحب کی اس تصریح و تشریح سے نہ صرف مسئلہ فضیلت صحابہؓ پادر ہوا، بلکہ خود صحابہ کا تمام امت سے افضل اور ایمان و اسلام میں کامل ہونیکے بجائے انکا صراط مستقیم سے پھر جانا ثابت ہوا، کیونکہ جناب رسولخدا نے انہی سے مخاطب ہوکر "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی الخ" ارشاد فرمایا تھا۔ اور یہی تو لفظ "فیکم" ہے جسمیں قیامت تک تمام امت داخل ہے مگر افسوس ہے کہ ان صحابہ نے دنیا کی محبت میں اپنے پیغمبر کے اس فرمان کا مطلق لحاظ نہیں کیا جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وقت وفات گمراہی سے بچانے کیلئے جب ارشاد فرمایا تھا۔ ایتونی بدوات و قرطاس اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی یعنی تم دوات اور کاغذ لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں تاکہ تم ... تو اصحاب نے اس حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا۔ اور اپنے پیغمبر کو یہ جواب دیا کہ حسبنا کتاب اللہ (ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے) پس محض حسبنا کتاب اللہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب منجملہ ان دو گرانقدر چیزوں کے عترت رسول اللہؐ سے آنحضرت کی زندگی ہی میں دست بردار ہوگئے تھے اور فیصلہ کر چکے تھے کہ ہم کو ان کی اطاعت و متابعت کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اسی رائے پر عمل کیا، اور آنحضرت کی وفات کے بعد مسند شریعت پر امت کے حاکم بن بیٹھے اور عترت رسولؐ کو اپنا محکوم و تابع سمجھنے لگے، یہی نہیں بلکہ طرح طرح کی ترجیح دینے لگے۔ (جسکی تفصیل انشاء اللہ آئندہ آئے گی) ایسے ہی کتاب خدا کے ساتھ بھی یہ کیا گیا کہ احکام الہی کو اپنے قیاس و رائے کو دخل دیکر حلال کو حرام، اور حرام کو حلال کہہ دیا جیسا کہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے، متعہ الحج اور متعۃ النساء جو جناب رسالتمآبؐ کے زمانہ میں حلال تھے انکو اپنی رائے سے منسوخ کر دیا۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ ... میں ہوگی، اس جگہ دو ایک روائتیں پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) قال عطاء قدم جابر بن عبد اللہ معتمراً فجئناہ فی منزلہ فسألہ القوم عن اشیاء ثم ذکروا المتعۃ فقال نعم استمتعنا علی عہد رسول اللہ و ابی بکر و عمر۔

مسلم ص۵۴۲[2]

عطاء کہتے ہیں کہ جابر عبد اللہؓ عمرہ کی غرض سے (مکہ) آئے پس ہم انکی قیام گاہ پر آئے، تو کچھ لوگوں نے ان سے چند چیزوں کے بارے میں سوال کیا، پھر متعہ کا ذکر کیا، جابر بن عبد اللہ نے کہا، ہاں ہم نے رسولؐ اور ابو بکر اور عمر کے (ابتدائی) زمانہ میں ...

(۲) عن ابی عباس سمعت عمر یقول واللہ انی لانہاکم عن المتعۃ وانہا لفی کتاب اللہ ولقد فعلہا رسول اللہ یعنی العمرۃ بالحج۔ باب التمتع من کتاب مناسک الحج صحیح جلد ۲ ص۱۷۰

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عمر کو یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم تم کو متعہ سے روکتا ہوں، باوجودیکہ کتاب اللہ میں ہے اور رسول اللہؐ نے بھی اسکو کیا، یعنی عمرہ حج کے ...

[1] تحفہ باب چہارم ص۲۰۱ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۲ عابد حیدری

(۳) فصل فی اولیات عمر قال العسکری هو اول من سمی امیر المومنین واول من کتب التاریخ من الهجرة واول من اتخذ بیت المال واول من سن قیام شهر رمضان واول من عس باللیل واول من عاقب علی الهجاء واول من ضرب فی الخمر ثمانین جلدة واول من حرم المتعة واول من نهی عن بیع امهات الاولاد واول من جمع الناس فی صلوة الجنازة علی اربعة تکبیرات، الی اخره) تاریخ الخلفاء سیوطی ص۹۳

اولیات عمر کا بیان، عسکری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عمر نے اپنا نام امیر المومنین رکھا، سب سے پہلے انھوں نے تاریخ کی ابتدا ہجرت سے کی، سب سے پہلے انھوں نے بیت المال قائم کیا، سب سے پہلے انھوں نے تراویح کی سنت قائم کی، رات کو چھپ کر گشت لگانے کی ابتدا عمر ہی نے کی سب سے پہلے ہجو کرنے والے کی سزا عمر نے کی، سب سے پہلے شراب پینے پر اسی کوڑے کی حد عمر نے جاری کی، سب سے پہلے متعہ کو عمر نے حرام کیا۔ ام ولد کی بیع کو عمر ہی نے سب سے پہلے روکا، اور سب سے پہلے عمر ہی نے نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر لوگوں کو متفق کیا۔

اس قسم کی بہت سی روائتیں ہیں جن کو طول کے خوف سے ترک کرتے ہیں، اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ایسا کرنے والوں کا انجام کیا ہے، اور خدا کا ارشاد کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) یاایها الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل الله لکم ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین" پ۷ سورہ مائدہ ع ۱۲

اے ایماندارو! جو چیزیں تمھارے لئے خدا نے حلال کی ہیں ان کو اپنے اوپر حرام نہ کرو، اور حد سے زیادہ نہ بڑھو۔ کیونکہ خدا حد سے زیادہ بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(۲) ماکان لمؤمن ولا مومنة اذا قضی الله ورسوله ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبیناه

جب خدا اور اس کے رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن اور مومنہ کو ان کے کسی معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے اور جو خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔

اب دو ایک حدیثیں بخاری شریف کی بھی ملاحظہ فرمائیے،،

(۱) عن عائشه قالت قال رسول الله صلعم من احدث فی امرنا لیس منا فهو رده" بخاری جلد چہارم ص۶۶

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا جس نے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی وہ ہم سے نہیں ہے اور وہ مردود ہے۔

(۲) اذا اجتهد العامل والحاکم فاخطأ خلاف الرسول من غیر علم فحکمه مردود

جس وقت عامل یا حاکم، اجتہاد کرے، اور بغیر علم کے حکم رسولؐ کے خلاف غلطی کرے تو اس کا حکم مردود ہے۔

یقول النبیؐ من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو مردود" بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۷۷ — نیز آنحضرت فرماتے ہیں، جو شخص کوئی عمل کرے اور ہم نے اسکے بارے میں حکم نہ دیا ہو وہ عمل ناقابل قبول ہو۔

غرض جن اصحاب نے حدیث ثقلین کو بالائے طاق رکھ کر احکام الٰہی میں اپنی رائے کو دخل دیا اور عترت رسولؐ کو چھوڑ بیٹھے، ان پر "فقد ضل ضلالاً مبینا" اور ارشاد نبوی "غرق وہوی" صادق آتا ہے۔ جس کی تصریح شاہ صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین است"[۱] — جو شخص ان دونوں (قرآن و عترت) بزرگ چیزوں سے انکار کرے وہ گمراہ اور دین سے خارج ہے۔

اور یہ قول مسلم ہے کہ "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" اس صورت میں حد سے زیادہ حیرت کی بات ہے کہ آپ انھیں حضرات کی فضیلت و خلافت پر مذہب اہل سنت والجماعت کو سچا بتائیں جن کا بطلان بقول شاہ صاحب ثابت ہے۔

"مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است"[۲] — جو مذہب کہ ان دونوں (قرآن و عترت) کے خلاف ہو امور شرع میں بروئے اعتقاد اور عمل باطل اور ناقابل اعتبار ہے۔

یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جس طرح اصحاب نے اہلبیت اطہارؑ کو چھوڑ دیا تھا، اسی طرح اہلسنت بھی ان کی پیروی میں اہل بیت کو چھوڑے ہوئے ہیں، اور ایسے بھولے ہوئے ہیں کہ ان میں سے اکثر افراد کو اہلبیت اطہارؑ کے اسماء مبارکہ تک بھی یاد نہیں، ہاں زبان سے تولائے اہلبیتؑ کا دعویٰ ہے کچھ کر کے مندرجہ ذیل آیت کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

"یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم" وہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں یہی وجہ ہے کہ عملاً اور قولاً کسی طرح بھی مودت اہل بیتؑ ان سے ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک "صلوٰۃ" ہی میں امتحان کر لیجئے کہ بقول امام فخرالدین رازی اور دوسرے علماء کبار، اہل بیت اطہار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صلوٰۃ میں شریک ہیں، اور جو مسلمان تشہد میں "اللھم صل علی محمد" کے ساتھ "آل محمدؑ" نہ کہے تو اس کی نماز ہی باطل ہے، یہی تو امام شافعی صاحب بھی فرماتے ہیں "من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ" یعنی جو شخص اے آل محمد تم پر صلواۃ نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی، اس کے باوجود تمام اہل سنت نے "باستثنائے قلیل" آل محمد کا لفظ اپنی تحریر و تقریر سے بالکل خارج کر دیا، مگر افسوس کہ خدائے علیم و حکیم اپنے جس وحی

---

[۱] تحفہ باب چہارم صفحہ ۲۰۱ سطر ۱۴ — [۲] ایضاً صفحہ ۲۰۱ باب چہارم سطر ۱۳ — ۱۲ عابد حیدری

امامت وخلافت پر دین اسلام کو مکمل کرے جس کو خدا کا رسول اپنے بعد تمام امت پر خلیفہ اور ہادی مقرر کر کے اعلان عام کر جائے۔ امت اس کی یہ منزلت کرے کہ بجائے پیروی واطاعت کے طنز کریں کہ حضرت علیؑ سے دین خدا کا کام اچھی طرح انجام نہیں پا سکا۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"اکثر اہل اسلام مالکیان، حنفیان وحنبلیان و شافعیان اند اصل مذہب ایشان معتمد ست بر مسائل اجماعیہ فاروق و بجز چند مسائل بر آثار مرتضیٰ فتح اسلام واقع نہ شد، ودر ہیچ فنے از فنون شرعی مدار کلی بر آثار مرتضوی نیامدہ وبر دست ایشان خلافت منتظم نہ گشت" (قرۃ العینین)

اہل اسلام زیادہ تر مالکی، حنفی، حنبلی، شافعی ہیں۔ اور ان کا مذہب فاروق کے اجماعی مسائل پر مبنی ہے اور حضرت مرتضیٰ کے آثار پر بجز چند مسائل کے اسلامی فتح واقع نہیں ہوئی اور فنون شرعی میں سے کوئی فن، کلی طور پر آثار مرتضوی پر موجود نہیں ہے، اور ان کے ہاتھوں خلافت کے انتظام منظم نہیں ہو سکا۔"

موصوف ہی اپنے رسالہ تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں۔

"مہمات مذاہب اربعہ اہل سنت بر آثار مرتضیٰ نیست بلکہ بر اجماعیات عمر بن خطاب وفتاوی ابن مسعود ست۔"

چاروں مذہب کے اہم مسائل حضرت مرتضیٰ کے آثار پر نہیں ہیں، بلکہ عمر بن خطاب کے اجماعیات اور ابن مسعود کے فتوے پر ہیں۔

شاہ صاحب موصوف نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ "باب مدینۃ العلم" کے اوپر اس طرح کا نار وا حملہ کر بیٹھے۔"

"از حضرت مرتضیٰ در مسئلہ فقہ غلط واقع شد از عجائب السنت کہ مثل ابو ہریرہ کہ صحبت او با آنحضرت قلیل ست در مذہب ما پنج ہزار حدیث روایت کردہ اند و حضرت مرتضیٰ باوجود صحبت دائمہ وکمال فقاہت وتمام حفظ وانضمام استماع از صدیق و فاروق بسیارے از حدیث با مسموعات خویش وعدم مانع از روایت کہ عبارت از قلت بقاء است بعد آنحضرت چنانچہ در صدیق بوجہ است بلا استغفال در امور خاص چنانچہ در فاروق

مسئلہ فقہ میں حضرت مرتضیٰ سے غلطی ہوئی ہے۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ ابو ہریرہ جو بہت کم آنحضرت کی صحبت میں رہے اس کے باوجود ہمارے مذہب (اہل سنت) میں ان سے پانچ ہزار حدیثیں روایت کی گئی ہیں، اور حضرت مرتضیٰ آنحضرت کے ساتھ دائمی صحبت رکھنے اور اعلیٰ درجے کے فقیہہ ہونے کے باوجود ارشادات نبوی کو محفوظ رکھنے اور صدیق وفاروق سے حدیث سننے کے انضمام ہونے کے ساتھ۔ نیز بہت سی اپنی سنی ہوئی حدیثیں، اور ان کے لئے روایت کرنے سے کوئی چیز مانع بھی نہیں تھی، یعنی آنحضرت کے بعد ان کو

بودہ ست، یا قلت اشتغال در مسائل فقیہہ، چنانچہ در طلحہ و زبیر بود مدتے دراز در مدینہ باشد و روایت نہ نکنند مردمان از وے حدیث و یاد نگیرند از وے ہیچ مسئلہ باز در کوفہ چوں روایت کند حدیث او تا پانصد نہ رسد، و آں تیز مختل گردد بشرط صحت نرسد الا قلیلے (تفصیل الشیخین)

کم موقع نہیں ملا۔ جیسے کہ صدیق کو کم موقع ملا۔ یا لوگوں کے معاملات میں مشغول رہے، جیسے کہ فاروق کے لئے تھا۔ یا یہ بھی آپ کے لئے نہیں ہوا کہ طلحہ و زبیر کے مانند مسائل فقیہہ میں مشغول ہونے کا موقع نہ ملا ہو، ان چیزوں کے باوجود آپ ایک مدت تک مدینہ میں رہے، اور ایک روایت بھی لوگوں نے آپ سے نہیں کیا۔ اور نہ کوئی مسئلہ پوچھا ہاں جب کوفہ پہونچے تو حدیث بیان کرنا شروع کیا پھر بھی آپ کی روایت کی تعداد پانچ سو تک بھی نہیں پہونچی، اور وہ بھی کمزور اور ناقابل اعتبار جو صحت کی شرائط پہ پوری نہیں اترتیں سوائے چند حدیثوں کے"

اسی طرح یہ لوگ آئمہ طاہرین علیہم السلام کو معصوم نہیں مانتے بلکہ ان کو خاطی سمجھتے ہیں جیسا کہ مولوی عبد العلی صاحب شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں۔

"اجماع اہل البیت لیس بحجۃ خلافاً للشیعۃ فانھم قد یصیبون و قد یخطؤن ویجوز علیھم الزلۃ عـہ وھی وقوعھم فی الذنب من غیر تعمد کما وقع من سیدۃ النساء من ھجر انھا خلیفۃ رسول اللہ حین منعھا فدک [1]"

یعنی اہلبیت کا اجماع حجت نہیں ہے، برخلاف شیعہ کے (کہ ان کے نزدیک حجت ہے) کیونکہ اہلبیت کبھی خطا کرتے ہیں اور کبھی صواب، ان سے لغزش ہونا درست، غیر ارادی طور پر ان سے گناہ واقع ہو جاتا ہے، جیسے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سے، کہ انھوں نے رسول کے خلیفہ (ابوبکر) سے بولنا ہی چھوڑ دیا، جبکہ ابوبکر نے ان سے فدک چھین لیا"

اسی طرح ذہبی نے کتاب مغنی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو "مجہول الحال"، اور ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ لم یخرج بہ البخاری (امام بخاری نے ان سے کوئی حدیث نہیں لی) نیز میزان الاعتدال میں بھی ہے۔

لم یخرج بہ البخاری وقال یحیی بن سعید القطان شیخ البخاری اجد فی نفسی منہ شیئاً وکان مالک لا یروی من جعفر حتی یضمہ الی احد"۔ بخاری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کوئی ز...

عـہ پیش نظر کتاب میں خط کشیدہ الفاظ کی جگہ یہ جملہ ہے۔ "فی امر غیر مناسب"

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۵۰ طبع نول کشور۔ ۱۲ عابد حیدری

نہیں لیا، یحی بن سعید قطان شیخ بخاری کا بیان ہے کہ ہم اپنے دل میں آنجناب سے کچھ خلش پاتے ہیں اور امام مالک آنجناب سے کوئی روایت نہیں کرتے تھے، جب تک آپ کے ساتھ کسی اور راوی کو شریک نہیں کر لیتے تھے، جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کو عقیلی نے ضعیف لوگوں میں شمار کیا ہے، اور کہا ہے کہ حدیث غیر محفوظ"، یعنی ان حضرت کی حدیث محفوظ نہیں ہے۔ (یعنی صحیح نہیں ہے) اور جناب امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے۔ قال ابو الحسن الدارقطنی اخبرنی ابن حبان فی کتابہ فقال علی بن موسی الرضا یروی عن ابیہ عجائب یھم ویخطی"، یعنی دارقطنی نے روایت کی ہے کہ ابن حبان نے اپنی کتاب میں مجھے خبر دی کہ علی بن موسیٰ رضاؑ اپنے باپ سے عجیب عجیب باتیں وہم و خطا کی بیان کرتے ہیں۔ اور امام حسن عسکریؑ کے بارے میں رحمۃ اللہ سندی نے مختصر تنزیہ الشریعت میں لکھا ہے۔ لیس شئی یعنی (معاذ اللہ) وہ حضرت کوئی چیز نہیں ہیں۔"

ابن تیمیہ، منہاج السنۃ جلد ۲ صہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں۔

فان علماء المعروفین بالروایۃ الذین کانوا فی زمن الحسن العسکری لیس لھم عنہ روایۃ مشھورۃ فی کتب اھل العلم شیوخ اھل کتب السنن البخاری ومسلم وابی داؤد والترمذی، والنسائی وابن ماجہ کانوا موجودین فی ذلک الزمان قبلہ وبعدہ وقد جمع الحافظ ابو القاسم بن عساکر اسماء شیوخ الکل من شیوخ ھؤلاء الائمہ۔ فلیس من ھؤلاء الائمۃ من راوی عن الحسن العسکری مع روایتھم من الوف مولفۃ اھل الحدیث

علم حدیث کے مشہور علماء امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں موجود تھے مگر انھوں نے امام حسن عسکریؑ سے کوئی مشہور روایت کبھی اہل علم کی کتابوں میں نہیں درج کیا، شیوخ اہل کتب سنن بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی ابن ماجہ یہ سب امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں اور ان کے پہلے اور بعد موجود تھے۔ نیز حافظ ابو القاسم ابن عساکر نے مذکورہ تمام آئمہ حدیث کے مشائخ کے اسماء کو لکھا، مگر ان میں سے کسی امام نے کبھی امام عسکریؑ سے بہت روا نہیں کیا، حالانکہ انھوں نے ہزاروں راویوں سے روایتیں لی ہیں۔

منقول از تنقید بخاری حصہ دوم صہ ۶۶

اسی طرح امام فخر الدین رازی نہایت العقول میں لکھتے ہیں۔

والعجب انھم یزعمون فی النقی والتقی والحسن

بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ شیعہ گمان کرتے ہیں کہ امام

العسکری انھم کانوا عالمین بجمیع المسائل الاصولیۃ والفروعیۃ وجملھا وتفاصیلھا مع انھم کانوا فی زمان خواص العلماء فی اصناف العلوم وکثرۃ تصانیفھم مع ذلک لم یظھر من احد منھم شیء من العلوم لا القلیل ولا الکثیر ولم یتیسر وا مصنفات ولا تکلموا فی شیء من المسائل مع المخالفین ولم یظھر منھم تصنیف تنتفع بہ کما یظھر من الشافعی و محمد بن الحسن من الفقھاء والمتکلمین والمجتھدین"

تقی علیہ السّلام و امام نقی علیہ السّلام اور امام حسن عسکری علیہ السّلام تمام اصولی و فروعی مسائل کے جاننے والے تھے اور ان کے اجمال اور تفصیل سے بھی واقف تھے، اس کے باوجود یہ حضرات ایسے زمانہ میں تھے کہ اس وقت ہر علم کے علماء موجود تھے اور ان علماء کی بہت سی تصانیف تھیں پھر بھی مذکورہ تینوں امام سے کوئی علم کی بات ظاہر نہیں ہوئی۔ نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور نہ کبھی یہ حضرات اہل علم کی صحبتوں میں آکر بیٹھے۔ اور نہ مخالفین سے کبھی کسی علمی مسئلہ پہ گفتگو کی، اور نہ ان حضرات سے کوئی تصنیف ظاہر ہوئی جس سے لوگ نفع اٹھاتے، جیسے امام شافعی اور محمد بن الحسن اور دوسرے فقہاء و متکلمین و مجتہدین سے تصانیف وجود میں آئیں۔

اب سنئے، اگر آپ حضرات کتب اہل سنت کو غور سے دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ صحیح بخاری سنن ابی داؤد، سنن نسائی، و ابن ماجہ وغیرہ کی اکثر روائتیں خارجیوں کی روایتوں سے مزین ہیں۔ مثلاً حصینؓ بن نمیر جس نے شہزادہ علی اکبر شبیہ پیغمبر کو نیزہ مار کر شہید کیا تھا، شمرؓ بن جندہ جس نے آٹھ ہزار شیعوں کو قتل کرایا، شبثؓ بن ربعی جو معرکہ کربلا میں سپاہ شام کا سپہ سالار تھا، جس نے امام حسین علیہ السّلام کو نیزہ و شمشیر سے صدمات پہونچائے تھے، شمر ذی الجوشنؓ جس کی شقاوت اظہر من الشمس ہے۔ ابن سعدؓ، مروانؓ ابن حکم طرید رسولؐ وغیرہ۔ بخاری کے رواۃ میں داخل ہیں۔ غور کیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ میری آل سے متمسک رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور آپ کے علماء، ناصبیوں، خارجیوں سے حدیثیں، روائتیں لیں، اور آل رسولؐ جو تمام امت کے ہادی و پیشوا ہیں ان کی حدیث پر اعتبار نہ کریں، اسپر اُن کتابوں کو خدا کی کتاب سے بڑھ کر سمجھا جائے۔ اس روشنی میں تو ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ تمھارا اصلی مدعا یہ ہے کہ آل رسول کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے، چنانچہ تحریر و تقریر سے تو آل کے لفظ مٹا ہی چکے ہو، یعنی صرف "صلی اللہ علیہ وسلم اور صرف نصلی علی رسولہ الکریم، کہتے اور لکھتے ہو، البتہ حدیث ثقلین میں لفظ آل باقی ہے، مگر اب اس کو بھی مٹانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک کتاب "تاریخ الامۃ حصہ اول سیرۃ الرسولؐ" مصنفہ حافظ مولوی اسلم صاحب جیراج پوری استاد تاریخ اسلام جامعہ اسلامیہ، مطبوعہ علی گڑھ شائع ہوئی ہے جس کے صفحہ ۱۴۷ پر کچھ سرسری طور پر جناب رسول خداؐ کے اس خطبہ کا ذکر کر دیا ہے

جو آپ نے غدیر کے میدان میں ارشاد فرمایا تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے اس خطبہ سے آل کا لفظ خارج کردیا۔ ملاحظہ ہو ' ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"حج (حجۃ الوداع) کے بعد آپ نے مسلمانوں کو جہاں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا اجتماع ہوا خاطب کرکے ایک موثر خطبہ پڑھا پھر فرمایا، اے لوگو! میں نے تمھارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی جس کو اگر تم مضبوط پکڑو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے" وہ قرآن ہے"۔

حالانکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ انی تارك فیكم الثقلین كتاب الله وعترتی اهلبیتی جو فریقین کے نزدیک مسلم ہے۔ مگر افسوس کہ تعصب کی وجہ سے مولوی صاحب نے اس حدیث سے انکار کردیا، جن کو ان کے پیشوا تسلیم کرتے ہیں، اب تمھیں بتاؤ کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں یہ کھلم کھلا تحریف نہیں ہے؟ اب سچ بتاؤ کہ خدا و رسولؐ کے احکام کی پیروی کرتے ہو۔ یا اپنے خلفاء کی، پھر لطف کی بات یہ کہ ہدایت یافتہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہو، مگر سنو! کوئی خدا کے نور کو نہیں بجھا سکتا، یہ اللہ کی قدرت ہے کہ وہ انھیں لوگوں کی زبان و قلم سے حق بات کہلوادیتا ہے۔ اور لکھوا دیتا ہے۔ جو اصحاب ثلاثہ کی فضیلتوں میں رات دن رطب اللسان ہیں۔

چنانچہ علامہ محمد بن عقیل صاحب نصائح کافیہ آئمہ اربع اور دوسرے علماء پر طنز کرتے ہیں کہ ہمارے علماء نے تابعین کے مناقب میں مستقل رسالے لکھ ڈالے مگر آل محمدؐ علیہم السلام جو افضل التابعین ہیں ان کا کہیں ذکر نہیں، بلکہ ان کو تابعین میں بھی شمار نہیں کرتے۔ ان کی اصل عبارت حسب ذیل ہے۔

بعض اصحابنا بعد ذکر تفاضل الصحابة ذکر تفاضل التابعين فقال بعضهم افضل التابعين اويس القرني وقال بعضهم الحسن البصري وقال آخرون هو سعيد بن المسيب ولم يقل احد بافضلية الامام زين العابدين بن الحسين عليهما السلام وهو والله افضلهم واعجب من هذا ان بعض علماء الشافعية افرد في مؤلف له	ہمارے مذہب کے بعض علماء نے صحابہ کی ایک دوسرے پر فضیلت کو بیان کرنے کے بعد تابعین کے ایک دوسرے پر فضیلت کا ذکر کیا ہے، پس بعض علماء کہتے ہیں کہ سب سے افضل تابعی اویس قرنی ہیں۔ بعض کہتے ہیں حسن بصری ہیں۔ اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ افضل تابعی سعید بن مسیب ہیں۔ مگر ان علماء میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ سب سے افضل تابعی امام زین العابدینؑ بن الحسین علیہما السلام ہیں۔

فضلاء فی ذکر کبار التابعین وعدّ منهم نحو العشرة ولم یذکر فیهم زین العابدینؑ ولا الحسن المثنیٰ ولا محمد بن الحنفیة ولا ادری ما الصارف له عن ذلك والحال انه من کبار العلماء المطلعین وتالیفه کان بعد انقضاء الدولة الامیة والعباسیة والله ان هذا القریب من الجفاء وان لم یکن الجفاء بعینه" نصائح الکافیه ص۱۹۱

حالانکہ خدا کی قسم امام زین العابدینؑ تمام تابعی سے افضل ہیں۔ اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ شافعی مذہب کے بعض علماء نے کبار تابعین کے تذکرہ کے لئے مخصوص کتابیں لکھی ہیں اور کبار تابعین کی دس تک تعداد بیان کی، مگر ان میں کہیں امام زین العابدین علیہ السلام اور حسن مثنیٰ، اور محمد بن حنفیہ (وغیرہ) کا ذکر نہیں، اور میں اس کی وجہ نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں نے ان حضرات کا تذکرہ کرنے سے کیوں روگردانی کی، حالانکہ ان کتابوں کے مصنف بڑے وسیع النظر اور جید عالم ہیں، نیز ان کی تالیف (جس میں صرف کبار تابعین کا ذکر ہے) بنی امیہ اور بنی عباسیہ کی سلطنت ختم ہو جانے کے بعد وجود میں آئی۔ (جب کہ کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔) خدا کی قسم اگر یہ اہل بیت پر صریحی ظلم نہیں ہے تو قریب یہ ظلم ضرور ہے"

مختصر یہ کہ خداوند عالم نے ہدایت کرنے کا منصب صرف آل محمدؑ کو عطا فرمایا تھا صحابہ کو نہیں دیا تھا، آل محمد ہی ہادی اور مقتدا ہیں، اور کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ دونوں پر مذہب کی حقیقت و بطلان کا دارومدار ہے۔ لہذا انھیں حضرات (آل محمدؑ) ہی کی پیروی واجب ہے کسی اور کی نہیں، ارشاد ہوتا ہے۔

افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی فما لکم کیف تحکمون۔ پ ۱۱ سورہ یونس ع ۳

کیا وہ جو تم کو حق تک پہونچائے، وہ اس امر کا مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جس کو راستہ نہیں ملتا جب تک کہ ... اور کوئی اس کو راستہ نہ بتائے، پس تم کو کیا ہو گیا ہے اور کیسے فیصلہ کرتے ہو۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔ علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ (حضرت علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن حضرت علیؑ کے ساتھ ہے) اور امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو خود ہدایت نہیں پاتے جب تک کہ ان کو ہدایت نہ کی جائے، وہ قریش اور غیر قریش سب ہیں جنھوں نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت کی" تفسیر قمی (مقبول ترجمہ)

اگرچہ مذکورہ بالا وجہوں سے دعوائے (فضیلت صحابہ) ہوا ہو گیا" اور "بنا الفاسد علی الفاسد"
کی بنا پر یہ مذہب اہل سنت والجماعت حسب ارشاد شاہ صاحب اچھی طرح باطل اور نامعتبر ہو گیا۔
اور اب اس مسئلہ میں زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں مگر چونکہ آپ نے آیات بینات کی بنا اس
مسئلہ خاص پر قائم کی ہے اس لئے ہم بھی بقول شاہ صاحب اسی مسئلہ پر مزید گفتگو کرتے ہیں۔

چوں بنائے کلام بر اصول گروہے دیگر نہادہ است ناچار زمام اختیار بدست آنہا دادہ ہر جا کہ کشیدہ برند میرود و بہر رنگ کہ رنگین کنند می شود[1]

چونکہ کلام کی بنا ایک دوسرے گروہ کے اصول پر رکھی گئی ہے، اس لئے مجبوراً عنان اختیار ان کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔ جہاں کھینچ کر لے جائیں چلا جاتا ہے۔ اور جس رنگ سے رنگیں رنگ جاتا ہے۔

واضح ہو کہ آپ کا یہ فرمانا کہ (جس طرح اہل سنت اصحاب کو تمام امت سے مرتبے میں
اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں کامل سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ ان کو بُرا اور خراب حتیٰ کہ کافر و مرتد
کہتے ہیں۔) درست نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو چار یا دس بیس نہ
تھے۔ بلکہ ہزاروں اور لاکھوں تھے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ سب کے سب ہی سچے اسلام لانے والے اور
پکے ایمان والے نہ تھے، بلکہ ان میں فاسق اور منافق بھی تھے۔ صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ خدا بھی یہی فرماتا
ہے:" منھم المومنون واکثرھم الفاسقون" (ان میں مومنین ہیں اور اکثر ان میں فاسقین ہیں)
پس شیعہ کلام الٰہی کے مطابق صرف منافقین صحابہ کو برا سمجھتے ہیں۔ مومنین صحابہ کی فضیلت و منزلت
کو دل و جان سے مانتے ہیں۔ کتب امامیہ میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے اقوال صحابہ کبار کی تعریف
میں جابجا موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین، مومنین صحابہ کو جن الفاظ میں یاد فرماتے تھے وہ درج ذیل ہے۔

این القوم الذین دعوا الی الاسلام فقبلوہ وقرؤا القرآن فاحکموہ، وھیجوا الی القتال فولھوا ولہ اللقاح الی اولادھا وسلوا السیوف من اغمادھا واخذوا باطراف الارض، زحفا زحفا، وصفا صفا، بعض ھلک وبعض نجا لا یبشرون بالاحیاء ولا یعزون بالموتی، مرہ العیون من البکاء

کہاں ہیں وہ لوگ جن کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انھوں نے اس کو قبول کیا۔ اور قرآن کو ان کے سامنے پڑھا گیا تو مان گئے، اور جہاد کے لئے انھیں آمادہ کیا گیا تو اس کی طرف اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے اونٹنی اپنے بچوں کی طرف، اور تلواروں کو باہر نیام سے کھینچ کر رکھ لیا۔ اور زمین کے اطراف کو گروہ گروہ صف باندھ کر لے لیا۔ کچھ ان میں سے شہید ہو گئے، اور کچھ زندہ رہے مگر زندوں کی زندگی

---

[1] تحفہ صفحہ۔ دیباچہ۔ ۱۲ عابد حیدری

خمص البطون من الصیام، ذبل الشفاہ من الدعاء، صفر الالوان من السهر، علی وجوههم غبرة الخاشعین اولئك اخوانی الذاهبون فحق لنا ان نظمأ الیهم ونعض الایدی علی فراقهم،

نہج البلاغہ ص۲۳۲ جزو اول مطبوعہ مصر

پرخوش نہیں کئے گئے۔ اور مرنے والوں پر انھیں تعزیت نہیں دی گئی۔ (خوف خدا سے) روتے روتے ان کی آنکھیں خراب ہو گئی تھیں۔ زیادہ روزہ رکھنے سے ان کے شکم پشت سے مل گئے تھے۔ دعا کرنے سے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے، شب بیداری کی بنا پر رنگ زرد ہو گیا، خشوع کرنے والوں کی مانند ان کے چہرے گرد آلود ہو گئے تھے، یہی لوگ میرے بھائی ہیں جو گذر گئے، لہذا ہمیں حق ہے کہ ان کے دیدار کے پیاسے بنیں اور ان کی جدائی پر کف افسوس ملیں۔

(نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ولقد رأیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فما اری احداً منکم یشبههم لقد کانوا یصبحون شعثاً غبراً تا آخر۔ نہج البلاغہ مذکورہ صفحہ ۱۶۱ اس عبارت کا حاصل بھی تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

اسی طرح امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اللهم واصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاصة الذین احسنوا الصحابة والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصره وکانفوه واسرعوا الی وفادته وسابقوا الی دعوته واستجابوا له حیث اسمعهم حجة رسالاته وفارقوا الازواج والاولاد فی اظهار کلمته وقاتلوا الآباء والابناء فی تثبیت نبوته وانتصروا به ومن کانوا منطوین علی محبته یرجون تجارة لن تبور فی مودته والذین هجرتهم العشائر اذ تعلقوا بعروته وانتفت منهم القرابات اذ سکنوا فی ظل قرابته فلا تنس لهم اللهم ما ترکوا لك وفیك وارضهم من رضوانك وبما حاشوا

پالنے والے! جناب محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب پر (رحمت نازل فرما) خاص کر ان اصحاب پر جنھوں نے حق صحبت خوب اچھی طرح ادا کیا، جنھوں نے اپنے پیغمبر کی نصرت اور مدد کرنے میں طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں اور آنحضرت کی حمایت کی اور ان تک پہونچنے میں جلدی کی، آنحضرت کی دعوت کو قبول کرنے میں سبقت کی، اور جب پیغمبر خدا نے اپنی رسالت کی حجتیں انھیں سنائیں تو انھوں نے بغیر کسی تردد کے قبول کر لیا۔ اور حق بات ظاہر کرنے کے لئے اپنی ازواج اور اولاد کو چھوڑ دیا۔ اور آنحضرت کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے، اپنے باپ بیٹوں سے جنگ کیا اور آنحضرت کے ذریعہ سے غلبہ حاصل کیا اور ان کی محبت دل میں لئے ہوئے تھے۔ وہ اس تجارت کے امیدوار تھے

الخلق علیك وكانوا مع رسولك دعاة
لك الیك واشكرهم علی هجرهم فیك
دیار قومهم وخروجهم من سعة
المعاش الی ضیقه ومن كثرت فی اعزاز
دینك من مظلومهم اللهم واوصل
الی التابعین لهم باحسان الذین
یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین
سبقونا بالایمان خیر جزائك الذین قصدوا
سمتهم وتحروا وجهتهم ومضوا علی
شاكلتهم لم یثنهم ریب فی بصیرتهم
ولم یختلجهم شك فی قفو آثارهم
والائتمام بهدایة منارهم مكانفین وموازرین
لهم یدینون بدینهم ویهتدون
بهدیهم یتفقون علیهم ولا یتهمونهم
فیما ادوا الیهم اللهم وصل علی التابعین
من یومنا هذا الی یوم الدین وعلی ازواجهم
وعلی ذریاتهم وعلی من اطاعك منهم"

صحیفہ کاملہ ص ۲۰

جس سے آپ کی محبت میں گھاٹا نہ ہوتا۔ اور جب
انھوں نے پیغمبر اسلام کا دامن تھام لیا تو ان کی قوم
قبیلے نے انھیں چھوڑ دیا۔ اور جب وہ آپ کی قربت
کے سائے میں آگئے تو اُن کے رشتہ داروں نے ان سے
تعلقات کو توڑ دیا۔ لہٰذا اے میرے خدا فراموش نہ کرنا۔
ان کے لئے ان چیزوں کو جن کو انھوں نے تیرے لئے اور
تیری راہ میں ترک کر دیا۔ اور اپنی خوشنودی سے ان کو
شاد کر دے، انھوں نے مخلوق کو تیری طرف متوجہ کر دیا۔
اور تیرے رسول کے ساتھ رہے، تیری خوشنودی کے لئے لوگوں
کو تیری طرف دعوت دی، ان کی کوشش کو مشکور فرما۔
کیونکہ انھوں نے تیرے لئے اپنی قوم اور کنبہ کے وطن کو چھوڑا۔
اور عیش و عشرت کی زندگی کو چھوڑ کر تکلیف کی زندگی
بسر کرنے چلے آئے، اور جن کی مظلومی سے تو نے اپنے دین
کو تقویت پہونچائی۔ خداوندا! ان کی اچھی پیروی کرنے
والوں کو ان کے ساتھ اپنی بہترین جزا کو وابستہ کر دے۔
جو دعا کیا کرتے ہیں کہ پالنے والے! ہم کو اور ہمارے بھائیوں
کو بخش دے، جنھوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی۔
ایسے پیروی کرنے والے جو ان صحابہ کرام کے نقش قدم پر
چلے اور ان کے طور کو اختیار کیا اور ان کے انداز پر گامزن
ہوئے، جن تابعین کو ان صحابہ کی بصیرت میں کوئی شک نہیں جن کے دل میں ان کی پیروی کے بارے میں کوئی
شبہ نہیں ہوا۔ اور نہ ان کی ہدایت کے منارہ کی اقتدا کرنے میں کوئی تامل ہوا ہے جو ان کے ناصر ہیں، ان کے
مددگار ہیں۔ اپنا دین ان کے دین کے موافق رکھتے ہیں، اور ان کی سیرت سے ہدایت پاتے ہیں، وہ اصحاب
پر اتفاق رکھتے ہیں اور انھیں متہم نہیں کرتے، اس کام میں جو ان تک پہونچایا۔ خدایا ان تابعین پر آج سے
قیامت تک رحمت نازل فرما۔ اور ان کی ازواج پر اور ان کی ذریت پر، اور ان پر جو ان لوگوں میں
سے تیری فرماں برداری کریں۔

یہ ہیں وہ اصحاب جن کی محبت شیعوں کے دل میں ہے، ہر صحابی سے عقیدت نہیں، چنانچہ
اس کے آپ بھی معترف ہیں۔ آیات بینات میں لکھتے ہیں۔

"مصداق ان فضائل کے اصحاب رسولؐ نہیں ہیں، اس کا خود کسی شیعہ نے دعویٰ
نہیں کیا بلکہ ان فضائل کا صحابہ کی شان میں وارد ہونے کو ان کے علماء نے قبول
فرمایا، چنانچہ صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے بجواب جلد چہارم تحفہ اس کو تسلیم کیا
ہے کہ "امامیہ جمیع اصحاب را مقدوح و مجروح نمی دانند بلکہ بسیارے از
صحابۂ عظام را جلیل القدر و ممدوح بلکہ اولیائے کرام می دانند، و مستحق رحمت
و رضوان ملک منان می پندارند در صحیفۂ کاملہ کہ فرقۂ حقہ ان را زبور آل محمد میگویند
دعائیکہ از حضرت سید الساجدین ماثور است شاہد عادل ایں دعویٰ است"

آیات بینات ص۸۷

اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ تمام اصحاب کو برا نہیں سمجھتے، یہ تو علماء اہل سنت کی
خاص عنایت کا سبب ہے کہ اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے طرح طرح سے ہم کو متہم کر کے
لوگوں کو مذہب امامیہ سے مستفید نہیں ہونے دیتے اور کہتے ہیں کہ خدا تو اصحاب رسولؐ کی
صفات میں صاف صاف فرماتا ہے کہ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار۔ الآیۃ — محمد خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں تا آخر۔

اور شیعہ ان کو برا کہتے ہیں۔ اور قرآن کو بیاض عثمانی بتاتے ہیں، پس اگر آپ کو
شاہ صاحب کی تائید مقصود نہ ہوتی تو آپ خود ہی ان کو قائل کر دیتے کہ نہ شیعہ کل صحابہ
کو برا کہتے ہیں، اور نہ خدا نے تمام صحابہ کی شان میں محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء
علی الکفار۔ الآیۃ (فرمایا ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ جلد دوم میں آئے گی)

جس طرح شیعہ تمام اصحاب کو برا نہیں کہتے، اسی طرح اہل سنت بھی "کل صحابہ
عادل ہیں" کے دعویٰ کے باوجود سب کو اچھا نہیں سمجھتے، چنانچہ یہ ظاہر ہے کہ جس طرح اصحاب
میں مہاجرین ممتاز تھے، اسی طرح انصار بھی تھے۔ اور ان دونوں گروہوں میں جو اصحاب
مومن ہیں ان کی عزت اور منزلت مسلم ہے! ان کے ایمان ان کی جان نثاری وغیرہ کے
بارے میں خود خدا شاہد ہے۔ اور ان کے حق میں "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" فرمایا ہے، مگر لو

وفات رسول مقبولؐ خلفاء ثلاثہ نے انصار کی فضیلت کا کچھ بھی لحاظ نہیں کیا، جیسا کہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے۔

آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد انصار سقیفہ میں جمع ہوئے تاکہ خلافت کے لئے کسی کا انتخاب کریں۔ اتنے میں حضرت ابو بکر و عمر بھی آپہونچے اور اس انتخاب پر سخت مزاحمت ہوئی۔ جناب عمر نے حضرت ابو بکر کو خلافت کا مستحق قرار دیا۔ انصار نے آپ کے استحقاق سے قطعاً انکار کیا۔ اس پر انصار اور مہاجرین میں جھگڑا ہوا، اور قریب تھا کہ تلواریں چل جائیں۔ حضرت عمر نے سعد بن عبادہ جو انصار کے سردار تھے، سخت کلامی کی، بلکہ بروایت طبری ان کو منافق بھی کہا، اور پکار پکار کر کہنے لگے، "قتل اللہ سعداً قتل اللہ سعداً" (یعنی اللہ سعد کو ہلاک کرتے، اللہ سعد کو ہلاک کرے) حالانکہ سعد اصحاب بدر سے تھے۔ اور اصحاب بدر کے درجے اور مرتبے اہل سنت کے نزدیک بہت بلند ہیں۔ آنحضرت انصار کے لئے دعاء مغفرت فرمایا کرتے تھے، اور سعد بن عبادہؓ کے بارے میں خاص طور سے فرمایا ہے کہ

اللھم اجعل صلواتک و رحمتک علی سعد بن عبادہ" (خداوندا! سعد بن عبادہ پر اپنی رحمت اور بخشش نازل فرما)" اس صورت میں اہل سنت کے لئے تو ضروری تھا کہ "قتل اللہ سعداً" کہنے والے کو خدا اور رسول کا مخالف سمجھ کر اس کو ناقابل اعتبار سمجھتے کہ ایسے جلیل القدر صحابہ کو مجمع عام میں منافق اور برا بھلا کہا۔ اور جس صحابی کی شان میں آیات و احادیث ہیں ان کی توہین و تحقیر کی۔ برخلاف اس کے حضرت عمر کو فلک اسلام کا مہر و ماہ بتاتے ہیں اور انصار کو دین اسلام کا دشمن سمجھتے ہیں، اور صاف صاف لکھتے ہیں۔

"اگر خدانخواستہ خلافت انصار میں چلی جاتی تو کشتی اسلام ایسی غرق ہو جاتی کہ ایک تختہ کا بھی پتہ نہ چلتا۔"

اسی طرح علامہ محمد احسان اللہ عباسی صاحب کا وکیل عدالت گورکھپور سنی المذہب اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں

"خلافت کا انصار کے ہاتھ میں جانا غضب ہی تھا اسلام کی تمام امیدیں خاک میں مل جاتیں۔" تاریخ اسلام باب چہارم، فصل اول صہ ۲۰۲

نیز کتب اہل سنت میں ہے کہ جب اصحاب کبار حضرت ابو بکر کی بیعت سے انکار کر کے حضرت فاطمہ زہراؑ کے بیت الشرف پر آگئے۔ تو حضرت عمر دروازے پر آکر کہنے لگے کہ اگر یہ لوگ گھر سے

نہ نکلیں گے اور بیعت نہ کریں گے تو میں گھر میں آگ لگا دوں گا"۔ اس کے باوجود شاہ صاحب عمر کے اس فعل کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ اور خاصان خدا اور اصحاب کبار پہ فتنہ و فساد برپا کرنے کا الزام رکھتے ہیں۔ اور مقربان خدا کو "ابن خنطل" (جو شعرا کفار میں تھا، اور کعبہ معظمہ کے پردوں میں چھپ کر پناہ گزین ہوا تو آں حضرت نے حکم دیا کہ اس کو وہیں قتل کر دو) کے مثل قرار دیکر فرماتے ہیں۔

ہرگاہ ایں قسم مردودان جناب الٰہی را در خانہ خدا پناہ نہ باشد در خانۂ حضرت زہراؑ چرا پناہ باید داد (تحفہ باب مطاعن طعن دوم بر عمر ص ۲۶۵) جب اس طرح کے خدا کے مردود بندوں کو خانۂ خدا (کعبہ) میں پناہ نہ ملی تو فاطمہ زہرا کے گھر میں پناہ کیوں دی جانے لگی۔

اسی طرح حضرت عثمان نے صحابۂ کبار پہ طرح طرح کے ظلم و جور کئے، اور ان کی توہین و تذلیل کی، حضرت ابوذر غفاریؓ جن کے مرتبے اور بزرگی پہ یہ نکتہ شاہد ہے کہ وہ محرم اسرار نبوی تھے، شبلی صاحب الفاروق میں لکھتے ہیں۔

"یہ بڑے مرتبے کے صحابی اور راز دار پیغمبر تھے۔"

اس پہ شاہ صاحب کا ان کے حق میں حضرت عثمان کی بدسلوکیوں کو جائز سمجھ کر ایسے جلیل القدر صحابی کی شان میں فرماتے ہیں۔

"خوب شد کہ بسزائے خود رسید۔ اچھا ہوا کہ اپنی سزا کو پہونچے۔ (نعوذ باللہ)

اسی طرح جن صحابہ نے (جیسے سعد بن عبادہ انصاری وغیرہ) حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اہل سنت ان کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

حق تعالیٰ در قرآن مجید منکر خلافت ثلاثہ را نیز در آیۂ استخلاف کافر فرمودہ" نیز خداوند عالم نے قرآن مجید میں آیۂ استخلاف میں خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے منکر کو کافر فرمایا ہے۔

اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کہتے ہیں:۔

منکر خلافت صدیق اکبر را در اکثر کتب فقہ کافر نوشتہ اند" صدیق اکبر کی خلافت کے منکر کو اکثر فقہ کی کتابوں میں کافر لکھا ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

من انکر خلافۃ ابی بکر و عمر فقد کفر" جو ابوبکر و عمر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے، قطع نظر اس کے بہت سے اصحاب ایسے ہیں، جن کو اہل سنت علانیہ کافر و مرتد کہتے ہیں اور شاہ صاحب تو ان اصحاب کو اتنا برا کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو لفظ صحابہ سے منسوب کرنا گوارا نہیں کرتے، جس

پر آپ کی یہ تحریر یہ صاف دلالت کرتی ہے۔

"ہیچکس از اہل سنت آں جماعت را صحابہ نمی داند و معتقد خوبی و بزرگی آنہا نیست"

اب فرمائیے کہ اہل سنت کہاں کل صحابہ کو سب امت سے مرتبے میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں کامل سمجھتے ہیں؟ سبحان اللہ حضرت عمرؓ سر مجمع سعد بن عبادہ جیسے جلیل القدر صحابی کو منافق کہیں، حضرت عثمانؓ صحابہ کبار کی توہین کریں، شاہ صاحب اس شد و مد سے اصحاب کو مرتبہ صحابیت سے خارج کریں، اور اصحاب فاطمہ زہراؑ کے بیت الشرف پہ آئیں تو ان کو مفتری و فتنہ پرواز بتائیں، اور مردود ان خدا سے نسبت دیں۔ اور آیات و احادیث سے چشم پوشی کرکے حضرت عمر کی پیروی میں انصار کو ایمان و اسلام کا دشمن ٹھہرائیں، تو یہ سب مباح اور جائز ہو جائے، اور امامیہ انھیں اقوال اور اسناد کی بنا پر اگر منافقین و فاسقین اصحاب کی نسبت یہی عقیدہ رکھیں کہ

"ہیچ کس از امامیہ آں جماعت را صحابہ نمی داند و معتقد خوبی و بزرگی آنہا نیست"

تو اہل سنت اس کا نام تبرا رکھیں اور منافقین صحابہ کو برا سمجھنے پہ شیعوں کو زمرۂ اسلام سے خارج کردیں۔ اور تحفہ اثنا عشریہ کے سرورق پر لکھیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم"	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں، تو تم کہو کہ تمھارے شر پر خدا کی لعنت۔

حالانکہ کتب اہل سنت میں حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو کسی "کلمہ گو" کو کافر کہے تو دونوں میں سے ایک پہ یہ بلا ضرور پڑے گی، یعنی جسے کافر کہا اگر وہ واقعی کافر تھا تو خیر ورنہ خود کہنے والا کافر ہوگا۔

غرض مذکورہ بالا اقوال سے ثابت ہوگیا کہ اہل سنت تمام صحابہ کو اچھا نہیں سمجھتے، اس صورت میں آپ کا بالاجمال صحابۂ کرام فرمانا مصلحت سے خالی نہیں۔ لہٰذا صاف کیوں نہیں فرماتے کہ مابہ النزاع مسئلہ اصحاب ثلاثہ کی فضیلت ہے، یعنی اہل سنت کثیر التعداد اصحاب رسول میں سے صرف انھیں حضرات کو تمام امت سے افضل اور اعلیٰ وغیرہ جانتے ہیں، حالانکہ خود انھیں کے علماء کرام نے ان کے اعمال، افعال اور کردار، رفتار، و گفتار کی پردہ دری کی ہے، اور ایمان وعمل صالح "و امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کو پیش نظر رکھ کر ان کے پوست کندہ حالات اپنی اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں، مگر اہل سنت خواہ مصلحت دنیا سے خواہ تعصب کی بنا پر یا لاعلمی کی وجہ سے صحیح روایتوں

سے چشم پوشی کر کے اب تک انھیں جھوٹی روایتوں اور ضعیف حدیثوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں، جو ان ہر سہ حضرات کو "لاشئی" سے "شئی" بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ جیسا کہ شرح مشکوٰۃ کی جلد چہارم صفحہ ۲۵ پر ہے۔

احادیث در مناقب و فضائل ابی بکر از صحاح وحسان وضعاف بسیار وارد شد وبعضے محدثین بر بعض آنہا حکم بوضع کردہ اند" — اور ابوبکر کی منقبت اور فضیلت میں بہت سی صحیح حسن، ضعیف حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ بعض محدثین نے ان میں بعض حدیثوں کو وضعی قرار دیا ہے۔

اس کے باوجود ان کے دماغ انھیں کاغذی پھولوں سے بسے ہوئے ہیں، جن میں نام کی بھی بو نہیں۔ اور انھیں شمع کے پروانے بنے ہوئے ہیں، جن میں کہیں نور کا پتہ نہیں، بخلاف اس کے امامیہ اس اندھیرے کا سبب انھیں صحابہ کی ذات کو ٹھہراتے ہیں۔ جس کو آپ تمہید میں ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:

شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو بہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں سے بھر کر تاریک کر دیا۔ اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈالا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے۔ "آیات بینات" جس پر اہل سنت کے اقوال شاہد ہیں کہ دین خدا میں جس قدر اعتراضات اور شبہات پیدا ہوئے وہ سب صحابہ کی وجہ سے۔ کیونکہ بظاہر آنحضرت کی زندگی میں وہ لوگ مسلمان تھے۔ مگر باطن میں منافق، اور آپ کے احکام پر ایسے ایسے اعتراضات کرتے تھے جو ایمان کے منافی تھے۔

رسول خدا کی آل پاک سے دشمنی کا نتیجہ یہی تھا کہ جناب رسالتمآب کی وفات کے بعد اکثر مسلمانوں کے دل باطل عقیدوں سے تاریک ہو گئے اور بہتر فرقے گمراہ ہو گئے، یہی اصحاب ہی تو ہیں جنھوں نے رسول اللہ کی وصیت کی کھلم کھلا مخالفت کی ہم ذیل میں چند مثالیں لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ علمائے اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں ثلاثہ کی فضیلت و خلافت نہ ماننے میں شیعہ خدا اور رسول کے فرماں بردار ہیں۔

غور کیجئے۔ آنحضرت نے امت کو نجات دلانے کی غرض سے بطور وصیت آخری تحریر کی غرض سے دوات و قلم طلب فرمایا، اور آپ کے پکے مومن، مسلمان، صحابی نے، نبوت و رسالت کی بات کو ہذیان کہہ دیا۔ چنانچہ علامہ محمد عبدالکریم صاحب شہرستانی اپنی مشہور کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں:

اعلم ان اول شبھۃ وقعت فی الخلیقۃ شبھۃ ابلیس لعنۃ اللہ علیہ مصدرہا استبدادہ بالرائ فی مقابلۃ النص و — یقین کرو کہ پہلا شبہہ جو مخلوق میں واقع ہوا۔ وہ ابلیس ملعون کا شبہہ ہے، اور یہ شبہہ اس وجہ سے صادر ہوا کہ نص کے مقابلہ میں وہ اپنی رائے پر شدت سے اڑا رہا۔

واختیارہ بالھوی فی معارضۃ الامر واستکبارہ بالمادۃ التی خلق وھی النار علی مادۃ آدم علیہ السلام وھی الطین الی آخرہ

اور حکم کے مقابلہ اپنی خواہش کو اختیار کئے رہا۔ اور ابلیس نے تکبر اس مادہ کی وجہ سے کیا جس سے پیدا ہوا تھا۔ یعنی آگ کی بنا پر، حضرت آدم علیہ السّلام کے مادہ مٹی پر۔

فاول تنازع وقع فی مرضہ علیہ السلام مارواہ محمد بن اسمٰعیل البخاری باسنادہ عن عبد اللہ بن عباس، قال لما اشتد بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم مرضہ الذی مات فیہ قال ایتونی بدوات وقرطاس اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی فقال عمر ان رسول اللہ قد غلبہ الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فقال النبی علیہ السلام قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع ملل ونحل[2]

پہلا اختلاف جو اسلام میں واقع ہوا آنحضرت کے مرض موت میں واقع ہوا جس کو محمد بن اسمٰعیل بخاری نے روایت کیا ہے۔ عبد اللہ بن عباس کی سند سے ہے کہ (ابن عباس نے) کہا کہ جب آنحضرتؐ کا مرض الموت بہت سخت ہو گیا، حضرت نے فرمایا۔ کاغذ دوات لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کی وجہ سے تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ لیکن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ پر درد کا غلبہ ہے (معاذ اللہ بک رہے ہیں)" ہمارے لئے تو خدا کی کتاب کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں بہت اختلاف واقع ہوا۔ پس آنحضرت نے فرمایا میرے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ میرے پاس جھگڑا اچھا نہیں۔"

اسی روایت کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس طرح لکھتے ہیں۔

در کتب صحاح مذکور است کہ آنحضرت در حین اشتداد مرض کہ اصحاب در حجرۂ شریف مجتمع بودند فرمود کہ دوات و صحیفہ برائے من بیارید تا برائے شما وصیتے نویسم کہ بعد از من ہرگز گمراہ نشوید، پس اصحاب اختلاف کردند، بعض گفتند آنچہ فرمود عمل باید کرد و دوات و صحیفہ باید داد، ہرچہ خواہد بنویسد، بعضی گفتند مناسب نیست آں سرور را در یں محل مشغول بہ کتابت

کتب صحاح میں مذکور ہے کہ جس وقت آنحضرت پر مرض کی شدت طاری ہوئی اور اصحاب حجرۂ شریف میں جمع تھے، آنحضرت نے فرمایا کہ میرے لئے دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ تم لوگوں کے واسطے ایک وصیت نامہ لکھ دوں کہ میرے بعد تم لوگ ہرگز گمراہ نہ ہو (یہ سن کر) اصحاب نے اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے حضرت جو کچھ فرماتے ہیں اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اور دوات اور کاغذ دینا چاہئے جو کچھ چاہیں تحریر فرما دیں، اور بعض کہتے تھے مناسب

---

[1] ملل ونحل شہرستانی برحاشیہ الفصل ابن حزم صہ ۹-۱۰ [2] ملل ونحل شہرستانی برحاشیہ الفصل والملل والنحل ابن حزم اندلسی صہ ۱۹-۲۰

داریم کہ وقت وے تنگ ست عمر دریں جانب بود، گفت درد و الم بر حضرت مستولی ست و قرآن مجید در میان ما ہست ما را بس است و در بعضی روایات ایں نیز آمدہ است کہ از دائرہ اختیار او بیرون ست، شاید کہ ایں سخن از آں سخنان باشد، بعضے مردم خیال کنند کہ ہذیان می گویند، دیگر نیز موافق عمر بودند جمع از مخالف تا اختلاف افتادہ آوازہا بلند شد آنحضرت فرمود برخیز بد از پیش من کہ اصوات بحضور رسول خدا جائز نیست، مدارج النبوۃ[۱] مطبع مظہر العجائب

نہیں ہے کہ آن حضرتؐ کو اس وقت ہم کچھ لکھنے دیں آپ کا وقت نازک ہے، عمر اسی دوسرے خیال والوں کی طرف تھے، کہنے لگے، حضرت پر درد و الم کا غلبہ ہے، قرآن ہمارے پاس ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اور بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ حضور اپنے اختیار سے باہر ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات بھی انھیں باتوں میں ہو۔ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ حضرت ہذیان بک رہے ہیں، نیز دوسرے لوگ بھی عمرؓ کے موافق تھے۔ اور کچھ لوگ ان کے مخالف تھے۔ یہاں تک کہ ایک اختلاف اٹھ کھڑا ہوا دونوں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں، آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ کہ رسولِ خدا کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں''

شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب کتاب الفرائض والحقوق اور امہات الامۃ میں لکھتے ہیں۔

''جن لوگوں کے دل میں خلافت کی کھچڑی پک رہی تھی، اس کا بھانڈا دوات قلم طلب کرنے کے وقت پھوٹ گیا، پیغمبر صاحب نے بھی وصیت کی کچھ صراحت نہ فرمائی کہ کیا لکھوانا چاہتے تھے، مگر جن کے دلوں میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی، انھوں نے دھینگا مشتی سے منصوبہ کو چٹکیوں میں اڑا دیا اور مزاحمت کی تاویل یہ کی کہ ہماری ہدایت کے لئے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ پیغمبر صاحب سکے ہوش و حواس بر جا نہیں ہیں۔ کاغذ، دوات و قلم کا لانا کچھ ضرور نہیں، خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں گے''

اگرچہ مذکورہ بیانات کافی ہیں مگر چونکہ اہلِ سنت کو شمس العلماء شبلی نعمانی پر بڑا اعتبار ہے اس لئے اس جگہ ان کا قول بھی درج کرتے ہیں۔

واقعہ قرطاس (رسول اللہؐ کی) بیماری کا بڑا مشہور واقعہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے وفات سے تین دن پہلے قلم دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمھارے لئے ایسی چیز لکھ دوں کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہو، اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہؐ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں

(حاشیہ) [۱] مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۵۱ مطبوعہ نول کشور ۱۹۰۴ء ۱۳۲۲ھ۔

روایت میں "ہجر" کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں۔ یہ واقعہ بظاہر تعجب خیز ہے، ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ گستاخی اور سرکشی اور کیا ہو گی۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر مبارک پر ہیں اور امت کے درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے، یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لئے جو ہدایت ہو گی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہو گی اور اس لئے اس میں سہو و خطار کا احتمال نہیں ہو سکتا باوجود اس کے حضرت عمر بے پروائی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہے ہم کو قرآن کافی ہے۔ طرفہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر ہی نے آنحضرت کے ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا ہے۔ (نعوذ باللہ منہا) یہ اعتراض ایک مدت سے چلا آتا ہے اور مسلمانوں کے دو مختلف گروہ نے اس پر بڑی طبع آزمائیاں کی ہیں۔ یہاں تک کہ یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ پیغمبر سے ہذیان ہونا ممکن ہے، کیونکہ ہذیان انسانی عوارض سے ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآل وسلم انسانی عوارضات سے بری نہ تھے، (الفاروق حصہ اول ص۴۸ - ۴۹)[1]

شبلی صاحب کی اس تحریر سے پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ جناب شاہ صاحب نے تحفہ کے ص۲۹۶ پر جو پردہ پوشی حضرت عمر کی مندرجہ ذیل لفظوں میں کی اس کا پردہ چاک ہو گیا۔

از کجا بہ یقین ثابت شد کہ گویندہ ایں لفظ (ھجر) عمر بود در اکثر روایات قالوا واقع است"[2] یقینی طور پر یہ کہاں سے ثابت ہے کہ لفظ ہجر کا کہنے والا عمر ہی تھا، اکثر روایات میں قالوا کا لفظ آیا ہے۔

کیونکہ شبلی صاحب کے قول سے معلوم ہو گیا کہ "قالوا" نہیں تھا بلکہ "قال" تھا اور کہنے والے حضرت عمر ہی تھے جن کی شان میں شبلی صاحب فرماتے ہیں کہ "اس سے زیادہ گستاخی اور سرکشی کیا ہو گی"۔ شبلی صاحب نے اس پر اکتفا نہیں کی اور اپنے "ہیرو" کو بچانے کے لئے، صاحب "ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" کی نسبت اپنا یہ فتویٰ بھی صادر کر دیا کہ "پیغمبر سے ہذیان ہونا ممکن ہے"۔ اس کے بعد تو شبلی صاحب جو کچھ فرماتے ہیں اس سے اور بھی کھلتا ہے۔ یعنی جس واقعہ کی صحت پر امام بخاری، مسلم، اور تمام محققین محدثین اور متکلمین اہل سنہ متفق ہیں، اور صاحب ملل و نحل حضرت عمر کی اس خطا کو شیطان کی مخالفت سے مثال دیتے ہیں۔ موصوف حضرت عمر کی خاطر اس واقعہ سے صاف انکار کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

حواشی: [1] الفاروق حصہ اول ص۱۱۱ - ۱۱۲ مطبوعہ کراچی - [2] تحفہ ص۲۹۶ باب مطاعن طعن اول و نمبر ۲ اصفہ

یہ روایت اگر خواہ مخواہ صحیح بھی سمجھی جائے تب بھی بہر حال اس قدر تسلیم کرنا ہوگا کہ راوی نے روایت میں وہ واقعات چھوڑ دیئے ہیں جن سے لوگوں کو خیال ہو کہ آنحضرت ہوش میں نہیں اور بے ہوشی کی حالت میں قلم دوات طلب فرما رہے ہیں، پس ایسی روایت سے کہ جس میں راوی نے واقعہ کی نہایت ضروری خصوصیت چھوڑ دی کسی واقعہ پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اس کے ساتھ جب ان امور کا لحاظ کیا جائے کہ اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ میں تمام صحابہ میں صرف عبداللہ بن عباس اس کے راوی ہیں اور ان کی عمر اس وقت کل تیرہ چودہ برس کی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود واقعہ کے وقت موجود نہ تھے، تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اب روایت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کوتاہ نظر پر یہ امر گراں گذرے کہ بخاری اور مسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری حیثیت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہیں زیادہ تر آسان ہے کہ رسول اللہؐ کی نسبت ہذیان اور حضرت عمر کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جائے۔ الفاروق حصہ اول صفحہ ۵۰-۵۱[1]

اگرچہ شبلی صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباس کو واقعہ کے وقت غیر حاضر بتایا ہے لیکن خود ہی اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر ان کا واقعہ کے وقت موجود ہونا ان الفاظ میں لکھا ہے"

"بخاری باب کتابۃ العلم میں جو حدیث مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اس واقعہ کے وقت موجود تھے"[2]

یہ لکھ کر بربنائے روایت فتح الباری فرماتے ہیں کہ

"محدثین نے بدلائل قطعیہ ثابت کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس موجود نہ تھے"[3]

غرض شبلی صاحب نے فتح الباری کی سند سے حضرت عبداللہ ابن عباس کی عدم موجودگی پر زور دیا ہے، اس سے بمصداق "مطلب سعدی دیگر است" ایک صحیح واقعہ سے اپنے مذہب والوں کے خیالات کا پھیرنا مقصود ہے اور چونکہ بخاری سے ابن عباس کا موجود ہونا اور حضرت عمر کا ہذیان کہنا بخوبی ثابت ہے اس لئے انھوں نے فتح الباری سے بخاری کی روایت کو جھوٹا ٹھہرانے کی کوشش کی مگر یہ نہ سوچا کہ اس سے ہماری "اصح الکتب" کی بنیاد منہدم ہو جائے گی

---

[1] ایضاً حصہ اول صفحہ ۱۱۴-۱۱۵ مطبوعہ کراچی۔ [2] ایضاً (فٹ نوٹ میں) حصہ اول صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ کراچی۔
[3] الفاروق صفحہ ۱۱۳ حصہ اول (فٹ نوٹ کے درمیان)

پھر جس واقعہ کو بخاری اور جملہ محققین نے تسلیم کر لیا ہے، ایک شبلی کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے،، البتہ ان بیجا تاویلات سے ان کا مبلغ علم معلوم ہو گیا، اگر اس پر بھی ہمارے سنی بھائی شبلی صاحب کی تحریر کو قرآنی آیت کے برابر سمجھیں تو لازم ہے کہ بجائے بخاری کے فتح الباری کو اصح الکتب بعد کلام الباری قرار دیں۔ یاد رکھیں شبلی صاحب نے بخاری کی روایت کو صرف اس خیال سے غیر معتبر بنایا ہے کہ اس سے جناب عمر کے ایمان واسلام پر حرف آتا ہے۔ حالانکہ سیرۃ النبیؐ میں بخاری کی عظمت کے بارے میں لکھا ہے:

"اس موقع پر ایک خاص نکتہ لحاظ کے قابل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ حدیث وآیات میں بخاری اور مسلم سے بڑھ کر کوئی شخص کامل فن نہیں پیدا ہوا، رسول اللہؐ کے ساتھ جو ان کو عقیدت اور خلوص اور شیفتگی تھی اس کے لحاظ سے وہ تمام محدثین پر ممتاز تھے، باوجود اس کے فضائل ومناقب کے متعلق جس قسم کی مبالغہ آمیز روائتیں بیہقی، طبرانی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، بخاری اور مسلم میں ان کا پتہ نہیں لگتا"[1]

نیز شبلی صاحب نے اس روایت میں حضرت عمر کے لحاظ سے جناب عبداللہ بن عباس کی موجودگی سے جو انکار کیا ہے وہ صریحاً کتاب العلم بخاری اور اہل سنت کے دوسرے راویوں کے بیان کے مخالف ہے، کیونکہ اول تو خود انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس کی عمر اس وقت تیرہ چودہ سال کی تسلیم کی ہے، اور یہ زمانہ عمر رشد کا زمانہ ہے، عرب میں اس عمر کے لڑکے بالغ ہو جاتے ہیں۔ نیز مستند روائتیں اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنی جوانی اور بڑھاپے کے زمانہ میں بھی اس غمناک واقعہ کو فراموش نہیں کیا۔ ہمیشہ یاد کر کے روتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کی آخری وصیت کو ہذیان کہہ کر روک دینا ان پر عمر بھر شاق رہا۔ ملاحظہ ہو بخاری کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب" منقول از تشیید المطاعن جلد اول صفحہ ۲۶۹

وفی روایۃ سلیمان بن ابی مسلم الاحول قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعہ الحصی قلت یا ابن عباس وما یوم الخمیس، قال اشتد برسول اللہ وجعہ فقال ائتونی بکتف اکتب

سلیمان بن ابو مسلم الاحول کی روایت میں ہے کہ ابن عباس ہائے پنجشنبہ، پنجشنبہ کتنی مصیبت کا دن تھا (یہ کہہ کر) خوب روئے، یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے (وہاں کے سنگریزے) تر ہو گئے۔ میں نے پوچھا اے ابن عباس یہ پنجشنبہ کیا ہے اور (معاملہ کیا ہے؟) کہنے

[1] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۵۵ طبع دوم

لکم کتابا لن تضلوا بعدی ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اھجر استفھموہ فذھبوا یردون علیہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ۔

لگے کیا بیٹھتے ہو، اس دن آنحضرت پر سخت تکلیف تھی اسی دن آنحضرتؐ نے فرمایا، میرے پاس سامان تحریر (قلم، دوات) لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ سن کر اصحاب آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کے پاس لڑنا مناسب نہیں اصحاب نے اس کلام کو ہذیان سمجھ کر پوچھا کہ حضور کیا چاہتے ہیں؟ اور سب آنحضرتؐ سے سوال و جواب کرنے لگے۔ اس پر حضرتؐ نے فرمایا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ میں اس حال میں بہتر ہوں اس سے جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو۔

اگرچہ شبلی صاحب کا بیان، عبداللہ ابن عباس کے مذکورہ بیان سے ہوا ہو گیا، مگر مزا تو جب ہے کہ خود شبلی ہی کی تحریر سے ان کا بیان غلط ثابت کر دیا جائے۔ اس لئے کہ موصوف نے اس جگہ تو عمر کی پاسداری کے لئے حضرت عبداللہ کو صغیر سن کہہ کر قرطاس کی روایت کو غیر معتبر کہہ دیا، مگر دوسری عام روایتوں میں انھوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو باوجود کمسنی کے ان کی قابلیت اور فہم و فراست کی بناء پر کبیر السن صحابہ پر فضیلت دی، اور دوسرے اصحاب شیوخ کے مقابلہ میں معتبر بتایا، جیسا کہ الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۸۴ پر لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن عباس کو حضرت عمر نے گویا اپنے دامن تربیت میں پالا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا تھا، خود حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے، اس پر بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نوعمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں اور ہمارے لڑکوں کو جو ان کے ہمسر ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے، حضرت عمر نے فرمایا۔ وہ شخص ہے کہ جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔"

اور علامہ عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے

کان عمر یحب (ابن عباس) ویدنیہ و یقربہ ویشاورہ مع اجلۃ الصحابہ [1]

حضرت عمر ابن عباس کو دوست رکھتے تھے اور ان کو ہمنشینی اور تقرب کا مرتبہ دیتے تھے، اور جلیل القدر صحابہ کے ساتھ ان کو مشوروں میں شریک کرتے تھے۔

عابد حیدری

[1] استیعاب جلد اول صفحہ ۳۵۴ سطر ۱۵ مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۱۸ھ

"اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب حضرت عمر کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا تو عبداللہ بن عباس اس کا جواب دینا چاہتے لیکن کمسنی کی وجہ سے جھجکتے، حضرت عمران کی ہمت بندھاتے اور فرماتے کہ علم سن کی کمی اور زیادتی پہ موقوف نہیں۔"

سبحان اللہ! خود ہی تو شبلی صاحب حضرت عمر کی زبان سے جناب عبداللہ بن عباس کے اقوال کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"علم سن کی کمی بیشی پر موقوف نہیں ہے، اور ان کے اقوال کو صحابہ شیوخ کے اقوال پر فوقیت دیتے ہیں۔"

اس پر بھی جناب عمر کی خاطر بدیہات سے انکار کرتے ہیں، اور خدا کے اس ارشاد پر عمل نہیں کرتے،

"لاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون" (بقرہ۔ آیت ۴۲) حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، اور حق بات کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔"

یہ حضرت عمر کے ساتھ شبلی کے عشق کا حال تھا، اب خاتم المحدثین شاہ صاحب اور حضرت عمر کی محبت کا بھی حال سنئے اور دیکھئے۔

وہ ہذیان کا انکار تو نہیں کرتے مگر محبت فاروقی میں ڈوب کر عمر کی دانشمندی پہ صد آفریں اور ہزار تحسین کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس وقت اگر رسول کو قلم و داوات دے دیا گیا ہوتا تو آنحضرت کوئی ایسی نئی بات لکھ جاتے کہ آیت الٰہی کی صریح تکذیب ہوتی، ان کے الفاظ پڑھئے۔

نزد عقلا صد آفریں و ہزار تحسین بر دقت نظر عمر ست زیرا کہ قبل ازیں واقعہ سہ ماہ آیۂ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا نازل شدہ و ابواب نسخ و تبدیل و زیادۃ و نقصان را در دین مطلقا مسدود ساختہ مہر ختم برآں نمودہ گذاشتہ در ہمیں آیہ اشارت کرد عمر دریں عبارت حسبنا کتاب اللہ اگر آنحضرت دریں حالت چیزے جدید کہ سابق

عقل مندوں کے نزدیک حضرت عمر کی باریک بینی پہ صد آفریں اور ہزار تحسین ہے اس لئے کہ اس کے تین مہینے قبل آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم الخ (آج ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا۔ اور تمہارے دین اسلام سے خوش ہوا) نازل ہو چکی تھی۔ اور منسوخ اور تبدیلی نیز کمی اور زیادتی کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں، اور آیتہ کے ذریعہ مہر کر دی گئی تھی، اس بنا پہ عمر نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کی کتاب

در کتاب شریعت زیادہ نوشتہ بو نیسانید موجب تکذیب این آیہ خواہد شد" تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ فخر المطابع صہ ۲۹۴ [1]

کافی ہے کیونکہ اگر ایسی حالت میں آنحضرت کوئی جدید بات جو کتاب شریعت میں پہلے نہ رہی ہو، لکھا دیتے تو اس آیۃ کی تکذیب ہوتی ہے"

غور کیجئے شاہ صاحب نے عمر کی حمایت میں رسالت و نبوت پر کیسا بدنما داغ لگایا ہے حالانکہ خود ہی تحفہ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام حالت غشی اور بیہوشی میں بھی ہذیان وغیرہ سے پاک ہیں۔ ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔

حق تعالیٰ انبیاء را بجہت کرامت و بزرگی ایشان در حالت غشی و بیہوشی نیز از آنچہ خلاف مرضی تعالیٰ باشد معصوم می دارد، قولاً و فعلاً ہرچہ مرضی حق ست از ایشان صادر می شود، در خواب نیز دل این بزرگان آگاہ و خبردار می باشد، تحفہ صہ ۲۱۰

خداوند عالم نے انبیا کو ان کی بزرگی اور مرتبہ کی وجہ سے بیہوشی اور غشی کی حالت میں ان تمام چیزوں سے محفوظ رکھا ہے جو اس کی مرضی کے خلاف ہوں، قولاً اور فعلاً ان سے وہی امور صادر ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوں۔ خواب میں بھی ان بزرگوں کے دل ہوشیار اور خبردار رہتے ہیں۔

اب آپ علماء اہلسنت کی دیانت اور صداقت کو دیکھئے کہ اپنی غرض کی خاطر، رسالت اور نبوت کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ قلم و دوات نہ دینے میں جو راز پنہاں تھا وہ فاش نہ ہو، مگر حضرت عمر نے خود ہی اپنا راز فاش کر دیا۔ ابن ابی الحدید کا بیان دیکھئے حضرت عمر خود فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ حضرت علیؑ کی محبت میں اکثر حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف میل فرما جاتے تھے اور اپنی وفات کے وقت قلم دوات اس غرض سے طلب کی تھی کہ علیؑ کے نام خلافت لکھ دیں مگر میں نے نہ لکھنے دیا۔

اصل روایت کا ترجمہ ہم اس جگہ تشئید المطاعن صہ ۳۷۱ ۲-۳ سے ناظرین کی دلچسپی کیلئے لکھتے ہیں

ابن ابی الحدید ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ میں (ابن عباس) ایک بار شام کے سفر میں حضرت عمر کے ساتھ تھا ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر تنہا کہیں جا رہے ہیں میں بھی ان کے پیچھے ہو گیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابن عباس میں تم سے تمھارے

---

[1] تحفہ صہ ۵۲ مطاعن طعن اول بر عمر نولکشور ۱۲ عابد حیدری

[2] ایضاً صہ ۴۵۹ باب مطاعن ۱۲ " "

بھائی (علیؑ) کی شکایت کرتا ہوں، میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں؟ مجھ سے فرمائیے۔ انھوں نے کہا
میں نے علیؑ سے کہا تھا کہ میرے ہمراہ آئیں مگر نہ آئے اور میں ہمیشہ ان کو اپنی طرف سے ناراض
پاتا ہوں۔ اس غصہ اور ناراضگی کا سبب مجھے تم بتاؤ۔ میں نے جواب دیا اُس کا سبب آپ بھی
جانتے ہیں۔ کہنے لگے ہاں سمجھتا ہوں کہ خلافت نہ ملنے کی وجہ سے، میں نے کہا یہی وجہ ہے ان کا
خیال ہے کہ جناب رسول خداؐ ان کو خلیفہ کرنا چاہتے تھے۔ عمر نے کہا خدا نے نہ چاہا کہ علیؑ خلیفہ ہوں
تو پیغمبر خدا کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ رسولؐ نے جس امر کو چاہا اس کو خدا نے کچھ اور چاہا۔
پس پیغمبر کا چاہا کچھ نہ ہوا۔ پیغمبر خدا نے بہت چاہا کہ ان کے چچا ابو طالب مسلمان ہو جائیں
مگر چونکہ خدا نے نہ چاہا نہ ہوئے۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ
رسول خدا اپنے مرض موت میں ان کو (حضرت علیؑ کو) خلیفہ کرنا چاہتے تھے مگر میں یہ خیال
کر کے کہ (ان کی خلافت سے فتنہ و فساد برپا ہوں گے اور اسلام برباد ہو جائے گا) مانع ہوا۔
رسول اللہؐ میرے خیال کو سمجھ گئے اور جو منظور خدا تھا وہی ہوا۔ ابن ابی الحدید سے دوسری
روایت یہ ہے کہ ابن عباس نے کہا میں حضرت عمر کے پاس ان کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں
گیا، اس وقت وہ ایک حصیر پر بیٹھے ہوئے اور ان کے کھانے کے لئے ایک صاع (سوا تین سیر)
خرمے رکھے ہوئے تھے، اور وہ کھاتے جا رہے تھے۔ مجھ سے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے ایک
دانہ اٹھا لیا اور وہ سب کا سب کھا گئے۔ اور گھڑے میں جو پانی رکھا ہوا تھا اسے بھی پی گئے۔
پھر تکیہ پر ٹیک لگا کر اللہ کی حمد کی، اور مجھ سے پوچھنے لگے کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا
مسجد سے، کہنے لگے اپنے بھائی کو کہاں اور کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو، ابن عباس کہتے
ہیں کہ میں سمجھا کہ عبد اللہ بن جعفر کو پوچھ رہے ہیں، میں نے کہا اپنے ہم سِنوں میں کھیل رہے
ہیں، کہنے لگے، ان کو نہیں پوچھ رہا ہوں، تم سے اہل بیت کے بزرگ کو دریافت کر رہا ہوں،
میں نے کہا باغ میں پانی دے رہے ہیں، اور قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، یہ سن کر کہنے لگے،
عبد اللہ تم کو قسم دیتا ہوں کہ خون شتر پیو اگر سچ نہ بتاؤ۔ کہ حضرت علیؑ کے دل میں اب بھی خلافت
کا دعویٰ ہے؟ میں نے (برجستہ) کہا، ہاں۔ حضرت عمر نے کہا کہ حضرت علیؑ کو خیال ہے کہ حضرت
رسول خداؐ ان کو خلیفہ مقرر کر چکے تھے، میں نے کہا واقعی سچ ہے، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ میں
نے اپنے باپ سے اس معاملہ میں دریافت کیا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا کہ حضرت علیؑ جو کچھ کہتے
ہیں سچ کہتے ہیں۔ اس پر حضرت عمر کہنے لگے حضرت رسول خداؐ سے کبھی کبھی ایسے امور صادر ہو جاتے

تھے جو ٹھیک نہیں ہوتے تھے، اور کبھی علیؑ کی محبت میں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف پھر جاتے تھے، چنانچہ مرض موت میں وہ حضرت علیؑ کے نام خلافت کرنا چاہتے تھے مگر میں اہل اسلام کی محبت اور شفقت کی بناء پر اس امر سے مانع ہوا، کعبہ کی قسم کہ قریش حضرت علیؑ کی خلافت پہ متفق نہ ہوتے، اور اگر وہ خلیفہ ہوتے تو چاروں طرف سے ان پہ یورش کرتے، رسول اللہ صلعم نے یہ سمجھ کر کہ جو کچھ ان کے دل میں ہے اس سے واقف ہو گیا ہوں خاموش ہو گئے، اور حضرت علیؑ کے نام کی تصریح نہیں فرمائی، پس جو کچھ خدا کی مشیت میں تھا وہی ہوا۔" ابن ابی الحدید اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ ذکر ھذا الخبر احمد بن طاہر صاحب کتاب تاریخ بغداد فی کتابہ مسند" یعنی اس روایت کو احمد بن طاہر صاحب تاریخ بغداد نے اپنی کتاب "مسند" میں درج کیا ہے۔

مختصر یہ کہ جناب رسول خداؐ کی اس وصیت میں مزاحمت کی گئی، اور جو بے وحی کے کلام نہ کرے اس پیغمبر خدا کو "ہذیان" سے نسبت دی گئی۔ جس وصیت پر قیامت تک کل امت کی ہدایت اور گمراہی کا دار و مدار ہے۔ آخر یہی مخالفت بہتر فرقوں کی گمراہی کا باعث ہوئی۔ نیز صرف عمر نے نافرمانی ہی نہیں کی بلکہ آداب رسالت کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ طہٰ، لیٰسین، مدثر، مزمل وغیرہ القاب سے خدا جن کو پکارے، جناب عمر "ھذا الرجل لیھجر" کہیں، حالانکہ آنحضرت کے سامنے آواز بلند کرنے کو خداوند عالم نے سختی سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

یاایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض، ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ۵ سورہ حجرات[۱] پ ۲۶ - آیت ۲	اے ایمان دارو (بولنے میں) تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو۔ اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور (زور) سے بولا کرتے ہو ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو، (ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اور اپنی باتوں سے جناب رسول خداؐ کو اذیت پہونچانے والے ہیں" ایسے لوگ ظالم بھی ہیں اور خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے والے، ارشاد ہوتا ہے۔

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون: ہم خوب جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی بک بک تم کو صدمہ

---

[۱] یہ آیت جناب ابوبکر و عمر کے بارے میں نازل ہوئی، ملاحظہ بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۶۰ ط مصر ۱۳۲۳ھ ۱۲ عابد حسین

لا یکذبونک ولکن الظلمین بآیات اللہ یجحدون ولقد کذبت رسل من قبلك فصبروا علی ما کذبوا واوذوا حتی اتٰھم نصرنا۔

سورہ انعام - آیت ۳۳/۳۴

پہونچاتی ہے تو (تم کو سمجھنا چاہیے کہ) یہ لوگ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم حقیقتاً خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور کچھ تم ہی پر انحصار نہیں تم سے پہلے بھی بہتیرے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں تو انھوں نے اس جھٹلائے جانے اور اذیت و تکلیف پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آئی۔

اصحاب کی اس گستاخی پر حضور کو صبر کا حکم تھا، مگر اس گستاخی کرنے والوں کا انجام اس آیت میں مذکور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالداً فیہا ذلك الخزی العظیم"

پ ۱۰ - سورہ توبہ - آیت ۶۳

کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ جس شخص نے خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کی تو اس میں شک ہی نہیں کہ اس کے لئے جہنم کی آگ (تیار رکھی ہے) جس میں وہ ہمیشہ جلتا بھنتا رہے گا۔ یہی تو بڑی رسوائی ہے۔

پس ایسے لوگوں کو ایمان و اسلام میں کامل کہنا حکم خدا و رسول کی کھلی ہوئی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے، ملاحظہ ہو قرآنی بیان،

فان لم یستجیبوا لك فاعلم انما یتبعون اھواءھم ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین۔

پ ۲ - سورہ قصص - آیت ۵۰

اگر یہ لوگ (اب پھر بھی) نہ مانیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ بس اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں، اور جو شخص خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرے اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا بے شک خدا سرکش لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہونچایا کرتا۔

یہی نہیں کہ صرف ان لوگوں نے اس تحریر کے بارے میں آنحضرت کی مخالفت کی تھی نہیں بلکہ اس سے دو چار دن پہلے یہ حضرات لشکر اسامہ میں جانے سے کتراتے رہے اور آنحضرت کو اس قدر ناراض کیا کہ اس نازک حالت میں بھی حضور نے مسجد میں آکر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور لشکر اسامہ سے پہلو تہی کرنے والوں پہ لعنت فرمائی۔ اس لشکر میں حضرت علیؑ کے علاوہ آپ کے تمام بڑے بڑے صحابہ کو جانے کا حکم تھا، یقین نہ آئے تو ذیل کے بیانات پڑھئے کہ آپ کو لشکر اسامہ کے ہمراہ جانے کا حکم نہیں تھا۔

حکم عالی چنیں نافذ شد کہ اعیان مہاجرین و　　جناب رسول خداؐ نے سوائے حضرت علیؑ کے اعیان مہاجرینؓ

انصار مثل ابو بکر و عمر و عثمان و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ جراح الا علیٰ مرتضیٰ کہ ہمراہ آن نہ کردد زان لشکر ہمراہ اسامہ باشند" [۵۱]

انصار جیسے ابو بکر، عمر، عثمان، سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ جراح وغیرہ) کو حکم دیا کہ لشکر اسامہ میں شامل رہیں۔ اور اسامہ کے ساتھ رہیں۔

(۲) جھزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنھا [۵۲]

لشکر اسامہ تیار کرو خدا لعنت کرے اس پر جو لشکر اسامہ سے علیحدگی اختیار کرے۔

(۳) اس واقعہ پر شاہ صاحب تحفہ میں بہت کچھ چنان چنیں کرنے کے بعد لفظ لعن اللہ کے یہ معنی بتاتے ہیں۔

(جملۂ لعن اللہ) اگر صحیح ہم باشد معنیش آنست کہ اسامہ را تنہا گذاشتن و از جہاد رومیان برائے انتقام زید بن حارثہ پہلو تہی کردن حرام است [۵۳]

"لعن اللہ" کا جملہ اگر صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے زید بن حارثہ کے انتقام کے لئے اسامہ کو تنہا چھوڑنا حرام ہے

اس غم و غصہ کا اثر ہنوز مزاج مبارک سے زائل ہونے بھی نہیں پایا تھا کہ ان جان نثاروں نے اس زخم پر نمک پاشی کی آخر حضور نے ان کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ اور ان حضرات سے ناراض دنیا سے گئے، اب آپ کا ذہن جہاں تک کام کرے سوچئے اور غور کیجئے کہ پھر ایسے لوگوں کا کیا حشر ہوگا، اور کہاں ٹھکانہ ہوگا۔

الغرض آپ نے اچھا مسئلہ اٹھایا کہ شروع ہی میں مذہب اہلسنت کا بھانڈا پھوٹ گیا، اور فضیلت صحابہ کی قلعی کھل گئی۔ علامہ شہرستانی کے اس بیان کو ایک بار پھر پڑھئے۔ دیکھئے موصوف صحابہ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔

"اول شبہہ جو عالم میں واقع ہوا وہ ابلیس علیہ اللعن کے تکبر کا نتیجہ تھا، اور اول نزاع جو اسلام میں واقع ہوئی قضیۂ قرطاس سے ہوئی اور صحابہ کی بدولت ہوئی" [۵۴]

اور اس کے بعد شاہ صاحب کا حسب ذیل بیان پڑھئے اور بار بار پڑھئے، ابطال مذہب

---

[۵۱] مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۳۰ سطر ۱۲ مطبوعہ نولکشور پریس ۱۲ عابد حیدری

[۵۲] ملل و نحل برحاشیہ الفصل و ملل و نحل ابن حزم اندلسی ص ۲۰ ۱۲ منہ

[۵۳] تحفہ باب دہم مطاعن طعن سوم بر ابو بکر ص ۲۲۲ مطبوعہ نولکشور ۱۲ منہ

[۵۴] اصل عبارت گزشتہ صفحات میں درج ہو چکی ہے اس جگہ صرف ترجمہ کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ دیکھئے ملل و نحل شہرستان برحاشیہ الفصل حزم اندلسی ص ۱۹ ۱۲ عابد حیدری

اہل سنت کی روشن دلیل ہے۔

مذہبے کہ مخالف این دو (قرآن و عترت) باشد عقیدةً و عملاً در امور شرعیہ نامعتبر ست"[1]

بھائیو! اگر تحقیق حق مطلوب ہے تو کتب امامیہ سے اپنے اصحاب محبوبین کے معائب کی تلاش میں کیوں وقت برباد کرتے ہو۔ اپنے گلستاں کی سیر کیوں نہیں کرتے۔

سوئے چمن نہ جا نہ سوئے لالہ زار دیکھ ۔ تو آپ باغ حسن ہے اپنی بہار دیکھ

چونکہ آپ نے دونوں مذہب کی حقیقت و بطلان کا دارومدار اصحاب کی برائی بھلائی پر رکھا ہے جس کو ہم نے آپ ہی کی کتب سے ثابت کر دیا کہ یہ پھول بے بو کے ہیں۔ اور یہ ستارے بے نور ہیں۔ ان سے اور ایمان و اسلام سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ لہٰذا اب تو سچے مذہب کے پہچاننے میں دشواری نہیں ہے۔ گذشتہ بیان کی روشنی میں مذہب امامیہ اختیار کرنے میں کیا رکاوٹ ہے مگر نہیں ہے مشکل اور بہت مشکل۔ کیونکہ یہ تو علماء اہل سنت قطعی طور سے طے کر چکے ہیں کہ اگرچہ اصحاب ثلاثہ کے ایمان اور عقاید میں نقائص اور محمدؐ و آل محمدؐ سے منازعات و مشاجرات اور ان کے حقوق کا تلف کرنا ثابت ہے، پھر بھی ہم کو مطاعن صحابہ سے چشم پوشی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے اصحاب رسول خداؐ سے بغض پیدا ہوتا ہے، چنانچہ ان لوگوں نے اپنے مذہب والوں کو ایسی کتابوں کے دیکھنے اور بیان کرنے سے روکا ہے جس میں صحابہ کے فسق و فجور اور مشاجرات وغیرہ کا ذکر ہے۔ ذیل کے بیانات پڑھیئے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنی کتاب تکمیل الایمان ص ۶۹ پر لکھتے ہیں:-

(۱) "روش اہل سنت و الجماعت آن ست کہ صحابۂ پیغمبر را جز بخیر یاد نہ کنند، و لعن و سب و شتم و اعتراض و انکار بر ایشان نہ کنند و نسبت بایشان براہ سوء ادب نروند از جہت نگاہ صحبت آنحضرت صلعم و آنچہ ایشان در مشاجرات و محاربات و تقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی و رعایت ادب بایشان نقل

اہل سنت والجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اصحاب رسولؐ کو سوائے بھلائی کے (برائی کے ساتھ) یاد نہیں کرتے، اور لعنت نیز سب و شتم اور ان کے افعال پر اعتراض و انکار نہیں کرتے، اور ان کے ساتھ کسی قسم کی بے ادبی نہیں کرتے صرف اس لئے کہ ان لوگوں کو آنحضرتؐ کی صحبت کا شرف حاصل ہے، اور اصحاب سے جو کچھ مشاجرات اور محاربات، اور اہلبیت نبوی کے

---

[1] اصل حوالہ گذر چکا ہے۔ ۱۲ منہ

کنند بعد از تسلیم صحت آں اخبار از اں اغماض کنند و تغافل ورزند و گفتہ ناگفتہ و شنیدہ ناشنیدہ انگارند۔

حق کی حفاظت، ان کے ادب کی رعایت میں کمی ہوئی ہے اور جس کی روایت کی جاتی ہے، ان خبروں اور روایات کو صحیح ماننے کے بعد بھی اس سے اغماض کرتے ہیں۔ اور غفلت برتتے ہیں اور گفتہ کو ناگفتہ اور شنیدہ ناشنیدہ سمجھتے ہیں

(۲) علماء نامدار و اہل سیر کہ نظر بصحت اخبار دارند کار از کتب معتبرہ انتخاب کردہ اند کہ برہمیں اقوال اکتفاء و اعتبار نمودہ اندکہ در مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بجز سکوت و ذہول خیال و تصورے نباید نمود۔ روضۃ الاحباب۔

علماء نامدار اور اہل سیرت جو واقعات کی صحت پر نظر رکھتے ہیں، اور انھیں کتب معتبرہ سے منتخب ہے انھیں باتوں پر اکتفاء اور اعتبار کیا ہے کہ صحابہ کرام کے مشاجرات کے بارے میں سوائے خاموشی اور فراموشی کے اور کوئی تصور نہ کرنا چاہئے

اسی طرح مولوی خواجہ حسن نظامی کی تالیفات محرم نامہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو محمدؐ و آل محمدؐ سے عقیدت ہے۔ اور آل رسولؐ پر جو مظالم ڈھائے گئے اس کا در پردہ خلفاء ثلاثہ ہیں۔ نیز موصوف نے اپنی کتاب محرم نامہ میں جناب عثمان کی بدعنوانیوں بہت تفصیل سے لکھا ہے پھر بھی حضرت عثمان کی بدعتوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ ملاحظہ

محرم نامہ ص ۲۹

حضرت عثمان کی شہادت کا قصہ جیسا غمناک ہے، ویسا ہی پیچیدہ ہے، ایک ایسا آدمی جو کسی فرقہ کی طرفداری نہ کرتا ہو، جب حضرت عثمان کا واقعہ لکھے گا تو اس کو بہت مشکل ہوگی کیونکہ وہ ایک طرف دیکھے گا کہ حضرت عثمان، رسول خداؐ کے داماد اور بڑے مقرب صحابی تھے اور ان کا ادب اس کے دل میں حد درجہ کا ہوگا، دوسری طرف تاریخی واقعات سے اس کو حضرت عثمان کی چند ایسی بشری ناتوانی کی باتیں نظر آئیں گی جو ان کی شہادت کے اسباب میں معاون ہوئیں۔ ایسی حالت میں اس کو چاہیئے کہ واقعات سب لکھ دے اور ادب نہ چھوڑے، میں سنی ہوں مجھ پر حضرت عثمان کی عزت و حرمت لازم ہے۔ ان کی مخالفت اور اس کے نزاعی واقعات کا فیصلہ میرے اختیار میں نہیں ہے خدا کو معلوم ہے کہ اصل حقیقت کیا

لہ تکمیل الایمان قلمی موجودہ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ پیش نظر ہے، حوالہ درست ہے۔ عابد حیدری

اسی طرح حضرت ام المؤمنین عائشہ اور حضرات طلحہ و زبیر وغیرہ کی لڑائیوں کو جو انھوں نے رسول خدا کے جانشین سے کی تھیں توضیح و تصریح سے اس طرح لکھتے ہیں۔

"خدا کی مرضی میں کس کو دخل ہے، ذرا دیکھنا بصرے کے سامنے لوگ کھڑے ہیں، اور کیا چاہتے ہیں۔ یہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقبول یار و اصحاب ہیں۔ جنھوں نے اس دن سے کچھ دن پہلے آدھی دنیا کو اسلام کے آگے سرنگوں کیا تھا، جن کی تلوار کی دھاک سے، روئے زمین کے بادشاہ لرزتے تھے، ایک طرف حضرت علی، بنت رسول کے شوہر اور خود رسول کے بھائی، اور تمام خوبیوں سے بھرپور جنھوں نے دنیا میں روحانیت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ دوسری طرف ہستی کی ہستی حضرت عائشہ جبیب خدا صلعم کی محبوبہ بیوی جن کے اوصاف سے احادیث نبوی بھری پڑی ہیں۔ اور جن کی پاکی کو قرآن شریف نے ثابت کیا، اور دونوں کے ساتھ بڑے بڑے اصحاب رسول ہیں۔ طلحہ و زبیر وہ لوگ ہیں۔ جن کے جنتی ہونے کی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی، مگر آج انھوں نے ایک دوسرے پر تلوار اٹھائی ہے، آج یہ آپس میں کس بہانے کو جمع ہوئے ہیں۔" اس کا سبب بھی جانتے ہو کیا ہے؟

خدائے تعالیٰ اپنی شانیں دکھاتا ہے اور اپنے رسول کی پیشن گوئی پوری کرانی چاہتا ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا تھا کہ عثمان شہید ہوں گے، اور ان کے بعد تمھارے آپس میں خوب تلوار چلے گی، خدا کی حکمت میں کون دخل دے سکتا ہے اسی کو معلوم ہے کہ اس نے یہ تماشے کس مقصد سے دکھائے، ہم لوگوں کو چاہئے کہ ان لڑائیوں میں دخل نہ دیں اور ہم ان کو بُرا نہ کہیں، کیونکہ ہم کو دونوں برابر ہیں۔ اس لئے حق و ناحق کا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں۔"

ان اعتراضات کے باوجود خلاف حکم خدا، قاتل اور مقتول کو ایمان و اسلام اور درجے و مرتبے میں برابر سمجھتے ہیں۔ یہ دیکھئے شاہ صاحب کا بیان۔

وہمین ست مذہب اہل سنت کہ حضرت امیر در مقاتلات خود برحق بود و مخالفان او بر غیر حق و مخطی۔ اور خدا کا ارشاد ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دونوں برابر نہیں۔

افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون" کیا مومن اور فاسق برابر ہیں؟

نہیں، ہرگز برابر نہیں؛
مذکورہ بیانات سے صاف معلوم ہوگیا کہ جو آیات و احادیث اور روایات بتاتی ہیں کہ سب اصحاب مومن نہیں تھے، علماء اہل سنت انھیں صحیح سمجھ کر بھی، صحابہ کے ہی دام محبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جیسے معلوم ہوتا ہے کہ

وجعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اذانھم وقرا

اور ان کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اسے سمجھیں اور ان کے کان بہرے ہوگئے ہیں۔

اور جب ان کے حقیقی ایمان و اعتقاد کا پتہ نہیں چلتا تو اپنے مذہب کا رنگ جانے کے لئے جو فضائل خدا و رسول نے مومنین صحابہ کی شان میں ارشاد فرمائے ہیں ان کو اپنے اصحاب پر چسپاں کر کے ان کی شان کم کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ بصرہ کے سامنے جو لوگ وصی رسولؐ سے باغی ہوئے جنگ کے لئے آ کھڑے ہوتے تھے انھوں نے دنیا کی ایک چپہ بھر زمین کو بھی اسلام کے آگے سرنگوں نہیں کیا تھا۔ البتہ دنیا سے اسلام کو نیست و نابود کر دینے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر دی تھی۔ پس جو لوگ وصی رسولؐ کے مخالفین و معاندین کی نسبت نیک اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ کھلم کھلا خدا اور رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ علیؑ سے لڑنے والا رسولؐ سے لڑنے والا ہے۔ احادیث اہل سنت خود بتاتی ہیں کہ حضرت علیؑ کا گوشت و پوست رسولؐ کا گوشت و پوست ہے۔ حضرت علیؑ کا دوست، رسول خدا کا دوست ہے وغیرہ ـــــ ملاحظہ ہوں ذیل کے احادیث۔

(۱) عن ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ من احب علیا فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللہ (اخرجہ الدیلمی والطبرانی ارجح المطالب صفحہ ۵۲۱)

جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا، جس نے علیؑ سے محبت کی مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا، اس نے خدا سے بغض رکھا۔

ایضاً صفحہ ۱۱۶ چوتھا باب، مطبوعہ لاہور ۱۲ عابد حیدری

(۲) عن ابی سعید الخدریؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؑ حبك ایمان بغضك نفاق اول من یدخل الجنة محبك ومن یدخل النار مبغضك۔
(اخرجہ ابن خالویہ) ایضا ص۵۱۴ [۵۱]

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا، تیری محبت ایمان ہے اور تیرا بغض نفاق ہے جنت میں تمہارا دوست سب سے پہلے جائے گا۔ اور دوزخ میں تم سے بغض رکھنے والا سب سے پہلے ڈالا جائے گا۔

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ من سب علیاً فقد سبنی ومن سبنی فقد سب اللہ ومن سب اللہ ادخلہ اللہ النار ولہ عذاب مھین۔
(اخرجہ الدیلمی) ایضا ص۵۱۶ [۵۲]

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی کو بُرا کہا اُس نے مجھے بُرا کہا اور جس نے مجھے بُرا کہا اس نے خدا کو بُرا کہا، جس نے خدا کو بُرا کہا خدا اس کو دوزخ میں ڈالیگا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

(۴) اخرجہ احمد والطبرانی والحاکم عن ابی ھریرة قال نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی علیؑ والحسنؑ والحسینؑ وفاطمہ قال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم وعن الترمذی عن زید بن ارقم انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم ومحب الطبری فی الریاض عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ" ارجح المطالب ص۵۱۷ [۵۳]

امام احمد اور طبرانی اور حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور حضرت فاطمہؑ کی طرف دیکھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں اس سے لڑنے والا ہوں جو تم سے لڑے اور اس سے صلح کرنے والا ہوں جو تم سے صلح کرے، اور امام ترمذی نے زید بن ارقم سے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا میں جنگ کرنے والا ہوں اس سے جو ان سے لڑے، اور صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرے، محب طبری نے ریاض النضرہ میں اس حدیث کو ابوبکر سے روایت کیا ہے۔

---

[۵۱] ص۶۲۸ چوتھا باب مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ عابد حیدری
[۵۲] ص۶۱۷ " " " " " ۔ ۱۲۔ منہ
[۵۳] ص۶۰۷ " " " " " ۔ ۱۲۔ منہ

یہ وہ مستند احادیث ہیں جن سے شاہ صاحب کو بھی انکار نہیں، وہ بھی حضرت علیؑ سے لڑنے والے کو مفسد اور کافر بتاتے ہیں۔ چنانچہ تحفہ میں لکھتے ہیں۔

(۱) وجہ تخصیص مرتضیٰ ایں خواہد بود کہ آنحضرت صلعم را بوحی معلوم شد کہ در زمان مرتضیٰ بغی و فساد خواہد شد، و بعض مردم انکار امامت او خواہند نمود"[1] صـ۲۲۲

حضرت علیؑ کے لئے خصوصیت کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت کو وحی خدا سے معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں فساد اور بغاوتیں ہوں گی، اور کچھ لوگ آپ کی امامت سے انکار کریں گے۔"

(۲) محارب حضرت مرتضیٰ اگر از راہ عداوت و بغض است نزد علماء اہل سنت کافر است بالاجماع و ہمیں ست مذہب ایشاں در حق خوارج و اہل نہرواں صـ۳۹۵[2]

اگر حضرت علیؑ سے بغض اور عداوت کی بناء پر جنگ کی ہے تو لڑنے والا، بالاجماع علماء اہل سنت کے نزدیک کافر ہے۔ اہل سنت کا خوارج اور اہل نہروان کے بارے میں یہی مذہب ہے (کہ وہ کافر ہیں)

اہل سنت کا ۔۔۔۔ عجیب و غریب اصول ہے۔ حضرت علیؑ سے لڑنے والوں کو کافر بھی بتاتے ہیں اور انھیں کو جنتی بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ ممدوح الصدر، طلحہ و زبیر کے بارے میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

"ان کو خود رسول اللہ صلعم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔"

اور لطف کی بات یہ بھی ہے کہ اسی رسالہ محرم نامہ کے صـ۶۶ پر اس حدیث کے خلاف یہ بھی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے زبیر کو ظالم بتایا ہے۔ ان کے الفاظ پڑھئے۔

"رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اے زبیر اس دن سے ڈر کہ تو علیؑ پر فوج لے کر چڑھے گا، اور اس دن تو ظالم ہو گا۔"

اور یہ ظاہر ہے کہ ظالم جنتی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ظالموں کے حق میں خداوند عالم نے صاف کہہ دیا ہے۔ "لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین" ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے (یعنی رحمت خدا

یاد رکھئے، حضرت علی کی مودت کے بغیر تمام عبادت اور اطاعت بیکار ہے۔ سرکار دو عالم کا ارشاد پڑھئے۔

---

[1] تحفہ صـ۲۲۳ - ۲۲۱ باب ہفتم در ذکر حدیث غدیر مطبوعہ نولکشور - ۱۲ عابد حیدری

[2] ایضاً صـ۲۲۶ سطر ۶ باب دوازدہم ۱۲ منہ

عن علیؑ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو ان عبدا عبد اللہ عزوجل مثل ما قام نوح فی قومہ وکان لہ مثل احد ذھبا فانفقہ فی سبیل اللہ ومد عمرہ حتی یحج الف حج علی قدمیہ ثم قتل بین الصفا والمروۃ مظلوما ثم لم یوالک یا علی لم یشم رائحۃ الجنۃ ولم یدخلھا (اخرجہ الدیلمی) ارجح المطالب ص۵۲۱ [1]

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، اگر کوئی بندۂ خدا کی اتنی عبادت کرے جس قدر نوحؑ اپنی قوم میں ہدایت کرتے رہے اور کوہ احد کے برابر راہِ خدا میں سونا خرچ کرلے۔ پھر اس کی عمر اس قدر بڑھے کہ پیادہ پا ہزار حج کرے، پھر کوہ صفا و مروہ کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے پھر بھی اے علیؑ اگر تجھے دوست نہ رکھتا ہو تو وہ نہ جنت کی بو سونگھ سکے گا اور نہ جنت میں داخل ہو سکے گا۔

شاہ صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی محبت فرض ہے، ان کے الفاظ پڑھیئے۔

"محبت علی فرض مثل محبت پیغمبر و دشمنی علیؑ حرام است مثل دشمنی پیغمبر و ہمیں ست مذہب اہل سنت والجماعت" [2]

پیغمبر خدا کی دوستی کی طرح حضرت علیؑ کی بھی دوستی فرض ہے اور پیغمبر اسلام کی دشمنی کی طرح حضرت علیؑ کی بھی دشمنی حرام ہے یہی اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے۔

یہی محبت علی جزو ایمان ہے، اور اگر محبت نہیں ہے تو نفاق کی پہچان ہے۔

عن ام سلمہ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علیؑ لا یحبك الا مومن ولا یبغضك الا منافق (اخرجہ النسائی) ارجح المطالب ص۵۱۲ [3]

جناب ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ حضرت علیؑ سے فرماتے تھے کہ تجھے دوست نہیں رکھے گا مگر مومن اور دشمن نہیں رکھے گا مگر منافق۔"

اور منافق کی نسبت خدا کا یہ کھلا ہوا ارشاد ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجد لھم نصیرا" پ ۵۔ سورہ نساء۔ ع ۱۔

اس میں شک نہیں کہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے" اور (اے رسولؐ) تم وہاں کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔"

اس صورت میں شاہ صاحب کا جو حضرت علیؑ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بالکل غلط

(حاشیہ) [1] ایضاً ص۵۲۱ چوتھا باب مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ [2] تحفہ ص۳۳۳ باب ہفتم در ذکر حدیث غدیر۔ ۱۲ [3] ایضاً ص۵۱۲ چوتھا باب مطبوعہ لاہور ۱۲۔ عابد حیدری

ہے کیونکہ تمام اہل سنت، اہل بیت کے مخالفین اور دشمنوں کو تمام امت سے مرتبے میں اعلیٰ اور افضل اور ایمان و اسلام میں سب سے اکمل سمجھتے ہیں۔ بھائیو! اگر تم وصی رسولؐ سے مودت و محبت رکھتے ہو تو اس کا تقابل ذرا اپنے خلفاء ثلاثہ کی محبت سے کرو، تم خود سوچو کہ وہ اصحاب کبار جنھوں نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی، اور ان سے ناراض تھے ان کے بارے میں تمہارے شاہ صاحب کیسا نازیبا جملہ لکھتے ہیں۔

"ہرگاہ کہ ایں قسم مردود ان جناب الٰہی اور خانہ خدا پناہ نہ باشد در خانۂ حضرت زہرا چرا پناہ باید داد"

یا ثلاثہ کی خلافت کے منکر کے لئے یہ فتویٰ دیتے ہیں۔

حق تعالیٰ در قرآن مجید منکر خلافت خلفائے ثلاثہ را در آیۂ استخلاف کافر فرمودہ"

اور اصحاب شوریٰ میں جو مخالفت کرے وہ قابل گردن زدنی ہوجائے اور ایسے لوگوں کو تمہارے علماء مرتد، بے دین، کافر، وغیرہ کہیں، اور جناب امیرالمومنین کی خلافت سے جو انکار کرے، نکث بیعت کرے، ان کو تمہارے علماء مجاہد، غازی کہیں اور ان کو جنت کا پروانہ عطا کریں اور رضی اللہ عنہم کی مالا . . . . . کریں۔ واہ کیا خوب محبت ہے عملاً اور فعلاً تو اظہار کدورت و دشمنی ہو اور زبان سے محبت کا دعویٰ۔ آفریں ہے تمہاری اس مودت و محبت پر۔

اب آپ خود بتائیں کہ مذہبی تعصب میں اہل سنت گرفتار ہیں یا امامیہ اور اپنے آباؤ دین کی کورانہ تقلید کون کر رہا ہے۔ انا وجدنا آبائنا علی امۃ الخ کا مصداق کون ہے ہم یا تم . . . . ہم خلیفۂ چہارم (تمہارے عقیدے کے مطابق) کی امامت کے منکر کو جنتی بتاتے ہیں یا ___ تم، اور انصاف سے بتاؤ اگر تمہارے دل میں حضرت علیؑ کی محبت و مودت ہوتی اور ان کو امام مانتے تو تم اپنے فتوی میں یہ نہیں کہتے کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا منکر کافر، بلکہ یہ کہتے کہ خلفاء اربعہ کی خلافت کا منکر کافر ہے۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا باتیں پڑھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپ کے مذہب کی بنیاد صرف اصحاب ثلاثہ کی اندھی محبت پر ہے۔ آیات الٰہی اور احادیث نبوی سے اس مذہب کا دور سے بھی لگاؤ نہیں اور اگر ہے تو آیات کی مہمل تاویلوں اور وضعی حدیثوں سے جو شام کی تاریکی سے نکل کر تاریک گھروں تک پہونچی ہیں۔ کیا اکفیں خوبیوں سے آپ نے اہل سنت والجماعت کو

اور مذہب امامیہ کو بُرا سمجھا ہے۔ اگر آپ کی یہی سمجھ ہے تو آپ ہی کو ایسا مذہب مبارک ہم کو ایسے ناخدا کی ضرورت نہیں جو خود ضلالت کے بھنور میں غرقاب ہو رہا ہے۔ ہم تو قرآن و حدیث کی روشنی میں سفینۂ نجات (آلِ محمد) کو اپنا راہبر ناخدا بنا چکے ہیں۔ جو عین خوشنودیٔ خدا ہے۔

اب بتائیے آیات مندرجہ ذیل کے مصداق آپ ہیں یا ہم (مگر انصاف سے بتائیے گا)

(۱) افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ ورضوان خیر امن اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جھنم واللہ لا یھدی القوم الظلمین،

پ ۱۱۔ سورہ توبہ ع ۱۳

کیا جس شخص نے خدا کے خوف اور خوشنودی پر اپنی عمارت کی بنیاد ڈالی ہو وہ زیادہ اچھا ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اس بودی کگراڑے کے لب پر رکھی ہو جس میں دراڑ پڑ چکی ہو اور گرا چاہتا ہو پھر اسے لے دیکے جہنم کی آگ میں پھٹ پڑے اور خدا ظالم لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچایا کرتا

(۲) فریقا ھدی وفریقا حق علیھم الضللۃ انھم اتخذوا الشیطین اولیاء من دون اللہ ویحسبون انھم مھتدون۔

پ ۸۔ سورہ اعراف ۔ ع ۲۔

اسی نے ایک فریق کی ہدایت کی اور ایک گروہ (کے سر) پر گمراہی سوار ہو گئی ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے، اور باوجود اس کے گمان کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔

اس پر بھی اگر آپ مطاعن صحابہ کو افشا کرنے پر آمادہ ہیں تو آگے بڑھئے، ہم بھی حضرت عمر کے اس خطبہ سے جس کو انھوں نے جناب ابوبکر کو مسند نشین کرتے ہوئے، مسجد نبوی میں مہاجرین اور انصار کے سامنے فرمایا تھا۔ آپ کی خلافت راشدہ کو "خلافت فاسدہ" ثابت کئے دیتے ہیں۔ لیجئے، خلیفہ صاحب کا خطبہ پڑھئے، جو بخاری شریف کی زینت بڑھا رہا ہے۔

الا وان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ شرھا فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ"

بخاری

آگاہ ہو جاؤ کہ حضرت ابوبکر کی بیعت ایک خطرناک ناگہانی امر ہے اللہ نے اس کے شر سے لوگوں کو بچا لیا۔ اب جو کوئی اس طرح کی بیعت کی کوشش کرے اسکو قتل کر دو،

اس کے بعد امام غزالی کا ارشاد بھی پڑھ لیجئے۔

فاجمع الجماھیر علی متن الحدیث من خطبتہ یوم غدیر خم باتفاق الجمیع وھو یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بخ بخ لک یا ابا الحسن لقد اصبحت مولائی

جمہور (علماء حدیث) نے حدیث غدیر کی صحت پر اجماع کیا ہے اور اتفاق کر لیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں۔ اور عمر نے اس وقت یہ کہا کہ مبارک ہو مبارک آپ کو اے علیؑ کہ آپ میرے

ومولیٰ کل مومن ومومنة فهذا تسلیم ورضاء وتحکیم ثم لبعد هذا غلب الهوی لحب الریاسة وحمل عمود الخلافة وعقود البنود وخفقات الهوی فی قعقعة الرایات واشتباك ازدحام الخیول وفتح الامصار وسقاهم کاس الهوی فعادوا الی الحالة الاولی فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون" انتهی بلفظہ ولما مات رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال قبل وفاته ایتونی بدواة وبیاض لازیل منکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق بها بعدی قال عمر دعوا الرجل فانه لیهجر واما بطل تعلقکم بتاویل النصوص فعدتم الی الاجماع، سر العالمین صـ ۱۹"

اور تمام مومن اور مومنہ کے مولیٰ ہو گئے، پس عمر کا یہ قول (حضرت علیؑ کی خلافت پر) تسلیم و رضا اور فیصلہ ہے، پھر اس کے بعد حکومت و ریاست کی محبت کی وجہ سے خواہش نفسانی کا غلبہ ہوا، نیز خلافت کے جھنڈوں کا ہر شہر و دیار میں گڑ جانا اور علم کے پھریروں کا ہواؤں میں ہر جگہ اڑنا اور سواروں کا دونوں طرف چلو میں چلنا، اور ملک اور شہروں کا فتح کرنا ان سب باتوں کے تصور نے ان کو خواہش نفسانی کا جام پلا دیا، پس وہ لوگ پہلی حالت (جاہلیت) کی طرف لوٹ گئے، اور جو حالت قبل اسلام تھی ویسے ہی ہو گئے، اور عہد مبارک کو پس پشت ڈال دیا۔ اور حکومت کو تھوڑی سی قیمت پر خرید، اور جو چیز انھوں نے خرید کی وہ بہت ہی بُری ہے — جب رسول اللہؐ کا انتقال ہوا، آنحضرت نے مرنے سے پہلے کاغذ دوات طلب فرمایا کہ میں تم سے ایک مشکل امر کو دور کر دوں، اور اس کو بتا دوں جو میرے بعد اس خلافت کا مستحق ہے تو اس کے جواب میں حضرت عمر نے کہا کہ رہنے دو یہ شخص ہذیان کہتا ہے، پس جب باطل ہو گیا تمہارا تعلق اس تاویل سے تو پھر اجماع کی طرف پلٹ آئے گئے" سبط ابن جوزی نے اس عبارت کو بحوالہ سر العالمین اپنی کتاب خواص الامہ میں نقل کیا ہے؟ اور امام ذہبی جو فن حدیث میں امام شمار کئے جاتے ہیں اس کو امام غزالی کی تالیفات میں شمار کیا ہے، ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد اول بذیل ذکر حسن بن صـ ۲۰۴ مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ۔

مذکورہ بیانات، "فضیلت صحابہ" کے مشتے نمونہ از خروارے" ہیں۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

قال — دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت — پہلی دلیل۔

یہ سب جانتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے عرب میں مبعوث کیا اور مکہ معظمہ میں اول اول حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اس وقت سب لوگ کافر و مشرک

اور آپ کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار بھائی بند اس خبر کے سنتے ہی آپ کے دشمن ہو گئے تھے، اور آپ کی تکذیب کرتے تھے، کوئی مجنوں کہتا تھا، اور کوئی دیوانہ بتاتا تھا (نعوذ باللہ من ذالک) اور چھے برس تک باوجود دعوت اور اظہار معجزات کے صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے، مسلمان ہوئے مگر چھ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانوں کی ہو گئی، اور دعوت اسلام علانیہ ہونے لگی۔ اور ارکان دین کو حضرت نے علی رؤس الاشہاد ظاہر کرنا شروع کیا، تب اہل مکہ نے یہاں تک تکلیف دینی شروع کی کہ آخر کار مکہ چھوڑنا، اور مدینہ کو ہجرت کرنی پڑی اور آہستہ آہستہ دین کی ترقی ہونی شروع ہوئی۔ اور پھر اس قدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصہ میں سیکڑوں سے ہزاروں کی اور ہزاروں سے لاکھوں کی نوبت آ گئی، اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین میں داخل ہو گئی۔

اقول - جناب! آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ تو آنحضرت کی بعثت سے متعلق ہے۔ آپ کے اصحاب ثلاثہ کی فضیلت وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، البتہ ان کی خاطر آپ آنحضرت کے عزیزوں کو حضور کا دشمن بتا رہے ہیں، حالانکہ تمام حدیث و سیر کی کتابیں کہتی ہیں کہ جب آنحضرت مبعوث بہ رسالت ہوئے اور پوشیدہ طور پر حق کی دعوت دینے لگے۔ تو سب سے پہلے آپ کے عزیزوں ہی نے تصدیق رسالت کی تھی۔ اور جب کھلم کھلا دین کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اور کفار جانی دشمن ہو گئے اس وقت بھی عزیزوں ہی نے ہر طرح نصرت کی، اگر آپ کو یقین نہ آئے تو ہم ذیل میں "روضۃ الاحباب" کی عبارت کا ملخص ترجمہ پیش کرتے ہیں، جس کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے واقعات و حالات کی صداقت کے لحاظ سے بہت معتبر اور مستند قرار دیا ہے۔ اس بیان سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ایسے نازک وقت میں آنحضرت کے معین و مددگار آپ کے عزیز اقارب ہی رہے، "اغیار" نہیں تھے۔ لیجئے ترجمہ حاضر ہے، (اصل عبارت طول کے خوف سے چھوڑ دی گئی ہے)

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک چالیس سال کا ہو گیا، تو خداوند عالم نے (لوگوں کی ہدایت کے لئے) تمام مخلوق پر آپ کو رسول بنا کر بھیجا،، اور مبعوث بہ رسالت ہونے سے پہلے، آثار اور علامات، حضور سے ظاہر ہونے لگے۔ جیسے سچے خواب دیکھنا، درختوں اور پتھروں کا سلام کرنا، جب تنہا راستہ طے کرتے تھے کسی آدمی کی آواز سنتے تھے کہ آپ کو پکار رہا ہے، اور کہتا ہے کہ اے محمدؐ! جب داہنے بائیں دیکھتے تھے، کوئی نظر نہیں آتا تھا، ہر سال

اسی طرح ہوتا رہا، جب ولادت کا اکتالیسواں سال شروع ہوا تو آنحضرتؐ اٹھے اور قاعدہ معینہ کے مطابق غارِ حرا کی طرف چلے گئے، اور وہاں جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ خود آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ ایک دن میں غارِ حرا میں تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا، اور کہا کہ اے محمدؐ آپ کو خوشخبری ہو کہ میں جبرئیل ہوں، خداوند عالم نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے، آپ اس امت پر خدا کے رسول ہیں، جبرئیل نے کہا پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب جبرئیل نے مجھ کو اپنی گود میں لے کر دبایا۔ اور کہا اب پڑھیے، پس میں نے سورۂ اقرا آخر تک پڑھا، اس کے بعد جبرئیل نے اپنا پیر زمین پر مارا جس سے پانی کے چشمے ظاہر ہوئے، خود وضو کیا اور مجھ سے فرمایا کہ وضو کیجیے، حضورؐ نے وضو کیا، جبرئیل نے دو رکعت نماز پڑھی، اور حضور نے جبرئیل کی اقتدا کی۔ جب جبرئیل غائب ہو گئے تو آنحضرت اس طرح سہمے ہوئے گھر آئے کہ گردن اور دوش کے درمیان گوشت پھڑک رہا تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے اڑھا دو پس کوئی چیز اڑھا دی گئی، یہاں تک کہ خوف جاتا رہا۔ اس وقت، حضرت خدیجہ سے کہا مجھے اپنی جان کا خوف ہے، حضرت خدیجہ نے کہا ڈریے نہیں، خدائے تعالیٰ آپ کو کسی بلا میں مبتلا نہ کرے گا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کی حالت اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کر دوں۔ ورقہ وہ شخص ہے کہ زمانہ جاہلیت میں دین قریش اور نصرانی کو چھوڑ کر موحد ہو گئے تھے، اور انجیل کا اچھی طرح علم تھا۔ پس حضرت خدیجہ ورقہ کے پاس گئیں۔ اور کہا اے میرے چچا کے بیٹے مجھ کو جبرئیل کے بارے میں کچھ بتائیے یہ سن کر ورقہ نے کہا قدوس۔ قدوس۔ جبرئیل خدا کے امین ہیں۔ خدا اور اس کے پیغمبر کے درمیان، خدیجہ نے کہا، (میرے سرتاج) محمدؐ کہتے ہیں کہ جبرئیل میرے پاس آئے تھے، اور پوری کیفیت دہرا دی۔ ورقہ نے کہا، محمدؐ کو میرے پاس بھیجدو تا کہ وہ خود مجھ سے اپنا حال بیان کریں، آنحضرت ورقہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور سب حال بیان کیا۔ ورقہ نے کہا کہ بشارت ہو تم کو اے محمدؐ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ پیغمبر ہیں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے دی تھی، کہ میرے بعد ایک رسول مبعوث ہوگا جس کا نام احمد ہوگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی احمد اور خدا کے رسولؐ ہیں۔ اور آپ جلد ہی کفار سے جہاد کرنے پر مامور ہوں گے۔ اے کاش میں اس دن زندہ رہتا تو ضرور آپ کی نصرت کرتا۔

جب آنحضرت کو روشن دلیلوں سے معلوم ہو گیا کہ میں رسول برحق ہوں، سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہ کو خدا پرستی اور توحید کی دعوت دی، وہ بے توقف آپ پر ایمان لائیں

اور تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اسی دن سہ پہر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے، اس لئے آپ آنحضرت کی آغوش تربیت میں تھے، جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز زور پکڑتا جا رہا ہے۔ اور پیغمبر خدا کا کام ترقی کر رہا ہے، تو ان کا حسد اور سرکشی اور دشمنی زیادہ ہوگئی۔ مگر آنحضرت کو کوئی تکلیف نہ پہونچا سکے۔ کیونکہ ابو طالبؑ آپ کی پُرزور حمایت کرتے تھے۔ اور دوسرے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب، ابو طالب کی حمایت میں کوشش کرتے تھے۔

پس تمام اشراف قریش جمع ہو کر ابو طالب کے پاس آئے، اور کہنے لگے ہماری دو باتوں میں کسی ایک کو کیجئے یا تو اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیجئے تاکہ ہم اس کو ہلاک کر دیں یا ہم سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جائیے اور یقین کیجئے کہ اگر وہ ہمارے بتوں کی برائی اور دشنام دہی سے باز نہ آئیں گے تو ہم ان کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔ یہ کہہ کر ابو طالب کے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے، حضرت ابو طالب نے کسی کو بھیج کر آپ کو طلب فرمایا، اور کہا تمھاری قوم کے لوگ آئے تھے اور کچھ باتیں مجھ سے کر گئے۔ اور مجھ کو تمھارے معاملہ میں جدال و قتال کا وعدہ کر گئے ہیں۔ اب تم اپنی جان پر رحم کرو اور اس امر کی تکلیف نہ کرو جس کی طاقت نہ مجھ میں ہے اور نہ تم میں، اور ان پر طعن کرنے اور ان کے معبود (بتوں) کو برا بھلا کہنے سے اپنی زبان کو روکو، ورنہ یہ بات ہمارے اور ان کے درمیان جدائی کا سبب ہوئی، سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ شاید ابو طالب میری حمایت سے دست بردار ہو رہے ہیں، اور مجھ کو کفار کے حوالے کرنا چاہتے ہیں، فرمانے لگے۔

"اے میرے چچا! اگر آفتاب کو آسمان سے اتار کر میرے داہنے ہاتھ پر رکھ دیں) اور ماہتاب کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں کہ اس امر حق سے باز آجاؤں تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہاں تک خداوند عالم دین کو آشکارا کرے یا میں فنا ہو جاؤں۔ یہ فرما کر مجلس سے اٹھے اور جانے لگے۔ ابو طالب کو آنحضرت کی باتوں سے رقت طاری ہوگئی، اور کہنے لگے جان برادر! پلٹ آؤ۔ پیغمبر خدا واپس آئے۔ ابو طالب نے کہا۔ تم اپنا کام کئے جاؤ۔ اور اس معاملہ میں جو چاہو کرو۔ خدا کی قسم جب تک میں زندہ رہوں گا کفار قریش کی مجال نہیں

۱؎ محسن الملک اور ان کے ہوا خواہ بتائیں کہ ابو طالب، بنو ہاشم، بنو عبد المطلب، جو آنحضرت کی پُرزور حمایت کر رہے تھے دشمن تھے یا دوست؟ کہیں دشمن بھی کسی کی حمایت کرتا ہے؟ عابد حیدری

کہ تمہیں ستا سکیں،" خلاصۃ روضۃ الاحباب جلد اول صلا تا صلا

یہ واقعات اسلام کی تاریخ کی تمام کتابوں میں درج ہیں۔ جب کفار کی یہ تجویز بھی ناکام ہوگئی تو طے کیا کہ آنحضرت اور آپ کے خاندان والوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ جب حضرت ابوطالب کو اس کا علم ہوا تو آنحضرتؐ اور دوسرے بنوہاشم کو لے کر اپنے شعب میں چلے گئے جو شعب ابوطالب کے نام سے مشہور ہے۔[1] اور وہاں تین سال تک ابوطالب اور دوسرے بنوہاشم آنحضرت کی دل و جان سے حفاظت کرتے رہے، اس قدر تکلیف اٹھائی کہ ضروریات زندگی کی چیزیں بھی نہیں مل سکتی تھیں کیونکہ قریش نے ان کے ہاتھ خرید و فروخت بالکل بند کر دی تھی۔ چند روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) وفی المواھب اللدنیۃ لما رأی قریش عز النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن معہ وعز اصحابہ بالحبشۃ واسلم عمر وفشو الاسلام فی القبائل، اجمعوا علی ان یقتل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبلغ ذلک ابا طالب فجمع بنی ھاشم وبنی عبد المطلب ودخلوا رسول اللہ شعبھم ومنعوہ ممن اراد قتلہ فاجابوہ لذلک حتی کفارھم فعلوا ذلک حمیۃ علی عادۃ الجاھلیۃ فلما رأت قریش ذلک اجتمعوا وتمر وا ان یکتبوا کتابا یتعاقدون فیہ علی بنی ھاشم وعبد المطلب ان لا ینا کحوھم ولا یبایعوھم ولا یخالطوھم ولا یقبلوا منھم صلحا ابدا حتی یسلموا رسول اللہ للقتل وکتبوا فی صحیفۃ بخط منصور بن عکرمۃ بن ھشام وقیل بغیض بن عامر

مواہب لدنیہ میں ہے کہ جب قریش نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی عزت روز بروز بڑھ رہی ہے اور آپ کے اصحاب حبشہ میں بھی عزت سے ہیں اور جناب عمر اسلام لا چکے ہیں، اور عرب کے تمام قبیلہ میں اسلام پھیل رہا ہے تو قریش نے اجماع کیا کہ نبی صلعم کو قتل کر دیا جائے، حضرت ابوطالب کو قریش کے اس ارادہ کی جب خبر پہونچی تو بنوہاشم اور بنو عبدالمطلب کو جمع کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعب ابوطالب میں لے کر چلے گئے، اور تمام لوگوں سے اس بات کی خواہش کی کہ رسولؐ کو قتل کرنے والوں کے ارادے سے محفوظ رکھیں چنانچہ سب نے آپ کی بات پر لبیک کہا۔ یہاں تک کہ کفار بنی ہاشم جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے جاہلیت کی عادت کے مطابق حمیت وغیرہ کی بنا پر حفاظت کو

---

[1] فرزندان اسلام بتائیں کہ اس نازک وقت میں آنحضرتؐ کے مونس و مددگار کون لوگ تھے؟ کیا آپ تاریخ بنوہاشم کے علاوہ کسی اور صحابی کا نام پیش کر سکتی ہے؟ کیا شعب ابوطالب میں محصور ہونے والے عزیز آنحضرت کے دشمن تھے؟ ۱۲ عابد چندوسی

فشلت ید ہ وعلقوا الصحیفۃ فی جوف الکعبۃ ھلال المحرم سنۃ سبع من النبوۃ وانحاز بنو ھاشم وبنو عبد المطلب الی ابی طالب و دخلوا معہ شعبۃ الا ابا لھب فکان مع قریش اقاموا علی ذلک سنتین او ثلاثا، وقال ابن سعد سنتین حتی جھدوا وکانت قریش قد قطعت عنھم المیرۃ والمادۃ وکان لا یصل الیھم شئ الا سرا وکانوا لا یخرجون الا من موسم الی موسم"۔

تاریخ خمیس جلد اول ص ۲۹۷

میں شریک ہوئے، قریش نے ابو طالب کا یہ انتظام دیکھا تو دوسرا اجماع کیا۔ اور یہ طے کیا کہ ایک معاہدہ لکھا جائے جس میں تاکید ہو کہ کوئی شخص بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے شادی بیاہ، خرید و فروخت اور میل جول نہ کرے اور جب تک رسول اللہ کو قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں اس وقت تک صلح نہ کی جائے۔ بالآخر اس مضمون کا عہد نامہ منصور بن عکرمہ بن ہشام کے ہاتھ سے اور ایک قول کے مطابق بغیض بن عامر کے ہاتھ سے لکھوایا، لکھتے ہی اس کا (کاتب کا) ہاتھ شل ہو گیا۔ اس عہد نامہ کو شروع محرم سنہ سن بعثت خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ اس کے بعد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب جناب ابو طالب کے پاس جمع ہو گئے، اور آپ کے ہمراہ شعب ابو طالب میں چلے گئے۔ مگر ابو لہب نہیں گیا، وہ قریش ہی کے ساتھ رہا۔ یہ حضرات اس میں دو یا تین سال تک رہے۔ ابن سعد کا قول ہے کہ دو ہی سال محصور رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے سخت زحمتیں اٹھائیں، اور قریش نے ان سے رسد وغیرہ بالکل بند کر دی تھی، اور مطلقاً کوئی چیز ان تک نہیں پہونچ سکتی تھی ہاں پوشیدہ طریقہ سے کچھ چیزیں پہونچ جاتی تھیں اور وہ حضرات شعب سے سال بسال، زمانہ حج میں نکل پاتے تھے۔"

(۲) شبلی نعمانی کا بیان :-

"حق ذوی القربی اس لئے قرار دیا گیا تھا کہ ان لوگوں نے ابتداء اسلام میں آنحضرت کا ساتھ دیا جب کفار نے زیادہ مجبور کیا تو تمام بنو ہاشم نے جن میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے آنحضرت کا ساتھ دیا، جب آنحضرت مکہ سے نکل کر پہاڑ کے ایک درے میں . . پناہ گزیں ہوئے تو سب بنو ہاشم ساتھ تھے۔" (الفاروق ص ۲۰۱)

(۳) ان قریشا وکنانۃ تحالفت علی بنی ھاشم وبنی عبد المطلب ان لا یناکحوھم ولا یبایعوھم حتی یسلموا الیھم النبی صلعم (بخاری)

قریش اور کنانہ نے باہم حلف لیا تھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ساتھ مناکحت اور خرید و فروخت بند کر دی جائے، جب تک کہ وہ نبی صلعم کو ہمارے سپرد نہ کر دیں۔

(۴) اس جگہ تاریخ کامل کے اردو ترجمہ عروج الاسلام سے ایک روایت درج کی جاتی ہے جو ابو طالب کی کمال محبت پر روشن دلیل ہے۔

جب قریش کو معلوم ہو گیا کہ ابو طالب رسول اللہ سے کنارہ کش نہیں ہوتے، بلکہ وہ آپ کی طرفداری اور قوم کی عداوت کے لئے مضبوط ہیں تو عمارہ بن الولید کو ابو طالب کے پاس لائے اور کہا کہ عمارہ بن الولید قریش کا ایک نوجوان ہے جس کے بڑے بڑے بال ہیں اور نہایت حسین ہے، اسے تو لے لے۔ اس کی عقل اور قوت بڑے کام آئے گی، اسے تو اپنا بیٹا بنا لے اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دے جس نے ہمیں سفیہ بنایا ہے، ہمارے دین کی مخالفت کرتا ہے اور ہماری جماعت کو متفرق کر دیتا ہے۔ اسے ہم مار ڈالیں گے۔ آدمی کے بدلے آدمی ہوتا ہے۔ ابو طالب نے کہا، کیا لغو بات تم مجھ سے چاہتے ہو اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو کہ میں اسے کھانا کھلاؤں اور پرورش کروں۔ اور میرا بیٹا مجھ سے عوض میں لیتے ہو کہ اسے تم قتل کر ڈالو۔ یہ تو کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اس پر مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے کہا کہ اے ابو طالب لوگوں نے یہ بات انصاف کی کہی ہے۔ مگر مجھے تیرا ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ تو اسے نہ مانے گا۔ ابو طالب نے کہا انھوں نے یہ بات انصاف کی تو نہیں کہی مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو مجھے چھوڑنا چاہتا ہے۔ اور میرے برخلاف قوم کا شریک ہوتا ہے تو تجھے اختیار ہے، جو چاہے کر، اس پر بڑی سخت گفتگو ہوئی اور سب و شتم کی نوبت پہونچی"۔ عروج الاسلام جلد ششم ص۱۱ مطبوعہ آگرہ۔

(۵) دو سال کے بعد جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو عبد المطلب کا بیاسی برس کی عمر میں انتقال ہو گیا، اور آپ اپنے دادا کی شفقت سے محروم ہو گئے، عبد المطلب کے بعد ابو طالب نے آپ کی تربیت اور پرورش کی ذمہ داری لی اور ہمیشہ نہایت محبت کے ساتھ اپنے بیٹے کی طرح آپ کو رکھا، کبھی بغیر آپ کے کھانا نہیں کھاتے تھے اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کو پیغمبری کا منصب ملنے سے پہلے اور اس کے بعد اپنی وفات تک آپ کے حامی رہے"۔

رسالہ ذکر مبارک ص۵، مولفہ جناب میمونہ سلطان شاہ بانو بیگم صاحبہ نواب زادہ بیجم حاجی حمید اللہ صاحب، مطبوعہ علی گڑھ مصححہ جناب مولوی محمد حبیب الرحمٰن صاحب صدر الصدور حیدرآباد دکن۔

(۶) وکان ابو طالب فی کل لیلۃ یامر رسول اللہ صلعم ان یاتی فراشہ یضطجع بہ فاذا نام الناس اقامہ وامر احد بنیہ او غیرھم من اخوتہ

جناب ابو طالب ہر رات رسول اللہ صلعم کو اپنے بستر پر آرام کرنے کو فرمایا کرتے اور خود آنحضرت کے ساتھ سوتے تھے، لیکن جب لوگ سو جاتے تھے، تو ابو طالب

وابن عمہ ان یصطفی مکانہ خوفا علیہ ان یقتلہ من یریدہ بالسوء "انسان العیون" مولفہ محدث علی بن برہان بن شافعی ۔

آپ کو وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ سلاتے اور بجائے آپ کے اپنے کسی اور بیٹے یا بھائی یا بھتیجے کو سلا دیتے تھے اس خوف سے کہ جو لوگ آنحضرت کو قتل کرنا چاہتے وہ اپنے برے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکیں ۔

مذکورہ بیانات سے معلوم ہوا کہ اس سخت مصیبت میں آپ کے اصحاب ثلاثہ شریک نہیں تھے، جناب عثمان حبشہ چلے گئے تھے اور حضرت ابو بکر و عمر کفار قریش کی پناہ میں رہ کر آرام کر رہے تھے ۔مزید تسلی کے لئے مواہب لدنیہ ص۵۵ کی ایک روایت پڑھئے ۔

کان اول من ظہر الاسلام سبعۃ مع رسول اللہ صلعم ابو بکر و عمار و امہ سمیہ و صہیب و بلال و المقداد فاما رسول اللہ فمنعہ بعمہ ابی طالب، واما ابو بکر فمنعہ اللہ بقومہ و اما سائرہم فاخذہم المشرکون فلبسہم ادراع الحدید وصہر وہم فی الشمس

شروع میں چھ آدمی رسول اللہ پر ایمان لائے تھے ابو بکر، عمار، اور ان کی والدہ سمیہ اور صہیب اور بلال اور مقداد رسول اللہ حضرت ابو طالب کی حفاظت میں رہے اور ابو بکر اپنی قوم کی پناہ میں رہے باقی لوگوں کو کفار نے پکڑ لیا۔ اور انھیں لوہے کی زرہیں پہنائیں اور ان کو تپتی دھوپ میں بیٹھا دیا ۔

ان بیانات کے بعد اب ہم ذیل میں چند وہ روایتیں پیش کرتے ہیں جس سے جناب ابو طالب کا مومن کامل ہونا ثابت ہوگا۔

(۱) جب صحیفہ لکھا گیا اور کعبہ میں لٹکا یا گیا، تو ان لوگوں نے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو چھوڑ دیا، اور ابو طالب اور ان کے ساتھی اس گھاٹی میں تین سال تک رہے، پھر اللہ تعالی نے دیمک کو بھیجا اس نے جو کچھ ظلم اور قطع رحم کی باتیں اس میں لکھی تھیں وہ کھالیں، اور صرف اللہ کے نام اس میں چھوڑ دئے، پھر جبرئیل نبی صلعم کے پاس آئے اور انھیں اس کی خبر دی، نبی صلعم نے اپنے چچا ابو طالب سے یہ بات بیان کی، ابو طالب آپ کی سب باتوں کو سچ مانتے تھے کسی بات میں شک نہیں کرتے تھے، اس لئے وہ گھاٹی سے نکل کر حرم میں گئے اور عمائد قریش کو جمع کیا۔ اور کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھ سے کہا ہے کہ اللہ تعالی نے تمہارے صحیفہ کی طرف دیمک بھیجی ہے۔ وہ قطع رحم اور ظلم کی تحریر کو کھا گئی، اور اللہ تعالی کا نام چھوڑ دیا۔ اسے لا کر دیکھو، اگر وہ سچا نکلے تو جان لو کہ تم ظالم اور قاطع الرحم ہو، اگر وہ جھوٹا نکلے تو تم حق پر، اور ہم باطل پر ہیں یہ سنتے ہی وہ جلد اٹھے اور اسے لا کر دیکھا، تو ویسا ہی پایا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا پھر ابو طالب

زور پر چڑھ گئے، اور ان کی آواز میں شدت آگئی، اور کہنے لگے کہ تم پیغمبر کو ساحر کہتے ہو اور اس پر بہتان باندھتے ہو، بعد از اں یہ لوگ جن کا ذکر ہوا اٹھ کھڑے ہوئے، اور صحیفے کو رد کر دیا۔

ابو طالب نے اس واقعہ کی نسبت یہ اشعار کہے ہیں۔

وقد کان فی امر الصحیفۃ عبرۃ	متی ما یخبر غائب القوم یعجب
صحیفہ کے معاملہ میں ایک بڑی عبرت کی بات نظر آتی ہے	اس کے حال سے جب کسی غائب شخص کو اطلاع دی جاتی ہے تو تعجب کرتا ہے
محی اللّٰہ منھم کفرھم وعقوقھم	وما نقموا من ناطق الحق معرب
جو کچھ انھوں نے کفر اور عقوق کیا تھا خدا نے اسے محو کر دیا	اور حق کے ساتھ انھوں نے خلاف کیا تھا وہ ظاہر ہو گیا ہے
فاصبح ما قالوا من الامر باطلاً	ومن یختلق ما لیس بالحق یکذب
جو جو باتیں انھوں نے کہی تھیں وہ باطل ہو گئیں	سچ ہے جو شخص حق کے خلاف باتیں بناتا ہے ایسے لوگ

جھوٹا بنایا کرتے ہیں۔ عروج الاسلام جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ — صفحہ ۱۵۰ وابو الفدا جلد اول صفحہ ۱۱۰

(۲) حضرت ابو طالب نے جو وصیت کی تھی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔

ابو طالب بنی عبدالمطلب را در وقت موت خود می طلبید و گفت اگر سخن محمد را بشنوید ہمیشہ بہ خیر و نکوئی او خواہید بود و اتباع امر وے کنید و اعانت او نمائید، و نصرت دہید، تا فلاح و رشد یابید۔ ۔ ۔ با وجود ان میگویند کہ وے ایمان نیاورد و مسلمان از عالم نہ رفت، علماء جواب میگویند کہ ابو طالب اقرار کرد بزبان و تصدیق کرد، بدل“ مدارج النبوۃ صفحہ ۵۲۳[۱]	حضرت ابو طالب نے اپنے انتقال کے وقت بنی عبدالمطلب کو بلا کر وصیت کی کہ محمدؐ جو کچھ فرمائیں اگر اس کو سنو گے اور ہمیشہ ان کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آؤ گے اور ان کی پیروی کرو گے اور ان کی نصرت اور اعانت کرتے رہو گے، تو ضرور نجات پاؤ گے ..... (ابو طالب کے اس واضح بیان کے) باوجود لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائے اور دنیا سے مسلمان نہیں گئے۔ علماء اس کا جواب دیتے ہیں کہ انھوں نے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرلی تھی“

(۳) ولما اشتد مرضہ قال لہ رسول اللّٰہ ﷺ یا عم قلھا استحل لک بھا شفاعتی یوم القیٰمۃ — جب حضرت ابو طالب کا مرض سخت ہو گیا، تو جناب رسول خدا نے فرمایا اے چچا میں چاہتا ہوں کہ آپ وہ کلمہ پڑھ دیجئے تاکہ

[۱] ایضاً صفحہ ۹۸ جلد ۲ سطر ۱۲

یعنی الشہادۃ فقال لہ ابو طالب یا ابن اخی لولا مخافۃ السبۃ وان تظن قریش انما قلتھا جزعاً من الموت لقلتھا فلما تقارب من ابی طالب الموت فجعل یحرک شفتیہ فاصغی الیہ العباس باذنہ وقال واللہ یا ابن اخی لقد قال الکلمۃ التی ان یقولھا فقال رسول اللہ الحمد للہ الذی ھداک یا عم، ھکذا اروی عن ابن عباس والمشھور انہ مات کافراً ومن شعر ابی طالب یدل علی انہ کان مصدقاً لرسول اللہ قولہ،

قیامت کے دن میری شفاعت کے مستحق ہوں۔ یعنی کلمہ شہادتین کا اقرار فرمائیں۔ ابو طالب نے جواب دیا اے میرے فرزند! اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا، وہ کہیں گے کہ میں نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا، تو ضرور کلمہ پڑھ لیتا، لیکن جب موت کا وقت بالکل قریب ہوا، اپنے لبوں کو حرکت دے رہے تھے جناب عباس نے اپنا کان لگا کر غور سے سنا تو آنحضرت سے کہنے لگے، اے فرزند، خدا کی قسم ابو طالب نے وہ کلمہ پڑھ دیا جس کو پڑھنے کے لئے آپ فرما رہے تھے، یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی ھداک یا عم" (اے چچا تمام حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے آپ کی ہدایت فرمائی) ابن عباس سے تو یہی روایت ہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ وہ کافر مرے مگر خود جناب ابو طالب کے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رسول اللہ کی رسالت کے تصدیق کرنے والے تھے:-

چنانچہ ان کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:-

ودعوتنی وعلمت انک صادق　　ولقد صدقت وکنت ثم امینا

اے پیغمبر! آپ نے مجھے (دین حق کی) دعوت دی میں یقین کرتا ہوں کہ آپ اپنی دعوت میں سچے ہیں، بے شک آپ سچے و امین ہیں۔

ولقد علمت بان دین محمدؐ　　من خیر ادیان البریۃ دینا

(اور یہ بھی میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمدؐ جو دین لائے ہیں، وہ دنیا کے تمام دینوں میں سے بہتر ہے۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم　　حتی اوسد فی التراب دفینا

خدا کی قسم، تمام کفار قریش مل کر بھی آپ کو ستا نہیں سکتے، یہاں تک میں خاک میں دفن کر دیا جاؤں گا۔

تاریخ ابو الفداء ص۱۲۳ مطبوعہ لندن

(۲) علامہ سید علی حائری طاب ثراہ سے ایمان و اسلام ابو طالب کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا، ممدوح نے جو جواب کتب اہل سنت سے دیا وہ ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے! یہ جواب مشہور اخبار، اثنا عشری دہلی مورخہ ۲۳ جون ۱۹۲۱ء کو شائع ہوا تھا۔

(۱)　احسن المطالب فی نجات ابی طالب میں سید احمد بن سید زینی دحلان مفتی

اور سیندی نے اپنی شرح دیوان میں اور برزنجی و دیگر محققین علماء اہلسنت نے اعتراف کیا ہے کہ ابوطالب کی نجات کے متعلق بہت سے علماء محققین اور اولیاء عارفین قائل اور معترف ہیں۔ ان میں قرطبی، شعرانی کھلی صریح لفظوں میں ایمان ابوطالب کے معترف ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے فضلاً ہیں جو اس بات کو کہہ گئے ہیں کہ ہمارا بھی اعتقاد ہے کہ اور ہم اسی اعتقاد کے ساتھ خدا کے سامنے جائیں گے، مواہب لدنیہ اور اسنی المطالب میں برزنجی، ابو نعیم، اور بیہقی سے منقول ہے۔

ان النبیؐ حضر اباطالب عند الموت و عندہ ابوجهل و عبد الله بن امیۃ المخزومی، فقال النبیؐ یا عم قل لا اله الا الله کلمة احاج بها لك عند الله فقال ابوجهل و عبد الله ابن امیۃ یا اباطالب اترغب عن ملة عبد المطلب فلم یزالا یردانه حتی قال ابی طالب علی ملة عبد المطلب فلما تقارب بعث ابی طالب الموت، نظر الیه العباس، فراه یحرك شفیته فاصغی الیه باذنه منه الشهادة فقال للنبی صلی الله یا ابن اخی والله لقد قال الکلمة التی امرته بها و لم یصرح من لفظة لا اله الا الله لکونه لم یکن اسلم۔[۱]

جناب ابوطالب کی وفات کے وقت پیغمبر اسلام تشریف لائے، اس وقت ابوطالب کے پاس ابوجہل اور عبداللہ ابن امیہ مخزومی موجود تھے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، چچا! کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھیئے، تاکہ میں خدا کے سامنے حجت پیش کر دوں، آپ کے (ایمان و اسلام کے) بارے میں سنکر ابوجہل اور عبداللہ ابن امیہ مخزومی بول اٹھے اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر چکے ہو؟ ان کے اصرار پر ابوطالب نے جواب دیا، نہیں میں عبدالمطلب ہی کے دین پر قائم ہوں، جب ان کا وقت بالکل قریب آیا، عباس نے دیکھا کہ ابوطالب کے دونوں لب ہل رہے ہیں۔ اپنا کان لگا کر غور سنا وہ کلمۂ شہادت پڑھ رہے تھے، عباس فوراً نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہنے لگے، اے یادگار برادر! خدا کی قسم ابوطالب نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کے پڑھنے کا آپ حکم فرما رہے تھے، اور عباس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تصریح نہیں کی اس لئے کہ آپ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔"

---

[۱] اسنی المطالب مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ھ ص ۱۲ سطر

برزنجی، ذہبی، بنیرہ جوزی، واقدی وغیرہ بروایت ابن سعد، ابن عساکر و محمد بن اسحاق لکھتے ہیں:۔

(ب) قال لما توفی ابو طالب اخبرت رسول اللہ صلعم فبکی بکاء شدیداً ثم قال صلعم اذھب فغسلہ وکفنہ ودفنہ غفر اللہ لہ ورحمہ"	(حضرت امیر المومنین) فرماتے ہیں کہ جب (میرے پدر بزرگوار) جناب ابو طالب کا انتقال ہوگیا، میں نے آنحضرت کو اس کی خبر دی، آنحضرت بہت روئے

اور فرمایا اے علیؑ جاؤ انکیں غسل و کفن دو اور دفن کرو، خدا ان کو بخشے اور رحم کرے۔

ابو داؤد، نسائی، ابو الجارود، ابن خزیمہ نے بھی اس روایت کو جناب امیر سے روایت کیا ہے۔

تذکرۃ الائمہ میں بنیرہ ابن جوزی، ابن سعد اور واقدی سے روایت ہے۔

(ج) قال لہ العباس یا رسول اللہ انک لترجو لہ فقال صلعم ای واللہ لارجو لہ وجعل رسول اللہ صلعم یستغفر لہ ایاما لا یخرج من بیتہ	(جناب ابو طالب کے دفن ہونے کے بعد) جناب عباس نے آنحضرت سے فرمایا، آپ ابو طالب کی نجات کی امید رکھتے ہیں، آنحضرت نے فرمایا،

ہاں، خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں، اس کے بعد آنحضرت کئی دن تک جناب ابو طالب کے لئے استغفار کرتے رہے اور اپنے گھر سے باہر تشریف نہیں لائے۔

(د) بنیرہ جوزی نے واقدی، اور ابن عباس سے روایت کی ہے۔

عارض رسول اللہ جنازۃ ابی طالب فقال وصلت الرحم جزاک اللہ یا عم خیراً"	پیغمبر اسلام جنازہ ابو طالب پر تشریف لائے، فرمایا، اے چچا آپ نے صلہ رحمی "کیا خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

(ھ) اسی طرح مناقب میں رازی نے ذخائر العقبیٰ میں محب الدین طبری، اور ذہبی، اور برزنجی، اور ابو نعیم وغیرہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول اللہ صلعم اذا کان یوم القیمۃ شفعت لابی وامی وعمی ابی طالب واخ لی فی الجاھلیۃ	رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اپنے ماں باپ اور چچا ابو طالب، اور زمانہ جاہلیت میں جو میرا بھائی تھا، ان سب کی شفاعت کروں گا۔

ابو نعیم نے توضیح کی ہے کہ وہ بھائی زمانۂ جاہلیت کا رضاعی بھائی تھا۔

خود ابو طالب کے کثرت سے اشعار ہیں جو ان کے مسلمان اور موحد ہونے کی روشن

دلیل ہیں۔ زینی اور برزنجی نے لکھا ہے کہ شعب ابو طالب کو قریش کے محاصرہ کرنے کے وقت ابو طالب کے ایک طویل خطبہ مخاطبیت قریش میں انشاء فرمایا اور حسب ذیل اشعار ان کے عقیدہ حقہ اور اسلام پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔

الم تعلموا انا وجدنا محمداً رسولاً کموسیٰ صح ذالک فی الکتب

کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہم نے محمد صلعم کو رسول پایا، موسیٰ کی طرح جس کی صحت کتب (آسمانی) میں موجود ہے

وخیر بنی ہاشم احمد رسول الالٰہ علی فترۃ

بنو ہاشم میں سب سے بہتر احمد ہیں، زمانہ فترت کے بعد خدا کے رسول ہیں

نبی اتانا بالدین من عند ربہ بصدق وحق لا تکن حمزہ کافرا

(محمدؐ نبی ہیں) جو دین کو سچائی اور حقانیت کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف سے لائے ہیں۔ لہٰذا اے حمزہ تم انکار نہ کرنا۔

پھر اقرار توحید میں فرمایا ہے۔

رب الناس لیس لہ شریک ھو الوھاب والمبدی والمعید

یعنی سب کا پالنے والا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ شروع میں سب کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی پھر سب کو پلٹائے گا۔

ایک محقق کے لئے میرے خیال میں تسلیم اسلام ابو طالب کے متعلق اسی قدر کافی ہے اور کسی ناقد بصیر کو اس کے بعد اسلام ابو طالب کے متعلق شک و شبہہ باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے گواہی دی کہ خدا نے ان کو بخش دیا، اور ان پر رحم کیا۔ آنحضرت نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور یہ قرآنی بات ہے کہ مومن کافر کے لئے دعائے خیر نہیں کرتا، چہ جائیکہ رسول اللہؐ۔

(د) حاشیۂ شفائے عیاض پر امام احمد بن حسین حنفی موصلی اور علی جمہوری اور تلمسانی سے نقل کیا گیا ہے۔

ان لبغض ابی طالب کفر لانہ کان حامی للنبیؐ وناصرہ ومربیہ فمن مذم النبیؐ وایذائہ ایذا للنبیؐ ومن یذمہ فھو کافر ویجب قتلہ عند المالکیۃ وان تاب یجب قتلہ۔

یعنی ابو طالب سے بغض رکھنا کفر ہے، کیونکہ نبی کے حامی، مددگار، مربی ہیں۔ ابو طالب مذمت نبیؐ کی مذمت ہے اور ابو طالب کو ستانا پیغمبر اسلام کو ستانا، اور جو نبی کی مذمت کرے

کافر ہے۔ اس کا قتل کر دینا واجب ہے اور مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ نبی کی مذمت کرنے والا توبہ بھی کرے تب بھی واجب القتل ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ ابوطالب کا اپنے بیٹوں کو پیغمبر کا ساتھ دینے کی تاکید کرنا، اور اپنے بھائیوں، عباس و حمزہ وغیرہ کو اسلام لانے کی بے حد رغبت دلانا یہ سب باتیں نتیجہ ظاہر کر رہی ہیں کہ ابوطالب اسلام کو صرف اچھا ہی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ایسا حق مانتے تھے کہ لوگوں کو بت پرستی سے روکتے تھے، اور پیغمبر صلعم و نیز دین اسلام کی طرف متوجہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے حضور ختمی مآب صلعم کو حقیقی فرزندوں سے زیادہ عزیز اور دوست رکھتے تھے

(۵) شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے، حضرت عباس نے جو اس وقت تک کافر تھے، کان لگا کر سنا تو آنحضرت سے کہا کہ تم نے جس کلمہ کے لئے کہا تھا ابوطالب وہی کہہ رہے ہیں۔ سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۶[۱]

ابوطالب نے آنحضرت صلعم کے لئے جو جاں نثاریاں کیں ان سے کون انکار کر سکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ پر نثار کرتے تھے، آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا آپ کی خاطر محصور ہوئے، فاقے کئے، شہر سے نکالے گئے، تین برس تک آب و دانہ بند رہا۔ کیا یہ عجب بے بچش سا ہے جان نثاریاں سب ضائع ہو جائیں گی" سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۸ مطبوعہ نامی پریس ما کانپور۔

(۶) شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

چوں ابوطالب وفات یافت سید عالم ہمراہ جنازہ ابوطالب میرفت، و می گفت اے عم من صلۂ رحم بجا اوردی و در حق من ہیچ تقصیر نہ کردی خدا ترا جزائے خیر دہد" "مدارج النبوۃ"

جب ابوطالب نے انتقال کیا تو آنحضرت جناب ابوطالب کے جنازے کے ہمراہ جا رہے تھے، اور فرماتے تھے اے میرے چچا، آپ نے حق صلۂ رحمی ادا کیا، اور میرے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی خدا آپ کو بہترین جزا دے"[۲]

معاذ اللہ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو آنحضرت کے سینہ سپر نہ رہتے۔ کہیں اسلام کا دشمن

---

[۱] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۲۲۳ ط دوم ۱۲ عابد حیدری
[۲] ایضاً .. .. .. صفحہ ۱۳۱
" صفحہ "

اسلام کے بانی کی نصرت کر سکتا ہے؟
اگر آنحضرت کو ابو طالب کی اسلامی حمایت اور ایمانی محبت پر اطمینان نہ ہوتا تو
ان کی وفات پر محزون نہ ہوتے اور آیۂ مندرجہ ذیل کے خلاف دعائے مغفرت نہ فرماتے۔

ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم"
پ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۴

جبکہ نبی اور مومنین پر ظاہر ہو چکا کہ مشرکین جہنمی ہیں تو اس کے بعد مناسب نہیں کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرے، خواہ وہ مشرکین قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں"

ابو طالب کے بارے میں مذکورہ بیانات کو پڑھئے اور اپنے خلفاء کے سچے اسلام اور آپ کے ایمان سے تقابل کیجئے۔ جو عمر بھر تذبذب میں رہے، شرک خفی میں مبتلا رہے (فی الحال ذیل کے بیانات پڑھئے آئندہ انشاء اللہ بہت کچھ آئے گا۔)

ان الشیخین ھربا یوم احد، ورجع عمر الی نیشف دموعه ولیسئل علیا العفو، فقال الست المنادی قتل محمد فارجعوا الی ادیانکم فقال انما قالھا ابوبکر۔
(مسند احمد بن حنبل۔)

اس میں شک نہیں کہ حضرات شیخین جنگ احد میں بھاگ گئے، پھر حضرت عمر آنسو پونچھتے ہوئے واپس آئے۔ اور حضرت علیؑ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے ندا نہیں دی تھی کہ محمدؐ قتل ہو گئے لہذا اے لوگو! اپنے سابقہ دین (بت پرستی) کی طرف لوٹ جاؤ۔ حضرت عمر کہنے لگے میں نے نہیں کہا تھا بلکہ ابو بکر نے کہا تھا

اخرج البخاری فی الادب المفرد عن معقل بن یسار قال انطلقت مع ابی بکر الصدیق الی رسول اللہ صلعم فقال یا ابابکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل فقال ابوبکر وھل الشرک الا من جعل مع اللہ الھا آخر قال النبی صلعم والذی نفسی بیدہ لالشرک فیکم اخفی من دبیب النمل۔
تفسیر در منثور جلد ۴ صفحہ ۵۲ سطر ۳۰

بخاری نے ادب مفرد میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں جناب ابو بکر کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، آنحضرتؐ نے ابو بکر سے فرمایا تم میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی موجود ہے، پس ابو بکر نے کہا کہ آخر شرک یہی تو ہے کہ آدمی خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود قرار دے، تو آنحضرت نے فرمایا، اُسی خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ضرور شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے زیادہ خفی موجود ہے۔

سبحان اللہ صد آفریں اس سچے مذہب پر اور ہزار تحسین ان عقاید پر، ابو طالب جن کے
ایمان و اسلام کی تصدیق قرآن، حدیث علماء کے ارشادات، خود ان کے بیانات سے ہوتی
ہے۔ ان کو تو آپ کافر و مشرک کہیں، اور جو حضرات جہاد سے بھاگ جائیں اور "شرک خفی"
میں آلودہ ہوں ان کو آپ تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں سب سے
بہتر سمجھتے ہیں، بریں عقل و دانش ببایدگریست شاید آپ ہی ایسے لوگوں کے لئے ارشاد ہے۔

ھم لا یعلمون ، ھم لا یعقلون، ھم لا یتدبرون، ھم لا یتفکرون
وہ لوگ کچھ نہیں جانتے، وہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے، وہ لوگ کچھ غور نہیں کرتے، وہ لوگ کچھ نہیں سوچتے۔
ھم لا یتذکرون
وہ لوگ نہیں یاد کرتے! وہ لوگ یہ سب نہیں کرتے تو پھر کیا کرتے ہیں۔ فی طغیانھم یعمھون۔

اسی طرح جناب خدیجہ کی سابق الاسلامی خود بخاری شریف سے ثابت ہے۔

(۱) "جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب کہ لوگوں
نے میری رسالت سے انکار کیا، میری رسالت کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے
مجھے جھوٹا کہا، اور اپنا مال مجھ پر اس وقت صرف کیا جب کہ لوگوں نے مجھے نہ دیا۔"
ترجمہ صحیح بخاری مطبع احمدی لاہوری ص۱۸ ۔ ۱۹۔ کتاب المناقب

(۲) ارشاد خداوندی ہے۔

ووجدک عائلاً فاغنی ۔ یعنی تم کو خدا نے تنگدست پایا پس غنی بنا دیا۔
اس آیتہ کی تفسیر، مفسرین اہلسنت نے حسب ذیل کی ہے۔
خدائے پاک کے اس ارشاد سے وہ مال مراد ہے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام
نے آنحضرتؐ پر صرف کیا تھا، معالم التنزیل ص۹۹۲،

(۳) ولادت کے پہلے والد کے انتقال کر جانے سے پیغمبر صاحب تہی دست رہ گئے،
دادا اور چچا نے پرورش کیا وہ بھی ان کا احسان تھا، پیغمبر صاحب کی تونگری جس کی منت
خدا ان پر رکھتا ہے اس طرح شروع ہوئی کہ خدیجۃ الکبریٰ بڑی مالدار تھیں، ملک شام
میں ان کی تجارت ہوا کرتی تھی، انھوں نے پیغمبر صاحب کی راستی اور دیانت داری کا شہرہ
سنا اور ان کو سردار قافلہ بنا کر شام بھیجا، تجارت میں خدا نے برکت دی، اور خدیجۃ الکبریٰ
نے پیغمبر صاحب سے نکاح کر لیا پیغمبر صاحب کی پہلے سی بے سروسامانی دور ہو گئی، یہی ان

کی توانگری تھی۔ ترجمہ قرآن شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب۔

(۴) ان اللّٰہ تعالیٰ اغناہ بتربیۃ ابی طالب ولما اختلف احوال ابی طالب اغناہ بمال خدیجہ[۵] — اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو ابو طالب کی تربیت کرنے سے غنی بنا دیا اور جب ابو طالب کی مالی حالت خراب ہو گئی تو خدیجہ کے مال سے غنی کر دیا۔

(۵) دیا فت ترا در ویشے عیالدار پس تونگری ساخت ترا بمال خدیجہ" تفسیر حسینی جلد ۲ صفحہ ۴۶۶" — خدا نے تم کو تنگ دست عیالدار دیکھا تو جناب خدیجہ کے مال سے غنی بنا دیا۔

اسی طرح جناب حمزہ کے اسلام کا حال "رسالہ ذکر مبارک" میں اس طرح درج ہے۔

(۱) ایک دن رسول اللہؐ کوہ صفا پہ تشریف رکھتے تھے، ادھر سے ابوجہل نکلا، آپ کو دیکھ کر گالیاں دینے لگا۔ اور ایک پتھر اٹھا کر مارا جس سے آپ کا سر زخمی ہو گیا۔ اور خون بہنے لگا۔ آپ صبر کر کے گھر چلے آئے، آپ کے چچا حمزہ شکار سے واپس آرہے تھے، ایک عورت نے ان سے کہا، بڑا افسوس ہے کہ تمہارے بھتیجے کو ابوجہل نے آج زخمی کیا، حضرت حمزہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن آخر چچا تھے، یہ سنکر خون نے جوش کیا، حضرت حمزہ نے غصہ میں آکر کہا خدا کی قسم جب تک اس شخص سے بدلہ نہ لیلونگا جس نے محمدؐ پہ ظلم کیا ہے مجھ پہ کھانا پینا حرام ہے، اسی حال میں رسول اللہؐ کے پاس آئے، اور آپ سے کہا تمھارا چچا تمہارے دشمن سے بدلہ لینے آگیا ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا آپ اسے اپنے حال پہ چھوڑ دیجئے، جس کا نہ باپ ہے نہ چچا، نہ ماں، سوائے خدا کے کوئی مددگار نہیں، حضرت حمزہ نے قسم کھا کر کہا میں تمہاری ضرور مدد کروں گا۔ آپ نے جواب دیا، اگر آپ میری مدد میں مشرکوں کو اتنا قتل کریں کہ ان کے خون سے نہا جائیں، تو بھی آپ میرے عزیز نہیں ہو سکتے، جب تک آپ ایمان نہ لائیں، اور اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمد رسول اللّٰہ نہ کہیں، حضرت حمزہ کے دل پہ آپ کی باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ اور ان کو آپ کی سچائی

۵؎ تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۶۷۵ مطبوعہ مصر ۱۲۸۹ھ عابد حیدری

کا یقین ہو گیا۔ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے، رسول اللہ نے خوش ہو کر حضرت حمزہ کی پیشانی چوم لی، حضرت حمزہ کے ایمان لانے سے اسلام کو بڑی تقویت ہوئی، کیونکہ یہ بڑے بہادر تھے، اور سب پر ان کا رعب چھایا ہوا تھا"۔

(۲) مدارج النبوۃ ص۔۔ پر بھی یہی ہے آخری الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔

" ابو جہل کی اس حرکت پر حضرت حمزہ غضبناک ہو کر اس کے پاس گئے اور اس کے سر پر اپنی کمان اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اور فرمایا کہ تو محمد مصطفےٰ کو اذیت اور دشنام دیتا ہے، حالانکہ میں انھیں کے دین پر ہوں"[1]

(۱) جناب جعفر بن ابی طالب کا ایمان لانا بھی علماء اہل سنت نے تسلیم کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :-

فلم یزل علی مع رسول اللہ و جعفر عند العباس حتی بعثہ اللہ نبیا، فاتبعہ علی فآمن بہ و صدقہ ولم یزل جعفر حتی اسلم و اتبعہ "

حضرت علی ہمیشہ آنحضرت کے پاس رہے (کیونکہ آنحضرت نے اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔) اور جعفر ہمیشہ عباس کے پاس رہے، (کیونکہ انھوں نے آپ کو کفالت میں لیا تھا) (مگر) خدا نے جب آنحضرت کو نبی بنا کر مبعوث کیا تو حضرت علیؑ نے آپ کی پیروی کی۔ آپ پر ایمان لائے، اور آپ کی تصدیق کی، اور جعفر اپنے حال پر رہے۔ یہاں تک کہ اسلام لائے اور آنحضرت کی پیروی کی۔ ازالۃ الخفا مقصد دوم ص۔۔ مطبع صدیقی۔

(۲) یہی جناب جعفر ہیں جنھوں نے حبشہ میں نجاشی بادشاہ کو اسلام کی حقانیت بتائی اور جب کفار، مسلمان مہاجرین کو وہاں سے واپس لینے گئے تھے اور نجاشی کو تحفے تحائف دیکر چاہا تھا کہ ان مظلوموں کو واپس لاکر پھر ستائیں تو جناب جعفر ہی نے نجاشی کو اصل بات سے آگاہ کیا اور کفار کے مکر و فریب سے خبردار کیا، " ذکر مبارک کی چند سطریں ملاحظہ ہوں۔

نجاشی نے ان سے پوچھا تمہارا کیا دین ہے؟ حضرت جعفر کھڑے ہو گئے، اور فرمایا، اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم سے تھے، بتوں کو پوجتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، خدا نے ہم میں ایک نبی پیدا کیا، اس نے ہم کو خدا کی طرف بلایا کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ کریں، ہم نے اس کی سچائی پر یقین

---

[1] مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۔۔ سطر ۱۸ طبع نولکشور۔ ۱۲ عابد حیدری

کیا، اور جو کچھ اس کے پاس خدا کی طرف سے آیا، اس کی ہم نے پیروی کی ہم ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں، اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے، اس تقریر سے نجاشی اور اس کے درباریوں پر اچھا اثر پڑا، نجاشی نے کہا، تمھارے رسول پر جو کچھ خدا کی طرف سے اترا ہے، وہ سناؤ، حضرت جعفر نے بڑی خوش الحانی سے سورۂ مریم کی تلاوت کی، خدا کا کلام سن کر نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گیا۔ اور اس نے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا "خدا کی قسم میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ وہی محمد رسول اللہؐ ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی"۔ ص۲۷ تا ص۲۹،

* ترجمہ قرآن ڈپٹی نذیر احمد ص۱۶۰ مطبوعہ النور محمدی لکھنؤ۔

یہ تو آنحضرتؐ کے قرابت داروں کے ایمان و اسلام کی بات تھی۔ اب خصوصیت سے نفس رسولؐ، حضرت علیؑ کے بارے میں چند احادیث و اقوال مورخین ملاحظہ ہوں۔ جس سے ثابت ہو گا کہ آپ ہی سابق الایمان والاسلام ہیں۔ آپ ہی صدیق اکبر فاروق اعظم" اور سید الصادقین ہیں۔

(۱) عن ابن عباس فی قولہ۔ تعالیٰ، من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم قال علی یا رسول اللہ ھل نقدر علی ان نذروک فی الجنۃ قال یا علیؑ ان لکل نبیؐ رفیقا اول من اسلم من امتہ فنزلت ھذہ الایۃ اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا فقال ان اللہ تعالیٰ قد انزل بیان ما سئلت فجعلک رفیقی لانک اول من اسلم وانت الصدیق الاکبر۔

(التفسیر ابن الحجام ص۲۳۳) ارجح المطالب[1]

ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی پس وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ جن پر خدا نے اپنی نعمت اتاری، روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول کیا ہم حضور کو جنت میں دیکھیں گے، سرور عالم نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے، جو اس کی امت میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہے، پس یہ آیت نازل ہوئی اولئک مع الذین الخ۔ کہ وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور یہ لوگ ان کے ا

[1] ص۸۴۷ باب علم، مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ عابد حیدری

رفیق ہوں گے۔ جناب سرورِ عالم نے جناب امیر کو بلایا، اور فرمایا، یا علیؑ خدائے تعالیٰ نے تیرے سوال کا جواب نازل فرمایا۔ اور تجھے میرا رفیق بنایا، کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے، اور تو صدیق اکبر ہے۔

(۲) عن علی قال، قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی القیامۃ رکبان غیرنا اربعۃ فقال رجل من الانصار فداک ابی و امی من ھم یا رسول اللہ قال انا علی البراق واخی صالح علی ناقۃ اللہ التی عقرت وعمی حمزۃ علی ناقۃ العضباء واخی علیؑ علی ناقۃ من نوق الجنۃ بیدہ لواء الحمد ینادی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فیقول الادمیون ما ھذا الا ملکا مقربا او نبیا مرسلا او حامل العرش فیجیبھم ملک من بطنان العرش یا معشر الادمیین لیس ھذا ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا ولا حامل عرش ھذا الصدیق الاکبر علیؑ بن ابی طالب"۔

(اخرجہ ابو جعفر العقیلی)[۱]

جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں ہم چار شخص کے علاوہ کوئی پانچواں شخص سوار نہ ہوگا۔ انصار میں سے ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا، یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ چار شخص کون ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ ایک تو میں ہوں کہ براق پر سوار ہوں گا۔ اور دوسرے میرے بھائی صالح نبی ناقۃ اللہ پر سوار ہوں گے، جس کے پاؤں کاٹ دئے گئے تھے، تیسرے میرے چچا حمزہ ناقہ عضباء پر سوار ہوں گے، چوتھے، میرے بھائی علیؑ جنت کے ناقوں میں سے ایک ناقہ پر سوار ہوں گے، ان کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا، اور وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکارتے ہوں گے، تمام آدمی کہیں گے، یہ کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل یا حامل عرش ہے پس ان کے جواب میں ایک ملک عرش سے کہے گا، کہ یہ نہ کوئی ملک مقرب ہے، اور نہ کوئی نبی مرسل نہ حامل عرش، بلکہ یہ صدیق اکبر علی بن ابی طالبؑ ہیں[۱]۔

(۳) عن عباد بن عبد اللہ ایضا قال علی انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا ذلک غیری الا کاذب صلیت قبل الناس سبع سنین[۲]

عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب امیر نے فرمایا میں خدا کا بندہ، رسول اللہ کا بھائی ہوں، اور میں صدیق اکبر ہوں، یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا، مگر جھوٹ بولنے والا، میں نے سات برس سب سے پہلے نماز پڑھی

اخرجہ احمد فی المناقب والنسائی فی الخصائص والحاکم فی المستدرک وحاکم ابو زید بن عثمان بن ابی شیبہ فی سننہ وابن عاصم فی السنۃ وحافظ ابو نعیم الحلیۃ والعقیلی

---

[۱] ارجح المطالب صفحہ ۲۹ باب اول مطبوعہ لاہور　[۲] ایضاً باب اول مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ عابد حیدری

(۴) عن سلمان الفارسی و ابی ذر الغفاری
قال اخذ رسول اللہ صلعم بید علیؑ فقال ان
ھٰذا اول من آمن بی، وھٰذا فاروق
ھٰذہ الامۃ وھٰذا یعسوب المومنین، وھٰذا
من یصاحبنی یوم القیمۃ وھٰذا الصدیق
الاکبر (اخرجہ الطبری والدیلمی والطبرانی
فی الکبیر فی مسند سلمان) ایضاً[۵]

(۵) عن ابن عباس وابی لیلیٰ قالا قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الصدیقون ثلاثۃ
حبیب النجار، مومن الیاسین، الذی قال
یا قوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مومن آل
فرعون الذی قال اتقتلون رجلاً ان یقول
ربی اللہ وعلی بن ابی طالب وھو افضلھم
ایضاً ص۲۲[۶]

(۶) عن ابی لیلیٰ قال، قال رسول اللہ صلعم ستکون
من بعدی فتنۃ فاذا کان ذلک فالزموا
علیاً فانہ الفاروق بین الحق والباطل۔
اخرجہ الخوارزمی وابن عبد البر فی الاستیعاب۔

(۷) عن ابی رافع قال صلی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اول یوم الاثنین وصلت خدیجۃ
آخر یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلثاء
من الغد وصلوا مستخفیا قبل الناس
سبع سنین .... ایضاً

جناب سلمان اور حضرت ابو ذر غفاری سے روایت
ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی کا ہاتھ تھام کر فرمایا
بتحقیق یہ وہ ہیں جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے
اور یہ اس امت میں حق و باطل کے درمیان فرق
کرنے والے ہیں۔ یہی مومنوں کے امیر ہیں۔ یہی قیامت
کے دن بھی میری مصاحبت کریں گے، یہی صدیق
اکبر ہیں۔

بخاری نے ابن عباس سے اور امام احمد نے ابو لیلیٰ سے
روایت کیا ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا صدیق تین
ہیں، اول حبیب النجار مومن الیاسین، جس نے اپنی قوم
سے کہا تھا اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو۔ اور
حزقیل مومن آل فرعون جنھوں نے کہا تھا، کیا تم لوگ
ایسے شخص کو قتل کرو گے جو کہتا ہے میرا پالنے والا خدا
ہے اور علی ابن ابی طالب جو ان سے افضل ہیں۔

ابو لیلیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے
بعد فتنہ ہوگا۔ پس جب ایسا ہو تو تم لوگ علیؑ سے
جدا نہ ہونا، کیونکہ وہ فاروق ہے جو حق و باطل
میں تفرقہ کرنے گا۔ ارجح المطالب

ابو رافع سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے ابتدا
روز دوشنبہ نماز پڑھی اور حضرت خدیجہ نے آخر
روز دوشنبہ سے نماز پڑھی، اور حضرت علی علیہ السلام
نے سہ شنبہ صبح سے نماز پڑھی اور سات برس تک لوگوں
سے پہلے مخفی طور پر تینوں بزرگوار نماز پڑھتے رہے

---

[۵] ارجح المطالب ص۲۵ باب اول مطبوعہ لاہور
[۶] 〃 〃 ص۲۶ 〃 〃 〃 〃 〃

(۸) عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلعم ان الملائکۃ صلت علیَّ و علی علی سبع سنین قبل ان یسلم بشر۔ ایضاً[۱]

ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، مجھ پر اور علیؑ پر سات برس تک ملائکہ نے درود بھیجا، قبل اس کے کہ کوئی شخص مشرف بہ اسلام ہو، انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ پر اور علیؑ پر سات برس تک ملائکہ درود پڑھتے رہے ابوایوب انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ پر اور علیؑ پر سات برس تک ملائکہ نے درود

(۹) عن انس بن مالک قال رسول اللہ صلعم صلت الملائکۃ علیَّ و علی علیؑ سبع سنین و ذلک انہ لم ترفع شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الی السماء الا منی و من علیؑ۔ ایضاً

بھیجا، قبل اس کے کہ کوئی شخص مشرف بہ اسلام ہو۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ پر اور علیؑ پر سات برس تک ملائکہ درود پڑھتے رہے۔ اور یہ اس لئے کہ سوائے میری اور علیؑ کی آواز اشہد ان لا الہ الا اللہ کے کسی اور کی آواز آسمان تک نہیں پہونچی۔

(۱۰) عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ السابقون الخ قال سبق یوشع بن نون الی موسیٰ و سبق صاحب الیاسین الی عیسیٰ و سبق علی بن ابی طالب الی محمد بن عبد اللہ صلعم۔ اخرجہ الضحاک والطبرانی، وابن مردویہ۔ ارجح المطالب

ابن عباس سے مروی ہے کہ آیۃ السابقون الخ سے مراد یہ ہے کہ یوشع بن نون نے حضرت موسیٰ کی طرف اور صاحب الیاسین نے حضرت عیسیٰ کی طرف اور حضرت علی بن ابی طالبؑ نے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف اسلام لانے اور ان کی تصدیق کرنے میں سبقت کی۔

(۱۱) عن عفیف الکندی قال جئت فی الجاہلیۃ الی مکۃ فنزلت علی العباس بن عبد المطلب فلما ارتفعت الشمس و حلقت فی السماء و انا انظر الی الکعبۃ اقبل شاب فرمی ببصرہ الی السماء ثم استقبل الکعبۃ فقام مستقبلھا فلم یلبث حتی جاء غلام فقام عن یمینہ فلم یلبث حتی جاءت امرأۃ فقامت خلفھما فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأۃ فحنی الشاب ساجداً فسجدا معہ فقلت

عفیف کندی کہتا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں، میں مکہ آیا، اور حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس مقیم ہوا، جب آفتاب بلند ہوا اور آسمان کی پوری بلندی پر پہنچا اس وقت میری نظر کعبہ کی طرف تھی میں نے دیکھا کہ ایک جوان شخص آیا اور نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، اس کے بعد کعبہ کی طرف رخ کیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بھی نہ گذری تھی کہ ایک صاحبزادہ آیا۔ اور وہ اس جوان کے داہنی طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ ایک

---

[۱] ارجح المطالب صہ ۹۳ باب دوم۔ چھبیسویں آیت، و صہ ۴۸۲ چوتھا باب ۱۲ عابد حیدری

یا عباس امر عظیم۔ فقال هل تدری من هذا الشاب فقلت لا فقال محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب هذا ابن اخی هل تدری من هذا الغلام فقلت لا فقال هذا علی بن ابی طالب بن عبد المطلب هذا ابن اخی هل تدری هذہ المرأۃ التی خلفهما فقلت لا قال هذہ خدیجۃ بنت خویلد زوجۃ ابن اخی هذا حدثنی ان ربہ رب السموات والارض امرہ بهذا الدین الذی هو علیہ واللہ ما علی الارض کلها احد علی هذا الدین غیر هولاء الثلثۃ اخرجہ احمد والنسائی[له]

خاتون آئیں اور وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں اس کے بعد اس جوان نے رکوع کیا تو اس صاحبزادے اور خاتون نے بھی رکوع کیا، پھر وہ جوان کھڑا ہو گیا تو وہ صاحبزادے اور خاتون بھی کھڑے ہو گئے، اس کے بعد اس جوان نے سجدہ کیا۔ میں نے عباس سے کہا، یہ تو میں ایک بڑی بات دیکھ رہا ہوں، عباس نے کہا تم جانتے ہو یہ جوان کون ہیں؟ میں نے کہا نہیں، کہنے لگے: یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرے بھائی کے فرزند ہیں، تم جانتے ہو یہ صاحبزادے کون ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ علی بن ابی طالب میرے برادرزادے ہیں۔ کہا جانتے ہو یہ خاتون کون ہیں؟ جو ان دونوں کے پیچھے ہیں۔ میں نے کہا نہیں جواب دیا۔ یہ خدیجہ بنت خویلد میرے بھتیجے کی بیوی ہیں، میرے بھتیجے کا کہنا ہے کہ اس کا پروردگار جو تمام آسمان و زمین کا پروردگار ہے۔ (اسی نے) اسے اس دین کا حکم دیا ہے کہ وہ اس دین پر قائم رہیے، اور خدا کی قسم زمین پر سوائے ان تین کے کوئی چوتھا اس دین پر نہیں۔

خصائص نسائی صـ۳-۴ و کامل ابن اثیر جلد ثانی صـ۲۲ میں باختلاف الفاظ و تاریخ طبری جلد اول حصہ سوم صـ۱۱۶۱ میں بھی یہ حدیث درج ہے۔

(۱۳) عن عمر بن الخطاب قال اشهد علی رسول اللہ سمعتہ وهو یقول لوان السموات السبع والارضین السبع وضعن فی کفۃ میزان ووضع ایمان علی بن ابی طالب[ع] فی میزان لیرجح ایمان علی[ع]"

حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک پلے میں رکھے جائیں اور حضرت علی[ع] کا ایمان ایک میں تو علی کے ایمان کا پلہ بھاری ہو گا۔

(مناقب اخطب خوارزمی فصل ۱۲)

له ارجح المطالب صـ۹۳ مطبوعہ لاہور

(۱۳) عن عمر قال کنت انا و ابو عبیدہ و ابو بکر و جماعۃ من الصحابہ اذ ضرب رسول اللہ علی منکب علیؑ فقال یا علیؑ انت اول المومنین و اول المسلمین اسلاما و انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰؑ۔

(اخرجہ ابن السمان)

جناب عمر سے روایت ہے کہ میں اور ابو عبیدہ اور ابو بکر اور صحابہ کی ایک جماعت (آنحضرت کی صحبت میں) موجود تھی کہ رسول اللہؐ نے علی کے دوش پر ہاتھ رکھا کر فرمایا اے علیؑ تم سب سے پہلے مومن ہو، اور تمام مسلمانوں میں پہلے مسلمان ہو، اور تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

(۱۴) تسمیہ کرد او را ابو طالب بہ علی، و تسمیہ نمود پیغمبر خدا بہ صدیق، و لقب کرد بہ امین و شریف و ہادی و مہدی و یعسوب الائمہ وغیرہ وغیرہ

مدارج النبوۃ،

جناب ابو طالب نے حضرت علیؑ کا نام علی رکھا، اور پیغمبر خدا نے "صدیق" نام رکھا، اور امین، شریف ہادی، مہدی، یعسوب الائمہ وغیرہ لقب رکھا۔

(۱۵) و تلقیب حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہ مرتضیٰ در احادیث دیدہ نشد، و نہ در صدر اول ایں لفظ مستعمل بود، در احادیث صحیحہ کنیت شان ابو تراب و ابو الریحانین و تلقیب ایشان بہ ذی القرنین و یعسوب الدین و صدیق، و فارق، و سابق، و یعسوب الامۃ و یعسوب قریش، و بیضۃ البلد، و امین، و شریف و ہادی و مہدی وغیرہ مروی و ثابت است" فتاوائے عزیزی جلد ۲ ص۱۸ مطبعہ مجتبائی دہلی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتضیٰ لقب پانا احادیث میں نہیں دیکھا گیا۔ اور نہ صدر اول میں یہ لفظ مستعمل تھا۔ البتہ صحیح حدیثوں میں آپ کی کنیت ابو تراب، ابو الریحانین، اور آپ کا لقب ذو القرنین یعسوب الدین، صدیق، فاروق، سابق، یعسوب الائمہ، ہادی اور مہدی وغیرہ مروی اور ثابت ہے۔

(۱۶) فذہب صاحب السیرۃ و کثیر من اہل العلم ان اول الناس اسلاما علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و عمرہ تسع سنین و قیل احدی عشر سنۃ و کانت فی حجر رسول اللہ صلعم قبل الاسلام فلم یزل علیؑ مع النبی حتی

صاحب السیرۃ اور اکثر علماء اس امر پر متفق ہیں کہ علی بن ابی طالب سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور اس وقت آپ کی عمر نو سال کی تھی، اور ایک قول کے مطابق گیارہ سال کی تھی، آپ کی پرورش رسول کی آغوش میں ہو رہی تھی، آپ ہمیشہ حضور

بعثہ اللہ نبیا فصدقہ علی"

"تاریخ ابو الفداء ا ص۱۱۸"

کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ خدا نے آنحضرت کو نبی بنا کر مبعوث کیا اور حضرت علیؑ نے آپ کی تصدیق فرمائی۔

(۱۷) واخرج ابن مردویہ عن ابی ہریرۃ والذی جاء بالصدق قال رسول اللہ صلعم وصدق بہٖ قال علی بن ابی طالب" در منثور ج ۵ ص۳۲۸۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جاء بالصدق سے مراد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور صدق بہ سے مراد علی بن ابی طالب ہیں۔

(۱۸) والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم" پ ۲۷ سورۃ حدید۔ وعن ابن عباس قال انھا نزلت فی علیؑ (اخرجہ احمد فی المسند والثعلبی فی تفسیرہ والمغازلی فی المناقب)

جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے، یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(۱۹) فی علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وسبقہ فذھب کثیر من الناس الی انہ لم یشرک باللہ شیئا فیستانف الاسلام بل کان تابعا للنبیؐ فی جمیع افعالہ مقتدیا بہ وبلغ وھو علی ذلک ان اللہ عصمہ وسددہ ووفقہ بالتبعیۃ علیہ السلام لانہما کانا غیر مضطرین ولا مجبورین علی فعل الطاعات بل مختارین قادرین واجتناب منہیات مروج الذہب جلد اول ص۳۰ طبع مصر۔

علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے اسلام کے بارے میں اکثر لوگوں کا مسلک ہے کہ آپ نے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی شرک باللہ نہیں کیا، چنانچہ اسلام کی ابتداء آپ ہی سے ہوئی۔ بلکہ آپ کی پرورش رسولؐ کی آغوش میں ہوئی، اس لئے آپ ہر کام میں حضرت کے تابعدار تھے اور تمام امور میں آپ کی اقتداء کرتے تھے۔ اسی روش پر بالغ ہوئے اور خدا نے آپ کو معصوم اور محفوظ رکھا (گناہوں سے) اور اپنے نبی کی پیروی کرنے کی توفیق عطا کی، کیونکہ آپ اطاعت کرنے پر مجبور یا مضطر نہیں تھے، بلکہ قادر اور مختار تھے۔ چنانچہ خدا کی اطاعت اختیار کی اور اس کے حکم کے موافق رہے اور اس کی منہیات سے پرہیز کیا۔

(۲۰) عیسائی مورخین نے بھی حضرت علیؑ کے سابق الاسلام ہونے کا اقرار کیا ہے۔ ذیل کا بیان ملاحظہ ہو۔

"مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد اس امر کی مدعی ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا۔ اور ایک روایت کے بموجب درحقیقت وہ بہت ہی سابق الاسلام تھے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شکم مادر ہی میں

دین اسلام قبول کیا تھا۔ اور جب تک حمل میں رہے اپنی ماں کو بت کے سامنے جھکنے نہ دیا۔ اسی واسطے جب مسلمان علیؑ کا نام لیتے ہیں تو "کرم اللہ وجہٗ" کہتے ہیں۔ یعنی خدا نے ان کے چہرے کو بزرگی اور عظمت بخشی ہے۔ کہ انھوں نے نہ خود کبھی بتوں کو سجدہ کیا، اور نہ اپنی والدہ کو کرنے دیا۔ حالانکہ اور کوئی صحابی ایسا نہیں ہوا، جس نے بتوں کو کبھی سجدہ نہ کیا ہو، اس واسطے علیؑ اس دعا کے ساتھ مخصوص کئے گئے، اور مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہے، اور میں علیؑ سے ہوں، اور وہ مجھ سے وہی درجہ رکھتا ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھا۔ میں ایک شہر ہوں جس میں تمام علوم بند ہیں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اگر شجاعت و خوش طبعی، زہد، پارسائی، عقل و دانائی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو علیؑ ہی ایسا شخص تھا کہ اس قوم میں اس سے بڑھ کر کوئی پیدا نہیں ہوا۔" ترجمہ تاریخ الاسلام، مولفہ مسٹر اوکلی صفحہ ۳۳

غیر مذہب والے تو حضرت علیؑ کے لئے اس طرح عقیدت کے گہر پیش کریں مگر افسوس کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے حسب ذیل لفظوں میں زہر اگل کر اپنی سنیت کا ثبوت دیں۔

اگر مان لیا جائے کہ حضرت علیؑ ہی سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے تو بھی سمجھنا چاہئے کہ گھر کے ایک نادان بچے کا ایمان لانا اور نہ لانا کیا چیز ہے؟ اور اسلام کو کیا مدد مل سکتی ہے۔"

"عروج الاسلام" ترجمہ تاریخ کامل" مترجم مولوی عبدالغفور خاں صاحب رامپوری۔

یاد رکھئے! اس کمسنی کا اعتراض صرف "نفس رسولؐ" ہی کے بارے میں کیا جاتا ہے، ورنہ اپنے اصحاب کو اس صغر سنی میں اسلام لانے پر چہیتے بھائے ہیں، عبداللہ ابن عمر کے بارے میں شبلی نعمانی کا بیان پڑھئے۔

"عام روایت تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمر سے پیشتر یہ شرف حاصل کر چکے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بھی حضرت عمر ہی کے ساتھ اسلام لائے بہر حال ان کے بلوغ کا زمانہ کفر کی نجاست سے پاک رہا۔ اور بالکل ان کو بچپن ہی کے زمانہ میں گنجینۂ مراد ملا۔" "الندوۃ"

مگر ان کے "گنجینۂ مراد" کو ان کے والد صاحب کا حسب ذیل بیان بے مراد کر دیتا ہے۔

"ایک شخص (حضرت عمر سے مخاطب ہوکر) بولا کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلافت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا چپ خدا تجھے غارت کرے، تو نے یہ مشورہ خدا کے واسطے نہیں دیا، اور نہ مسلمانوں کے فائدے کے لئے، جو شخص (یعنی عبداللہ بن عمر) اپنی بیوی کو طلاق دینے میں ٹھیک فیصلہ نہ کرسکتا ہو، وہ مسلمانوں کا کیا خاک فیصلہ کریگا۔" محرم نامہ صہ ۱۷۱، مولفہ خواجہ نظامی۔

یہی ابن عمر تو وہ بزرگوار ہیں، جو اہل بیت کی دشمنی میں اتنے آگے ہیں کہ حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی، اور امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دینا چاہا تو ایک جھوٹی حدیث بیان کرکے ان لوگوں کو بیعت توڑنے سے روک دیا۔ اسی طرح حجاج بن یوسف ثقفی ایسے ظالم و فاسق کی بیعت کرنے کے لئے آدھی رات کو اس کے گھر پہونچے، اور حجاج نے کہا اتنی جلدی کیا ہے صبح بیعت کرلینا، تو یہ حدیث بیان کردی کہ جو کسی امام کی بیعت بغیر مرجائے وہ کفر کی موت مرتا ہے۔ اس وقت حجاج ایسے دشمن اسلام نے بھی اعتراض کہ حضرت علیؑ کی بیعت کے وقت تم کو یہ حدیث یاد نہ تھی، پھر کہا کہ میرا ہاتھ خالی نہیں ہے۔ پاؤں سے بیعت کرلو۔ چنانچہ اس کے قدم چوم کر چلے آئے، یہ واقعات تاریخ بلاذری، کامل، طبری، روضۃ الصفا وغیرہ میں موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہوگیا کہ نفس رسول حضرت علیؑ سب سے پہلے ایمان لائے، اور آنحضرت نے آپ ہی کو صدیق اکبر، فاروق اعظم فرمایا۔ مگر حضرات ثلاثہ نے خلافت کی طرح ان القاب کو بھی اپنے لئے منتخب کرلیا۔ اور ان کے ہواخواہوں نے اس سلسلہ میں حدیثیں گڑھ کر ان کو مشہور کردیا۔ مگر پھر خود ہی حقیقت کو کھول بھی دیا۔ اور ببانگ دہل کہہ دیا کہ خدا و رسولؐ نے جناب ابوبکر و عمر کا نام صدیق اور فاروق نہیں رکھا، روایات ذیل ملاحظہ کیجیے

(۱) "صحابہ نے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق رکھا تھا" صواعق محرقہ"

(۲) محمد بن شعبی کاتب واقدی از زہری روایت کردہ گفت بما رسیدہ کہ اہل کتاب اول دیرا فاروق گفتہ اند، مسلمانان متابعت ایشان کردند و از پیغمبر صلعم چیزے دریں باب بما نرسیدہ" روضۃ الاحباب جلد ۲ صہ ۹۵

محمد بن شعبی نے امام زہری سے روایت کی ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہوا کہ سب سے پہلے یہودیوں نے جناب عمر کو فاروق کہنا شروع کیا، ان کی پیروی میں مسلمان بھی کہنے لگے، ورنہ اس بارے میں آنحضرت کا کوئی ارشاد ہم تک نہیں پہونچا ہے۔

اب ذیل میں امیر المومنین کے ذاتی و صفاتی حالات کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے جیسے علماء اہل سنت نے تفصیل سے لکھا ہے۔

"خدائے تعالیٰ نے رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی مرتضیٰ کو ایک نور سے پیدا کیا۔"

حضرت علیؑ کے پہلے اور بعد میں ایمان لانے کی بحث تو اس وقت ہو سکتی تھی، جب آپ کا مذہب کسی لمحہ بھی دین محمدی کے خلاف ہوتا، مگر جب حضرت علیؑ کی پرورش ہی آنحضرت کی ایمان پرور آغوش میں ہوئی تو آپ کے ایمان کی بحث کرنا فضول ہے کیونکہ آنحضرت کی تربیت، صحبت، ارشادات کا اثر آپ کے رگ و ریشہ میں اثر کر چکا تھا۔ آپ ایسے موحد تھے کہ عالم وجود میں آنے سے پہلے ہی اپنی مادر گرامی کو بت کی پوجا سے روکتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابن عباس قال کانت امہ اذا ارادت علی ھبل تسجد لہ وھی حامل بہ علا علی بطنھا فیمنعھا من السجود فسمی علیا"

(تذکرہ خواص الامہ) ارجح المطالب صفہ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب امیر کی والدہ ماجدہ اپنے ایام حمل میں جب ہبل کو پوجنے جاتی تھیں اور سجدہ کا ارادہ کرتیں تو جناب امیر ان کے پہلو کی طرف چڑھ جاتے تھے، اور ان کو سجدہ کرنے سے روکے رہتے تھے، لہٰذا علیؑ نام رکھا گیا۔

کہاں بت پرست اور کہاں بت شکن، ایک دوسرے کا تقابل ۔۔۔۔ ایں چہ بوالعجبی است۔

اس صورت میں دوسرے حضرات صرف آپ کے کہنے سے نہ صدیق اکبر ہو سکتے ہیں اور نہ فاروق اعظم۔

لاکھ اوج ہو پشتے کو ہما ہو نہیں جاتا
بت سجدہ کافر سے خدا ہو نہیں جاتا

یہ تو امیر المومنین کی سابق الاسلامی کے متعلق چند احادیث ہیں اب واقعات کی روشنی میں حضرت علیؑ اور آنحضرت کی اعانت، رفاقت، بدر، احد، خیبر، خندق اور حنین وغیرہ میں جاں نثاری، وغیرہ کو دیکھئے اور اپنے افضل الصحابہ سے تقابل کیجئے" دن کو ستارے نظر آنے لگیں گے"۔ دو لفظوں میں فرق کو سمجھ لیجئے، ایک رسولؐ کے ساتھ رہ کر اس قدر گھبرایا، بے چین ہوا کہ زبان زد خاص و عام ہو گیا کہ ؎

بس کن حدیث غار کہ ننگ است نزد عقل
آں حزن و بیقراری شیخ محترم

اور ایک تلوار کی چھاؤں میں فرشِ نبی پر اس طرح سویا کہ خداوند عالم جبرئیل و میکائیل کے مقابلے میں فخر و مباہات کرنے لگا۔ اپنی رضا دے دی اور نفسِ علیؑ کو نفس اللہ بنا دیا۔ آیت آئی "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ" چنانچہ اس آیت کے ذیل میں امام رازی لکھتے ہیں۔

بخ بخ من مثلک یا علی بن ابی طالبؑ یباھی اللہ بک الملائکۃ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۲۸۳)	اے علیؑ مبارک ہو مبارک، کون تمہارا مثل ہے کہ خداوند جلیل اپنے ملائکہ کے مقابل میں تم پر فخر و مباہات کرتا ہے۔

یہ حال شب ہجرت کا ہے جو مفصل جلد دوم میں تحریر کیا جائے گا انشاء اللہ قابل ملاحظہ ہوگا اس مرتبۂ عظمیٰ کے سوا ولی خدا کی یہ منزلت بھی سب پہ روشن ہے کہ ؎

علیؑ کو حق نے اتارا تھا عین کعبہ میں — کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا

اس مرتبت کو خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ایک دلچسپ رباعی میں کیا خوب نظم فرمایا۔

وقتیکہ بہ کعبہ مرتضیٰ شد پیدا — در ارض و سما جلوہ نما شد پیدا

جبریل ز آسماں فرود آمد گفت — فرزند بخانۂ خدا شد پیدا

علامہ ابن صباغ مالکی جو اعاظم اہل سنت سے ہیں اپنی کتاب فصول المہمہ میں رقمطراز ہیں

ولد علی بمکۃ المشرفۃ داخل البیت الحرام فی یوم الجمعۃ الثالث عشر من شھر اللہ الاصم رجب الفرد ثلاثین من عام الفیل ولم یولد فی البیت الحرام احد سواہ وھی فضیلۃ خصہ اللہ تعالیٰ بھا اجلالاً لہ واعلاءً لرتبتہ واظہاراً لتکرمہ	یعنی حضرت علیؑ مکہ مشرفہ میں اندرون خانہ کعبہ بیت الحرام ماہ رجب ۳۰ عام الفیل بروز جمعہ متولد ہوئے اور آپ کے سوا کوئی خانۂ کعبہ میں پیدا نہیں ہوا اور یہ وہ فضیلت ہے کہ خدا نے محض اظہار جلالت قدر و علو مرتبت کے لیے کرامت خاص آپ ہی کو عطا کی تھی۔

اور علامہ بن یوسف گنجی شافعی نے ایک طولانی روایت کتاب کفایۃ الطالب مطبوعہ نجف کے صفحہ (۲۶۹) پر جناب علی بن ابی طالبؑ کی ولادت و فضیلت کے بارے میں تحریر فرمائی ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری صحابی راوی ہیں کہ ایک روز میں نے جناب سرور کائناتؐ سے جناب امیرؑ کی ولادت کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ تم نے بہترین مولود کے بارے

میں سوال کیا جو بمشابہت حضرت مسیح پیدا ہوا خدا نے علیؑ کو ہمارے نور سے پیدا کیا اور ہم کو اپنے نور سے اور ہم دونوں ایک نور سے تھے پھر خدا نے ہم دونوں کو صلب آدم سے طرف اصلاب طاہرہ کے منتقل کیا۔ اور ہر نقل میں علیؑ ہمارے ساتھ تھے یہاں تک کہ ہم بہترین رحم حضرت آمنہ میں آئے اور علیؑ کو اس رحم کے سپرد کیا جو بہترین رحم تھا۔ یعنی رحم فاطمہ بنت اسد۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایک مرد زاہد و عابد تھا۔ اس نے ایک سو ستر سال خدا کی عبادت کی تھی اور ایک حاجت بھی خدا سے نہیں چاہی تھی۔ خداوند عالم نے ایک روز ابو طالب کو اس کے پاس پہونچا دیا۔ اس نے اپنے پاس بٹھایا اور بعد استفسار سکونت وحسب ونسب سر پر بوسہ دے کر فرمایا مجھے الہام ہوا ہے کہ تم سے ایک فرزند ہوگا جو ولی خدا ہوگا۔ جب جناب امیر پیدا ہوئے تو تمام زمین منور ہوگئی اور ابو طالب کہنے لگے ایہا الناس! آج ولی خدا خانۂ خدا میں پیدا ہوا صبح کو داخل خانۂ کعبہ ہوئے تو کہا۔ اے خداوند عالم اپنے امر خفی کو جو اس طفل کے بارے میں ہے ظاہر فرما۔ اس پر ایک ہاتف کی آواز آئی۔ اے اہل بیت نبی مصطفےٰ خدا نے تم کو خاص کیا ہے ولد زکی سے اس کا نام علیؑ ہے جو مشتق ہے علی اعلےٰ سے۔

اس موقع پر ہم آپ کی والدۂ ماجدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق بھی ایک روایت تذکرہ جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدونہ مولوی محمد نظام الدین حسن خاں صاحب سنی المذہب سابق جج مجلس عالیہ عدالت دولت آصفیہ مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ کے صفحہ ۲۷ سے نقل کرتے ہیں جس کے ملاحظہ سے منکشف ہوگا کہ وہ خاتون کس مرتبے اور درجے کی تھیں۔

(حاشیہ: عظمت حضرت فاطمہ بنت اسد کی تفصیل یہیں)

جب حضرت فاطمہ بنت اسد خوشدامن حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا۔ تو رسول اللہ صلعم نے اپنی قمیص ان کو پہنائی اور نماز جنازہ پڑھائی دعائے خیر مانگی۔ اور قبر میں رکھنے کے قبل آپ خود قبر میں لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد نکل کر حضرت فاطمہ بنت اسد کو دفن فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ فعل آپ کا بالکل نیا ہے آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ قمیص اسلئے پہنائی کہ اللہ رحمت کرے اور قبر میں اس لئے لیٹا کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ اسمیں وسعت دے اور فرمایا کہ میری دوسری ماں ہیں۔

ابو طالب کے بعد یہ میرے ساتھ بہت محبت فرماتی تھیں۔ حضرت جبرئیل نے خبر دی ہے کہ یہ عورت اہل جنت سے ہے اور ستر ہزار فرشتوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

سبحان اللہ! کیا انصاف ہے کہ جس ولی خدا نے ایام طفولیت میں رسالت اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تصدیق کی جو بطن مادر میں بھی کفر و شرک سے پاک رہا۔ جس کو اوائل عمر میں ہی وصی اور خلیفۂ رسولؐ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جو ابتدائے بعثت سے تا وقت رحلت مصیبت و سختی کے وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا معاون و مددگار رہا۔ جس ضرغام الٰہی نے دین خدا کی اشاعت میں نامی گرامی کفار کو تہ تیغ کیا جس کی ہمت و شجاعت پر بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

"چوں علی کرم اللہ وجہٗ بدفع مشرکان مشغول شد رسول اللہ صلعم فرمود اے علیؑ می شنوی مدح خود را کہ ملک رضوان بر آسمان مے گوید لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"

جس کے خدا اور رسولؐ مداح و ثناخواں ہوں اس کے ایمان اور جان نثاری پر تو اہل سنت پردہ ڈالیں اور جو لوگ اسلام اور ہادی اسلام کے پکے دشمن ہوں اور اسلام لانے کے بعد بھی پیغمبر خدا کی حیات و ممات میں کینہ دیرینہ کا اظہار اپنی رفتار و گفتار۔ اعمال و افعال اور حرکات و سکنات سے رسولؐ اور آل رسولؐ کے ساتھ کرتے رہے ان کو سابق الاسلام یار وفادار۔ اور جاں نثار رسولؐ بتائیں۔ چنانچہ کتب اہلسنت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نازک وقت میں آپ اصحاب کو جاں نثار رسول صلعم بتاتے ہیں اس وقت میں کوئی شخص اتنا دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تھا جتنے کہ حضرت عمر تھے یہاں تک کہ ایک روز تلوار گلے میں حمائل کر کے آنحضرت کے قتل کرنے کو چلے، چنانچہ اب ہم ان کے اسلام لانے کا حال جس کو جناب شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی نے لکھا ہے، بقدر ضرورت اس جگہ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

حضرت عمرؓ کا جناب رسول اللہ صلعم کے قتل کو جانا اور اسلام لانا۔

"حضرت عمر ابھی تک اسلام سے بالکل بیگانہ تھے ان کے کانوں میں جب یہ صدا پہونچی تو سخت برہم ہوئے یہاں تک کہ قبیلے میں جو لوگ اسلام لا چکے تھے ان

کے دشمن بن گئے لبینہ ان کے خاندان میں ایک کنیز تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا اس کو بے تحاشا مارتے اور مارتے مارتے جب تھک جاتے تو کہتے ذرا دم لے لوں پھر ماروں گا۔ لبینہ کے سوا جس جس پر قابو چلتا تھا زدوکوب سے دریغ نہیں کرتے تھے آخر مجبور ہو کر فیصلہ کیا کہ نعوذ باللہ خود بانی اسلام کا قصہ پاک کر دوں۔ تلوار کمر سے لگا سیدھے رسول اللہؐ کی جانب چلے۔ کارکنان قضا نے کہا ع

آمد آں یارے کہ ما میخواستیم راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے بولے محمدؐ کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں، انھوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو کہ خود تمہاری بہن بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ فوراً پلٹے اور بہن کے یہاں پہونچے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں اور قرآن کے اجزا چھپا لئے لیکن آواز ان کے کانوں میں پہونچ چکی تھی، بہن سے پوچھا یہ کیا آواز تھی، بہن نے کہا کچھ نہیں، بولے کہ میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے، یہ کہہ کر اپنے بہنوئی سے دست و گریبان ہو گئے اور جب اُن کی بہن بچانے کو آئیں تو اُن کی بھی خبر لی، یہاں تک کہ ان کا بدن لہو لہان ہو گیا۔ اسی حالت میں ان کی زبان سے نکلا کہ عمر جو بن آئے کرو لیکن اسلام اب دل سے نکل نہیں سکتا۔ فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اجزا لا کر سامنے رکھ دیے۔ جب اس آیت پر پہونچے "امنوا باللہ ورسولہ" تو بے اختیار پکار اُٹھے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ جہاں حضرت پناہ گزیں تھے حضرت عمرؓ نے آستانۂ مبارک پر پہونچ کر دستک دی چونکہ شمشیر بکف گئے تھے اس لئے صحابہ کو تردد ہوا لیکن حضرت امیر حمزہؓ نے کہا کہ آنے دو اگر مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ورنہ اُسی کی تلوار سے اُس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ خود آگے بڑھے اور اُن کا دامن پکڑ کے فرمایا، کیوں عمر کس ارادے سے آیا ہے۔ نبوت کی پر رعب آواز نے اُن کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کی کہ ایمان لانے کے لئے۔ آنحضرت بے ساختہ اللہ اکبر پکار اُٹھے اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے

اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا کر دیا۔[1] (الفاروق حصہ اول صفحہ ۲۴ و ۲۵)

اسی طرح جناب خاں صاحب رام پوری اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ :۔

"ابتدائے اسلام کی تاریخ میں ان (حضرت عمر) کا مسلمان ہونا ایک بہت ہی بڑا واقعہ ہے بلکہ محققین کے نزدیک تو وہ ایسا امر ہے کہ بعثت کے بعد اسلام کی عزت و جلال کے لئے جو دوسرا امر ہے وہ یہی ہے۔ (عروج اسلام جلد ششم ص۱۲۱)

جناب شبلی صاحب کے اس ارشاد سے کہ "حضرت عمر کے ایمان لانے نے اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا کر دیا ہے۔ ہم کو بھی اتفاق ہے۔ بلاشبہ یہی تو وہ دور ہے۔ جس کی نسبت ہم عبدالکریم شہرستانی کا قول حدیث قرطاس کے متعلق مسئلہ فضیلت صحابہ کے جواب میں نقل کر آئے ہیں کہ پہلی مخالفت خدا کی شیطان نے کی تھی اور پہلی نزاع اسلام میں حضرت عمر سے قائم ہوئی" لاریب محققین کے نزدیک اسی دور میں شجرِ فتنہ و فساد کا تخم سقیفہ میں بویا گیا۔ جو ایسے تلخ اور زہریلے پھل لایا کہ ایک دین حق کے بہتر ٹکڑے ہو گئے۔ جس کی وجہ سے آل نبیؐ اور اولاد علیؑ کی قربانیاں مثل گوسفند کی گئیں، واحسرتاہ وا اسفاہ۔

حضرت عمر کے اسلام کے متعلق آپ نے بھی جو روایت اسی آیات بینات میں درج کی ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بیش بہا انعام کی طمع پر تلوار گلے میں حائل کر کے آنحضرت صلعم کے قتل کو چلے تھے اُس روایت کی نقل یہ ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے ابوجہل نہایت مغرور و مشہور و نامور تھے اور ان کو سب سے زیادہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تھی شب و روز اسلام معدوم ہو جانے کی فکر میں رہتے تھے۔ ابوجہل نے جس کو پیغمبر صاحب کے ساتھ دلی عداوت تھی اپنے بھائیوں سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور اُن کا سر میرے پاس لائے اُس کو ہزار شتر سرخ بال والے اور بہت سے درہم و دینار صلہ میں دوں گا چنانچہ حضرت عمر نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور پیغمبر صاحب کے قتل کے ارادے سے چلے جب دولت سرا پہ پہونچے کوئی دروازہ کھولنے

[1] الفاروق صفحہ ۷۷ و ۷۸

کونہ اٹھا مگر حضرت امیر حمزہؑ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہہ کر اُٹھے کہ وہ ایک آدمی ہے
اگر اطاعت کے ارادہ پہ آتا ہے تو خیر ورنہ اُسی کی تلوار ہے اور اسی کا سر چنانچہ
حضرت عمر اندر داخل ہوئے جناب پیغمبر صاحب بنفس نفیس اُٹھے اور ان کو ایسا دبایا
کہ اُن کی آنکھیں نکل پڑیں۔ (آیات بینات صفحہ ۸۸ مطبع مصطفائی)

پس جبکہ ان تمام روایتوں سے حضرت عمر کی دشمنی اور عداوت اور طمع و حرص خود محققین اہل سنت کے بیان سے ثابت ہے تو اب مابین ہمارے اور اہل سنت کے اختلاف اس امر میں ہے کہ اسلام لانے کے بعد وہ ان کی اس عداوت اور طمع کو ان کے کمال ایمان اور جاں نثاری سے مبدل کر کے ان کو تمام اُمت سے ایمان میں اکمل اور مرتبہ میں اعلیٰ اور افضل اور فلک اسلام کا مہرو ماہ سمجھتے ہیں۔ اور ہم ان کو اسلام لانے کے بعد بھی ویسا ہی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسلام اور آنحضرت صلعم کا مخالف جانتے ہیں۔ اس لئے کہ گو اس وقت ان کو بہ سبب شوکت نبوت و جلالت رسالت آنحضرت صلعم پر تلوار اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن وہ عداوت جو پنہاں تھی آخر کار آنحضرت صلعم کے حج آخری کے وقت سے عیاں ہونے لگی۔ چنانچہ بعد برخاست جلسۂ غدیر خم جناب امیر المومنین سے حسد کرنا۔ ہر بات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مخالفت کرنا۔ لشکر اسامہ سے تخلف کرنا۔ فرمان مصحف ناطق کو ہذیان بتانا۔ محبوب خدا کا دفن و کفن چھوڑ کر حصول حکومت کی غرض سے خلافت پر قابض ہو جانا۔ بنی ہاشم سے خاص عداوت و عناد رکھنا۔ شاہ ولایت اور اہلبیت نبوی کے حقوق تلف کرنا۔ بھائی اور وصی رسولؐ اللہ پر بیعت کے لئے جبر کرنا۔ بصورت انکار قتل کی دھمکی دینا۔ ایوان نبوت و رسالت جلانے کے لئے آگ اور لکڑی لے جانا۔ جگر گوشۂ رسولؐ کو میراث پدری سے محروم کرنا۔ فدک ضبط کر لینا۔ آل رسول پر خمس کو بند کرنا۔ مجلس شوریٰ قائم کر کے آل رسولؐ اور اولاد بتولؑ کی حقارت اور ہلاکت کی بنیاد ڈالنا وغیرہ وغیرہ واقعات ان کی اس مخالفت پر مثل آفتاب روز روشن شاہد ہیں۔
بھائیو! یہ جلوے اور ان کے افعال و کردار ایسے نہیں ہیں جو کسی کے چھپائے چھپ سکیں۔

پاس احمد کا بھی ہو ظلم کا اقدام بھی ہو
شیوۂ کفر بھی ہو دعویٰ اسلام بھی ہو

اب ہم حضرت عمر کے اسلام لانے کی روایتوں کی نسبت جن پر اہل سنت کو بہت

کچھ ناز ہے۔ یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر حضرت عمر فی الحقیقت بقول شبلی صاحب اپنی بہن سے آیہ کریمہ "آمنوا باللہ ورسولہ" سن کر صدق دل سے ایمان لائے ہوتے تو جو تلوار گلے میں حمائل کر کے پیغمبر خدا صلعم کے قتل کو چلے تھے اس کو وہیں پھینک دیتے۔ حالانکہ یہ تلوار آستانہ رسالت تک آپ کی گردن میں حمائل تھی بلکہ یہ امر تو آپ کی بدنیتی پر دلالت کرتا ہے۔

لہ اس واقعہ میں حضرت عمر کی بدنیتی پر دلالت کرنے والے بہت سے روایات ہیں جن میں سے بعض کو ہم انسان العیون حلبی سے نقل کرتے ہیں۔ راوی کہتا ہے ابو جہل بن ہشام نے کہا کہ اے گروہ قریش محمدؐ نے تمہارے خداؤں کو برا کہا اور تمہارے عقول کی تسفیہ کی اور گمان کیا کہ جو لوگ تمہارے اسلاف سے گذرے ہیں وہ آگ میں گرا دئے جائیں گے۔ آگاہ ہو جو شخص محمدؐ کو قتل کرے گا اوس کو میں سو ناقہ سرخ اور سیاہ رنگ کے دوں گا۔ اور ہزار وقیہ چاندی دوں گا۔ اور بنا بر قول دیگیر یہ اقرار دیا تھا کہ جو قتل کرے گا اس کو اتنے اتنے وقیہ سونا اور اتنے اتنے وقیہ چاندی اور اتنے اتنے مشک نافہ اور اتنے اتنے حلہ وغیرہ دئے جائیں گے۔ عمر نے کہا میں اس کام کو انجام دوں گا۔ لوگوں نے کہا کہ اے عمر ضرور تم اس کام کے قابل ہو اور اس پر عہد ان سے کر لیا۔ عمر کہتے ہیں کہ میں تلوار حمائل کر کے اور پہلو میں ترکش لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر کے نکلا تھا کہ گذر میرا ایک گوسالہ کی طرف سے ہوا جو ذبح کیا جارہا تھا۔ میں نے اس گوسالہ کے شکم سے آواز سنی کہ اے آل ذریح ایک پکارنے والا بزبان فصیح پکار رہا ہے۔ دعوت کر رہا ہے شہادت ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ کی طرف میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس امر سے سوائے ہمارے اور کوئی مراد نہیں ہے اور ذریح نام تھا اس گوسالہ کا جو ذبح کیا جارہا تھا اور ذریح اس کو خون کے رنگت کے ر[illegible] سبب سے کہتے تھے کہ وہ سرخ رنگ کا تھا اور عرب میں احمر ذریحی اس سرخ رنگ کو کہتے ہیں جن میں سرخی تیز ہو راوی کہتا ہے کہ عمر پھر ایک ایسے شخص کی طرف سے ہو کر گذرے جو اسلام لا چکا تھا۔ اور اپنا اسلام اپنی قوم کی ڈر سے چھپاتا تھا اس کو نعیم کہتے تھے یعنی حسد اللہ نحام کا بیٹا جیسا کہ گذرا اس نے پوچھا کہ اے ابن خطاب کہاں چلے؟ عمر نے کہا کہ (معاذ اللہ) اس بے دین کی طرف جاتا ہوں جس نے قریش کے امر کو متفرق کر دیا ہے۔ اور ان کے عقول کی تسفیہ کی ہے اور ان کے خداؤں کا بدگو ہے میں اسے قتل کر دوں گا نعیم نے ان سے کہا کہ تجکو تیرے نفس نے فریب دیا ہے کیا تجھ کو یہ خیال ہے کہ بنی عبد مناف زمین

بہر کیف اگر حضرت عمر صدق دل اور خلوص ایمان سے جناب رسول مقبول صلعم کی خدمت میں حاضر و موجود ہوئے ہوتے اور ان کا اسلام لانا بالسبب برکت دعا آنحضرت صلعم ہوتا تو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علم نبوت سے آپ کے اسلام لانے اور آمد آمد کا علم ہو جاتا اور ان کے حاضر ہونے سے پہلے ہی اپنے اصحاب کو اُن کے اسلام لانے کا مژدہ سنا کر اُن کے استقبال کی ہدایت فرماتے اور فرطِ طرب میں یہ ارشاد فرماتے ع

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

اور حضرت عمر کو دیکھ کر آنحضرت صلعم اور کل اصحاب خوش ہو ہو کر اُن سے بغلگیر ہوتے مگر برعکس اس کے جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶)

پر چلتا ہوا تجھ کو چھوڑ دیں گے۔ درانحالیکہ تو نے محمدؐ کو قتل کیا ہو۔ بہتر ہے کہ تو اپنے گھر والوں میں جا تا کہ ان کے امر کا سرپرست ہو۔ عمر نے کہا کہ میرے اہلبیت کون؟ اُس نے کہا کہ تیرے بہنوئی اور ابن عم سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور تیری بہن کہ یہ دونوں اسلام لا چکے ہیں۔ تجکو لازم ہے کہ جا کہ اُن کا حال دریافت کر۔ نعیم نے یہ جو کچھ کہا تھا اس غرض سے کہا تھا کہ عمر کو رسول اللہؐ کے قتل سے باز رکھے اور بقولے جو عمر کو ملا تھا وہ سعد بن ابی وقاص تھا اس نے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اے عمر!" جواب دیا کہ "میں چاہتا ہوں کہ محمدؐ کو قتل کروں"! سعد نے کہا کہ تمھاری یہ طاقت نہیں ہے' چاہتے ہو کہ محمدؐ کو قتل کرو' بنی عبد مناف تم کو زمین پر چلتا ہوا چھوڑ دیں؟ عمر نے کہا کہ تو اسلام کی طرف مائل ہو گیا ہے میں تجھی سے پہل کرتا ہوں اور تجھے قتل کرتا ہوں سعد نے کہا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہؐ عمر نے اپنی تلوار کھینچی اور سعد نے اپنی تلوار کھینچی اور قریب تھا کہ چل جائے پھر سعد نے عمر سے کہا کہ کیا ہو گیا ہے تجکو اے عمر اپنی بہن اور بہنوئی کو پہلے تجھے قتل کرنا چاہیئے تھا۔ عمر نے کہا کہ کیا وہ دونوں بھی اسلام کی طرف مائل ہو گئے' سعد نے کہا ہاں' عمر نے سعد کو چھوڑ دیا۔ اور اپنی بہن کے مکان پر آئے خباب بن ارت بھی ان لوگوں کے پاس پائے گئے۔ ان کے ساتھ ایک صحیفہ تھا جس میں سورۂ طٰہٰ لکھا تھا' ان لوگوں کے سامنے پڑھ رہے تھے کہ عمر نے ان لوگوں کے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ جب آہٹ عمر کی سُنی اُن لوگوں نے تو خباب تو غائب ہو گئے اور وہ صحیفہ چھوڑ گئے۔ جب مکان میں عمر آئے تو اپنی بہن سے پوچھا کہ یہ آواز کیسی

کو ان کا آنا گراں گذرا۔ چنانچہ جب حضرت عمر نے دق الباب کیا اور ایک صحابی نے دروازے سے جھانک کر دیکھا اور اُن کا حال حضور میں عرض کیا تو کل اصحاب اُن کے آنے سے متردد ہوئے کہ کوئی دروازہ کھولنے کو بھی نہ اُٹھا آخر بقول شبلی صاحب بہ

"چونکہ شمشیر بکف گئے تھے اس لئے صحابہ کو تردد ہوا۔ لیکن حضرت امیر حمزہ نے کہا آنے دو۔ اگر مخلصانہ طور پر آیا ہے تو بہتر ورنہ اُسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔" (الفاروق۔ حصہ اول ص۷۹)

غرض جب حضرت عمر حضور کے سامنے حاضر کئے گئے تو اس وقت تک آپ اُن کی طرف سے ویسے ہی بدگمان تھے اور اُن کو اپنا اور اسلام کا دشمن جانتے تھے جیساکہ ابن اثیر جزری کا قول ہے کہ:۔

حضرت نبی صلعم خود ہی حضرت عمر کی طرف تشریف لائے اور اُن کے پاس آکر چادر کے کنارے سب طرف سے پکڑ لئے اور نہایت زور سے اسے کھینچکر پوچھا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷) میں سُن رہا تھا۔ بہن نے اُن کی کہا کہ کچھ نہیں ہم لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ وہی تم نے سنی ہوں گی عمر نے کہا کہ قسم بخدا مجھے خبر ملی ہے کہ تم دونوں (اپنے بہن بہنوئی کو کہا) نے محمدؐ سے بیعت کر لی ہے اُن کے دین پر۔ اور اپنے بہنوئی پر حملہ کیا اور زمین پر پچھاڑ دیا اور اُن کے سینہ پر بیٹھ کر اُنکی ڈاڑھی پکڑ لی۔ بہن اُن کی اپنے شوہر کو چھڑانے کی غرض سے اُٹھیں انھیں بھی مارا کہ پیشانی اُن کی زخمی ہو گئی۔ جب خون بہتے دیکھا کہنے لگیں اے دشمن خدا! تو مجکو اس پر مارتا ہے کہ میں خدا کی توحید کرتی ہوں میں ضرور تیری ناک زمین پر گھسنے کے لئے اسلام لائی۔ تجکو جو کرنا ہو کر۔ جب بہن کی یہ حالت دیکھی اپنے بہنوئی پر جو ظلم کیا تھا اس پر نادم ہوئے بہن سے کہا کہ یہ صحیفہ مجھے دو دیکھوں تو کیا لائے ہیں محمدؐ عمر لکھنا جانتے تھے بہن نے ان کی کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم ضائع نہ کر دو عمر نے قسم کھائی کہ ضرور پڑھنے کے بعد پھیر دیں گے۔ بہن نے ان کی کہا کہ تو نجس ہے اور اس کو سوائے طاہر کے کوئی چھو نہیں سکتا۔ اور حلبی نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعاقب شب میں کیا حضرت نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا کہ عمر۔ حضرت نے فرمایا تو مجھ کو نہ شب میں چین لینے دیتا ہے نہ دن میں پس مجھے خوف ہوا کہ مجھ پر بددعا نہ کریں۔ (لہذا) میں نے کلمہ اپنی زبان پر جاری کیا۔ علاوہ اس کے حلبی نے بہت سے عجیب و غریب حالات لکھے ہیں جن کو دیکھ کر ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ دل کا عمر کے کیا حال تھا۔ ۱۲

تو کیوں آیا ہے؟ ابھی تک تو اپنی شرارت سے باز نہیں آیا کیا خدائے تعالیٰ کا عذاب نازل ہونا چاہتا ہے۔ (دیکھو عروج الاسلام جلد ششم صـ۱۲۳)

اور بقول صاحب ابو الفدا مندرجہ جلد اول صفحہ ۱۲۰ چھاپہ مصر:۔

آنحضرت صلعم نے نہایت خشمناک ہوکر فرمایا:۔

ما تزال حتی تنزل بک القارعة — کہ جب تک تو رسوا اور ذلیل نہ ہوگا ہمیشہ تو اپنے کفر و نفاق ہی پر جا رہے گا۔"

آخر کار جب حضرت عمر نے جناب حمزہ کا کلام سُنا اور ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی غیظ و جلال میں دیکھا تو گھبرائے اور سوچے کہ میں تو رسول اللہ کا سر لینے آیا تھا مگر یہاں تو میرا ہی سر کٹتا ہے۔ پس ہیبت نبوت و جلالت رسالت نے بقول شبلی صاحب (نبوت کی پر رعب آواز نے اُن کو کپکپا دیا) اور حسب بیان آپ کے (اُن کی آنکھیں نکل پڑیں) لہٰذا اس کشمکش نے ایسا اثر کیا کہ تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا اور مجبور ہوکر کلمہ پڑھ لینے ہی میں اپنی جان کی امان ان کو نظر آئی چنانچہ تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۲۹۷ میں آپ کے اسلام لانے کا یہی سبب لکھا ہے۔ اس روایت کی نقل یہ ہے:۔

فخرج الیہ فاخذ رسول اللہ بمجامع ثیابہ ثم نترہ نترة فما تمالک عمر ان وقع علی رکبتیہ فقال ما انت بمنتہ یا عمر فقال اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

پس جب حضرت عمر کی آمد آنحضرت نے سُنی تو آپ باہر آئے اور ان کا کپڑا پکڑ کر ایک جھٹکا دیا کہ عمر زانو کے بَل گر پڑے اور فرمایا کہ اے عمر! تو باز نہ آئے گا، جس پر عمر نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا۔

اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صـ۵۵ پر تو پیغمبر کی ایک ایسی دھمکی مذکور ہے جس کے پس منظر کی تشریح ہم نہیں کریں گے صرف عبارت معہ ترجمہ لکھے دیتے ہیں:۔

فقال ما انت بمنتہ یا عمر حتی ینزل اللہ بک من الخزی والنکال ما انزل بالولید بن المغیرة فقال

(حضرت عمر کے آتے ہی) آپ نے فرمایا کہ اے عمر تم باز نہیں آؤ گے؟ جب تک کہ رسوائی اور عذاب خدا کی طرف سے تمہارے بارے

عمر: اشهد ان لا اله الا الله وانك عبد الله ورسوله

میں اُسی طرح نہ نازل ہو جو اُس نے ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل فرمایا ہے۔

ولید کے اوصاف کو سورۂ نون میں خدا نے بیان فرمایا ہے) پس فوراً ہی عمر نے کلمہ شہادتین زبان پہ جاری فرمایا۔

پس یہ ایمان وہ ایمان ہے جس کی مذمت حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قالوا آمنا بافواههم ولم تؤمن قلوبهم (سورہ المائدۃ)

منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن اُن کے دل ایمان نہیں لائے۔

اور اسی وجہ سے شیعوں کا ان حضرات کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ (اصحاب ثلاثہ از امر اول از ایمان بہرہ نہ داشتند)۔

افسوس! کہ ہمارے سُنی بھائی بفحوائے ع چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد۔ محض اصحاب ثلاثہ کی خاطر حالات اور واقعات پہ کیسا پردہ ڈالتے ہیں کہ حضرت ابو طالب سے جاں نثار حنفیوں نے آنحضرت کی پرورش کی۔ اور دشمنوں سے دس سال تک حفاظت رسالت و نبوت کی تصدیق اور اعلاء کلمۃ اللہ میں ہر طرح کی حمایت و اعانت کی اسلام کی خاطر کل بنی ہاشم کے ساتھ شعب ابو طالب میں تین سال تک آب و دانہ بلکہ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائیں۔ اور حضرت خدیجہؓ سی خاتون حنفیوں نے اپنا مال آپ پہ نثار کیا اور مژدۂ بعثت سنتے ہی آنحضرت پہ ایمان لائیں۔ حضرت جعفرؑ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم سے وفادار عسر یار جو ہمہ وقت آپ کے سینے سپر رہے اور راہ خدا میں ہجرت کی اور یہاں تک جہاد کیا کہ خدا و رسولؐ پہ اپنی جانیں نثار کر دیں۔ جن کی شہادت میں خود خدائے عزوجل فرماتا ہے:۔

فالذین هاجروا واخرجوا من دیارهم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنهم سیاتهم ولادخلنهم جنت تجری من تحتها الانهر ثوابا من عند الله والله عنده حسن الثواب

جن لوگوں نے ہمارے لئے وطن چھوڑے اور اپنے گھروں سے نکالے اور ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے ہم ان کی خطاؤں کو ان سے ضرور محو کریں گے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اللہ کے یہاں سے یہ بدلہ ہے

پ ۴ - س - آل عمران ع ۱۹ اور اچھا بدلہ اللہ ہی کے نزدیک ہے۔

ایسے وفادار اور جان نثار ایمان والوں کو تو اسلام اور ہادی اسلام کے دشمن بتائیں اور جن حضرات نے دنیا حاصل ہونے کی غرض سے اسلام قبول کیا تھا اور جو اس نازک وقت میں اپنی قوم کی پناہ میں رہ کر امن و امان میں رہے۔ جو ہمیشہ جہاد میں فرار اور رسالت و نبوت میں شک و شبہ کرتے رہے۔ تا زیست خدا و رسولؐ کی عدول حکمی کو اپنا شعار سمجھتے رہے۔ دنیا کے پیچھے اپنے پیغمبر کے دفن و کفن اور نماز جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے اُن کو اسلام اور ہادیٔ اسلام کا سچا فدائی اور حقیقی جاں نثار سمجھیں اور حق کو باطل اور باطل کو حق بتائیں۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔ شعر

جفا کی تم نے اور ہم نے وفا کی   تم اچھے ہم بُرے قدرت خدا کی

قَالَ

پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگوں نے ابتدائے دعوت میں اسلام قبول کیا۔ اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اول اول ہی آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور بلا توقف اور بلا تامل کلمۂ شہادت پڑھا اور بلا صلاح ومشورہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر اور اپنے بھائی بندوں سے علیحدہ ہو کر آپ کا دامن پکڑا اور اپنے دوست اور آشناؤں سے مخالفت کر کے غاشیۂ اطاعت نبوی اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگوں کا جو ایسے نازک وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے ہوئے ہوں کوئی نہایت قومی سبب ہوگا۔ ورنہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اپنے دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اور اپنے عیش و آرام کو ترک کرنا اور مصیبت و ایذائیں اور تکلیفیں اٹھانا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہیں ہوتا۔

(آیات بینات)

قول (حاشیہ): ابتدائے بعثت میں اصحاب کے اسلام لانے کا کوئی قوی سبب ہوگا۔

اقول

جن لوگوں نے ابتدائے دعوت میں اسلام قبول کیا تھا اور سب سے پہلے پیغمبر خدا کے کہنے کو سچ جانا تھا اُن میں اگر صحابہ ثلاثہ شامل ہیں تو آپ کو یہ امر کتب امامیہ سے ثابت کرنا چاہیئے تھا کیونکہ ان کا ایمان شیعوں کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا جیسا کہ جناب غفرانمآب مولوی سید دلدار علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ "تحفہ اثنا عشریہ" کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایمان و اسلام میں فرق

کہ اول ایمان اصحاب ثلاثہ باثبات	پہلے اصحاب ثلاثہ کا ایمان ثابت کرنا چاہیئے
باید رسانید بعد ازیں بایں افسانہ	بعد اس کے یہ بیہودہ افسانہ گانا چاہیئے اس
بیہودہ ترنم باید نمود زیرا کہ دانستی کہ مسلک	لئے کہ ان کے ایمان کے بارے میں امامیہ کا
امامیہ دریں باب آنست کہ اصحاب ثلاثہ	یہ مقولہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ اول ہی سے
از اول از ایمان بہرہ نداشتند۔	ایمان سے بہرہ نہ رکھتے تھے۔

البتہ ان کے اسلام لانے کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔ اور یہ تفریق کچھ شیعوں ہی نے نہیں کی ہے بلکہ اس کا فرق قول باری تعالیٰ سے روشن ہے۔

وقالت الاعراب امنا قل لم	اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے رسول[۴]
تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما	ان سے کہو کہ تم ایمان تو نہیں لائے ہاں یہ
یدخل الایمان فی قلوبکم	کہو کہ اسلام لائے ایمان تو تمہارے دلوں میں بیٹھا ہی نہیں۔

اور اصحاب ثلاثہ کا تو ابتدائے دعوت میں اسلام لانا کتب اہل سنت سے بھی ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر کا مسلمان ہونا تو خود حسب روایات اہلسنت بعثت نبوی سے چھ برس کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ اور اس وقت تک متعدد اشخاص دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ جن کی تعداد خود آپ نے قریب چالیس آدمیوں کے بتائی ہے۔ پس اس زمانہ کو ابتدائی زمانہ کون کہتا ہے۔ ہاں اگر اہلسنت نے انھیں کے اسلام لانے کی تاریخ سے یہ حساب لگایا ہو اور اس تاریخ سے دعوت اسلام کی ابتداء قرار دی ہو تو یہ اور بات ہے۔

ابتدائے بعثت میں اصحاب ثلاثہ کے اسلام لانے کی تردید

اسی طرح ابوبکر کی سابق الاسلامی بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچی۔ اس لئے کہ خود محققین اہل سنت کو اس میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ دس پانچ آدمیوں کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور کسی کا بیان ہے کہ پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے تھے۔ اور وہ روایتیں یہ ہیں۔

(۱) اخرج ابن عساکر بسند جید عن محمد بن ابی وقاص انہ قال لابیہ سعد وکان ابو بکر الصدیق اولکم اسلاما قال ولکنہ اسلم قبلہ اکثر من خمسۃ ولکن کان خیرنا اسلاما (تاریخ الخلفاء)

بسند معتبر ابن عساکر نے محمد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سعد سے پوچھا کہ کیا ابوبکر سابق الاسلام تھے؟ تو اُس نے کہا نہیں بلکہ اُن سے پہلے پانچ آدمیوں سے زیادہ اسلام لا چکے تھے لیکن اسلام اُن کا بہتر تھا۔

(۲) حدثنا ابن حمید کنانہ بن جبلہ عن ابراہیم بن طہمان عن الحجاج بن الحجاج عن قتادہ عن ثعالب بن الجعد عن محمد بن موسیٰ قال قلت لابی کان ابو بکر اولکم اسلاما فقال لا ولقد اسلم قبلہ اکثر من خمسین ولکن کان افضلنا اسلاما

ابن حمید نے محمد بن موسیٰ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کیا ابوبکر تم لوگوں سے پہلے اسلام لائے تھے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اُن سے قبل پچاس آدمی سے زیادہ اسلام لا چکے تھے مگر ابوبکر کا اسلام لانا ہم سے افضل تھا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ مطبوعہ مصر)

(مومنین اور منافقین کے اسلام لانے کے اسباب)

ان روایتوں سے ان کی سابق الاسلامی باطل ہو گئی۔ اب رہا یہ کہ جو لوگ [illegible] وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے ہوں، تو ان کے اسلام لانے کا کوئی قوی سبب ہو گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو اصحاب متقین اور صالح[illegible] اُن کے ایمان لانے کا قوی سبب رستگاری آخرت تھی ان لوگوں میں سے بعض تو آنحضرت صلعم کے عزیز تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور اکثر مومنین صالحین مثل حضرت [illegible] حضرت یاسرؓ حضرت بلالؓ وغیرہ وغیرہ کے جو مثل عزیزوں کے تھے اُن کے ایمان [illegible] تھا کہ نہ کبھی انھوں نے بعد لانے ایمان کے آنحضرت صلعم کی نبوت اور رسالت میں [illegible]

کیا اور نہ کسی امر میں اپنے پیغمبر کی مخالفت کی۔ اور بعض تو اسی نازک زمانے میں اپنی جانیں خدا اور رسولؐ پر نثار کر گئے جیسا کہ حضرت عمارؓ کے والدین یعنی حضرت یاسرؓ و حضرت سمیہ کا کفار مشرکین کے ہاتھوں سے اذیت اٹھانا اور شہید ہو جانا کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے ہم بعض روایات کی نقل اس جگہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

(۱) عمار بن یاسرؓ اور ان کے باپ اور ماں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ قدیمی مسلمانوں میں ہیں۔ بنی مخزوم۔ عمار اور اُن کے ماں باپ کو مکہ کی گھاٹیوں میں اس وقت لیجاتے تھے جب کہ پتھر نہایت گرم ہو جاتے تھے اور وہاں انھیں گرمی کی شدت سے ایذا دیتے تھے ایک مرتبہ نبی صلعم ان پر سے ہو کر گذرے اور فرمایا آل یاسر تمہارا اور ہمارا موعد جنت ہے۔ اس کے بعد یاسر اُسی عذاب سے مر گئے۔ عمار کی ماں سمیہ کو ابوجہل نے نیزہ مارا، اس سے وہ مر گئی۔ یہی عورت اسلام میں سب سے اول شہید ہوئی۔

عمار کو کبھی بڑا عذاب دیتے تھے کبھی تو ان کو گرمی کی سختی سے ستاتے تھے۔ اور کبھی سُرخ گرم پتھر اُن کے سینے پر رکھ دیتے تھے اور کبھی پانی میں غرق کر دیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب تک محمدؐ کو گالیاں نہ دے گا اور لات وعزے کی تعریف نہ کرے گا تب تک تجھے ہم نہ چھوڑیں گے۔

ایک بار عمار نبی صلعم کے پاس روتے ہوئے آئے آپ نے پوچھا خیر تو ہے؟ عمار نے کہا یا رسول اللہؐ بڑی حالت ہے اس طرح لوگ مجھ سے پیش آتے ہیں آپ نے فرمایا پھر تمہارا دل کیا کہتا ہے؟ عمار نے کہا میرے دل کو اپنے ایمان سے اطمینان ہے آپ نے فرمایا اگر اب وہ لوگ تمھیں ایذا دیں تو تم سے جو کچھ وہ کہلائیں کہہ دینا۔ چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیات و روایات نسبت جواز تقیہ

من کفر باللہ من بعد ایمانہٖ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من اللہ ولہم	جو شخص کفر پر مجبور کیا جائے مگر اُس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو اُس سے کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔ لیکن جو ایمان لانے کے بعد خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر بھی کرے تو جی کھول کر تو ایسے لوگوں پر خدا کا

عذاب عظیم ط (سورہ نحل آیت ۱۰۶) غضب اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

یہ عمار رسول اللہ ؐ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے ہیں صفین میں حضرت علیؑ کی طرفداری میں شہید ہوئے اور ان کی عمر ترانوے چورانوے سال سے متجاوز تھی۔ (عروج الاسلام جلد ششم صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ مفید عام آگرہ)

(۲) اخرج ابن مسعود عن محمد بن سیرین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی عمار اوھو یبکی فجعل یمسح عینیہ یقول اخذتک الکفار فغطوک فی الماء فقلت کذا وکذا فان عادوا فقل ذالک لھم۔ (تفسیر در منثور جلد چہارم صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر)

ابن مسعود نے محمد بن سیرین سے روایت کی کہ آنحضرتؐ نے عمار سے ملاقات کی وہ حضرت کو دیکھ کر رونے لگے حضرت اپنے دست مبارک سے اُن کے آنسو پونچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم کو کفار نے پکڑ کے پانی میں غوطہ دیا اور ڈبویا اس وقت تم نے بحالت مجبوری یہ باتیں کہی تھیں اگر دوبارہ کہلائیں تو بھی کہہ دو۔

(۳) ایک دفعہ کافروں نے حضرت عمار اور اُن کے ماں باپ کو جو مسلمان ہوگئے تھے اور دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر ڈال دیا کہیں اُدھر سے رسول اللہ صلعم تشریف لا رہے تھے آپ نے دیکھ کر فرمایا اے یاسر کے خاندان کے لوگو! صبر کرو تمھاری جگہ جنت میں ہے حضرت یاسر کا اس سختی میں انتقال ہوا اور اُن کی بیوی سمیہ نے ابوجہل سے سختی کے ساتھ گفتگو کی ابوجہل نے اُن کو اُسی وقت شہید کر دیا۔ اسلام میں سب سے قبل حضرت سمیہ ہی نے شہادت کا درجہ پایا۔

(رسالہ ذکر مبارک ص ۲۵)

تاریخ کامل (جس کا ترجمہ عروج الاسلام ہے) کی جو روایت اوپر نقل ہو چکی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیہ کریمہ "من کفر باللہ" الخ حضرت عمار ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہی بیان دیگر مفسرین اہل سنت کا بھی ہے جیسا کہ صاحب تفسیر حسینی تفسیر کرتے ہیں۔

در اخبار آمدہ کہ قریش بعد از تعرض حضرت بالعنہ باطلہ ایشان بایذا و آزار درویشان صحابہ کہ حمایتے نداشتند چوں

مورخین و مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت صلعم بتوں کی برائی علانیہ کرنے لگے تو کفار قریش ان غریب اصحاب کو

بلال و خباب و عمار و پدر او یاسر و مادر او
سمیہ مشغول شدند و ایشان را در جزع
کفر اکراہ کردند آنجماعت در طریق خود
ثبات قدم ورزیدہ بر جفائے قوم شکیبائی
نمودند تا حدیکہ والدین عمار شربت شہادت
چشیدند و عمار از بے طاقتی و ضعف
بدن کہ تحمل ایذا نداشت کلمہ کہ رضائے
قوم دراں بود گفت "بل امنت بالجبت
والطاغوت" خبر بحضرت پیغمبر
رسید کہ عمار کیش کفر اختیار کردہ از
دین خود بیزار است حضرت فرمود نہ
چنین است از سر تا قدم عمار از ایمان
پر است و ایمان بگوشت و خون او
بر آمیختہ است یعنی ایمان در باطن
او چنان متمکن نہ شدہ کہ بہ گفتگوئے
ہرزہ گوئی تفاوت پذیرد عمار گریہ
کناں بجناب نبوت مآب آمد آنحضرت
بدست مبارک اشک او پاک میکرد
وی فرمود ترا چیست ان عادوا لک
فعد لہم یعنی اگر باز گردانند
بتو اکراہ باز گردید ایشان بہماں کلمہ
وحق سبحانہ ایں آیہ فرستاد کہ من
کفر باللہ من بعد ایمانہ
ہر کہ کافر شود بخدائے پس از ایمان
خویش مرتد گردد چوں ابن خطل و

جن کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا مثل بلال و
عمار یاسر وغیرہ کے ایذائیں دینے لگے اور
ان کو کفر اختیار کرنے پر مجبور کرنے لگے۔
مگر وہ لوگ اپنے دین و ایمان پر مستقل
اور ثابت قدم رہے اور مصائب جھیلتے
اور صبر کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت
عمار کے والد حضرت یاسر اور ان کی ماں
سمیہ نے ان مظالم سے شربت شہادت
نوش کیا اور حضرت عمار بوجہ ضعف اور
کم طاقتی کے ان مصائب کے متحمل نہ ہو سکے
تو مجبور ہو کر حسب خواہش کفار یہ کلمہ زبان
پر لائے امنت بالجبت والطاغوت
یہ خبر نبی صلعم کو پہونچی کہ عمار نے کفر اختیار
کر لیا اور دین اسلام سے پھر گئے یہ سنکر
حضرت نے فرمایا کہ میں اس امر کو ہرگز باور
نہیں کرتا کہ عمار اپنے ایمان سے پھر گیا ہو
اس لئے کہ وہ سر سے پاؤں تک ایمان
میں ڈوبا ہوا ہے اور ایمان اس کے گوشت
اور خون میں سرایت کئے ہوئے ہے یعنی
ایمان اس کے قلب و جگر میں اس قدر
سرایت کر گیا ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ ہر کس و
ناکس جاہل و احمق کے بہکانے پر پھر جائے
اسی اثنا میں عمار بھی روتے ہوئے آنحضرت
کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت اپنے
دست مبارک سے اُن کے آنسو پونچھتے

وطعمہ ومقیس وامثال ایشان در معرض سخط الٰہی باشد الا من اکرہ مگر کسیکہ اکراہ کردہ شود و قلب او مطمئن باشد بالایمان آرمیدہ باشد بایمان وعقیدہ او متغیر نہ گردد چون عمار بن یاسر۔

(تفسیر حسینی صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ نولکشور)

تھے اور فرماتے تھے کہ کیا ہوا اگر کفار کفر کی باتیں تم سے کہلائیں تو تم زبان سے کہہ دو اس پر خدائے پاک نے یہ آیت نازل فرمائی من کفر الخ یعنی جو کوئی ایمان لانیکے بعد پھر جی سے کفر اختیار کرے جیسا کہ ابن خنظل اور طعمہ و مقیس وغیرہ نے کفر اختیار کیا تو وہ مستوجب غضب الٰہی ہوگا لیکن جو کوئی کفر اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے اور دل سے اپنے ایمان پر ثابت قدم ہو مثل عمار یاسر کے تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے

پس مومنین کے ایمان لانے کا قوی سبب تو نجات آخرت تھا۔ ہاں جو لوگ منافق تھے وہ اسلام لانے کے بعد زبان سے تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے تھے لیکن دل میں امنت بالجبت والطاغوت کے قائل تھے۔ جس پر آیۂ کریمہ من کفر باللہ الخ شاہد ہے اور اصحاب ممدوحین اہل سنت کے ایمان لانے کا قوی سبب محض طلب دنیا تھی۔ چنانچہ اس نازک زمانۂ جاہلیت میں لوگ کاہنوں اور نجومیوں کے بہت معتقد تھے اور اُن کی بات پر فوراً یقین لے آتے تھے انھوں نے حکم لگایا تھا کہ عنقریب ایک پیغمبر مبعوث ہوں گے جن کو بہت قوت اور غلبہ حاصل ہوگا اور تمام ملک ان کے تسلط میں آئے گا۔ اس نبی کے اصحاب حکومت اور سلطنت سے بہت متمتع ہوں گے۔ چنانچہ علماء اکابر اہل سنت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو کاہن اور نجومیوں نے خبر دی تھی کہ ایک پیغمبر عرب میں مبعوث ہوں گے ان کی حیات میں تم اُن کے مصاحب ہو گے اور بعد وفات اُن کے خلیفہ بن بیٹھو گے" چنانچہ ان کی پیشین گوئی راست آئی۔ کہ حضرت ابوبکر کو وزارت بھی ملی اور خلافت بھی۔

اصحاب ثلاثہ کے ایمان لانے کے اسباب

اور حضرت عمر کے اسلام لانے کا قوی سبب خود آپ ہی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت "ہزار شتر سُرخ بال والے اور بہت سے درہم و دینار" کی طمع پر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے تلوار گلے میں حمائل کرکے چلے تھے۔ مگر جب امیر حمزہؑ کا یہ کلام سُنا۔ اگر نیک ارادہ سے آرہا ہے تو خیر ورنہ اُسی کی تلوار ہے اور اوس کا سر" نیز حضرت امیر حمزہؑ کو تیغ بکف اپنے سر پر دیکھا اور ادھر آنحضرت صلعم کو نہایت غیظ و جلال میں پایا تو خوف زدہ ہوکر بمجبوری کلمۂ شہادت پڑھا۔

اور حضرت عثمان کے اسلام لانے کا سبب علامہ سیوطی خصائص الکبریٰ کے صفحہ ۱۳ جلد اول میں خود حضرت عثمان کی زبانی جو تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

اخرج ابن عساکر عن عثمان بن
عفان قال کنت رجلا مستہترا
بالنساء فانی ذات لیلة بفناء الکعبة
قاعد فی رھط من قریش اذا تینا
احد فقیل لنا ان محمد انکح عتبة
بن ابی لھب من رقیة ابنته وکانت
رقیة ذات جمال رایع فدخلتنی
الحسرة لما لا اکون سبقت الی
ذلک فلم البث الی ان انصرفت
الی منزلی فاصبت خالة لی قاعدة
وکانت قد تکھنت عند قومھا
فلما راتنی قالت البشر وحییت ثلاثا
تترا ثم ثلاثا وثلاثا اخری ثم
باخری کی تتم عشرا اتاک خیر
ووقیت شرا انکحت واللہ حصانا زھرا
وانت بکر لقیت بکرا وافیتھا بنت
عظیم قدرا۔ قال عثمان فعجبت
من قولھا وقلت یا خالة ما تقولین
فقالت عثمان لک الجمال ولک
اللسان وھذا النبی معه البرھان
وارسله بحقه الدیان وجاءه
التنزیل والفرقان فاتبعه لا

حضرت عثمان کہتے ہیں کہ ہم نسواں کو محبوب رکھتے
تھے ایک روز ہم خانۂ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ
کسی نے کہا محمدؐ نے اپنی بیٹی (رقیہ) کا عقد عتبہ بن
ابو لہب سے کر دیا یہ سن کر ہمارے دل میں حسرت ہوئی
کہ کیوں ہم نے سبقت نہ کی تاکہ یہ ہم کو مل جاتی
جب ہم وہاں سے گھر آئے تو خالہ کو موجود پایا جو کاہنہ
تھی اس نے کہا کہ بشارت ہو اور مبارک ہو تین
مسلسل پھر تین اور پھر ایک تاکہ دس پوری کرے قسم
خدا کی تو نے نکاح کیا حصان درخشاں سے
تو بھی بکر ہے اور ملاقات کی بکر سے
تو اس کو ایک عظیم القدر بیٹی پائے گا۔
.... عثمان کہتے ہیں
کہ ہم کو اس قول سے تعجب ہوا۔ میں
نے کہا اے خالہ کیا کہتی ہو تو جواب
دیا کہ اے عثمان! یہ نبی ہیں جن کے ساتھ
برہان ہے جس کو خدا نے حق کے ساتھ
بھیجا ہے اور اس کے پاس تنزیل و
فرقان آیا ہے تو اس کی پیروی
کر ایسا نہ ہو کہ بت تجھے دھوکا دیں۔
عثمان نے کہا اے خالہ تم وہ بات
کہتی ہو جس کا ذکر ہمارے شہر میں
نہیں ہے صاف بیان کرو تو کہا کہ

تعنالك الاوثان قلت یاخالة انك لتذكرين شيئا ما وقع ذكره ببلادنا فابينه لى فقالت محمد بن عبد الله رسول من عند الله جاء بتنزيل الله يدعوا به الى الله ثم قالت مصباحه مصباح ودينه فلاح وامره نجاح وقرنه نكاح ذلت له البطاح ما ينفع الصياح ولو وقع الذباح وسلت الصفاح ومدت الرماح قال ثم انصرفت ووقع كلامها فى قلبى وجعلت افكر فيه وكان لى مجلس عند ابى بكر فاتيته فاخبرته بما سمعت من خالتى فقال ويحك يا عثمان انك رجل حازم ما يخفى عليك الحق من الباطل ما هذه الاوثان يعبدها قومنا اليست من حجارة صم لا تسمع ولا تبصر ولا تضر ولا تنفع قلت بلى والله انها كذلك فقال فقد والله صدقتك خالتك هذا رسول الله محمد بن عبد الله قد بعث الله تعالى برسالته الى خلقه فهل لك ان تاتيه فتسمع منه فقلت بلى فاتيته فقال يا عثمان اجب الى الله الى جنته فانى رسول الله اليك والى خلقه قال فو الله

. . . .

ما تمالكت حين سمعت قوله ان اسلمت ثم لم البث ان تزوجت رقية فكان يقال احسن زوج رقية وعثمان۔

(محمد بن عبد اللہ) خدا کے رسول ہیں جن کے پاس تنزیل خدا آیا ہے اور خدا کی طرف دعوت کرتے ہیں۔ ان کا مصباح مصباح ہے اور ان کا دین فلاح ان کا امر دستگاری اور شاخ اُن کی نکاح ہے تمام بطحا ان کا تابع ہوگا جب ذبح شروع ہوگا اور تلوار کھینچ جائے گی۔ اور نیزے دراز کئے جائیں گے تو چیخنا اور چلانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ خالہ تو چلی گئیں مگر ان کا کلام دل میں گھر کر گیا چونکہ ابوبکر کے پاس ہم آیا جایا کرتے تھے اس لئے ہم نے اس قصہ کو ان سے بیان کیا۔ ابوبکر نے کہا تو مرد عاقل ہے حق و باطل تجھ پر مخفی نہیں ہے، یہ بت کیا چیز ہے جن کو ہماری قوم پوجتی ہے کیا یہ پتھر نہیں ہیں جو نہ کچھ فائدہ پہونچا سکتے ہیں نہ ضرر، تو جا کر حضرت سے باتیں سن۔ عثمان حضرت کی خدمت میں آئے۔ تو آپ نے فرمایا اے عثمان خدا کی اجابت کر اُس کی جنت کی طرف آ۔ کہ ہم تیری طرف اور تمام خلق کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں۔ عثمان کہتے ہیں کہ اس وقت ہم کو اپنے دل پہ قابو نہ رہا اور فوراً اسلام لائے جس کے چند روز بعد رقیہ کا ہم سے نکاح ہوا جس پہ لوگ کہتے تھے کہ عثمان اور رقیہ کا اچھا جوڑا ہے۔

(منقول تنقید البخاری حصہ سوم صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶)

ہم اس مقام پر اس امر کا اظہار کر دینا ضروری و لازمی سمجھتے ہیں کہ حضرت رقیہ

ام کلثوم اور زینب ، دختران آنحضرت صلعم سے نہ تھیں بلکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے شوہر اول سے یا اُن کی ہمشیر کی بیٹیاں تھیں آنحضرت صلعم نے حضرت رقیہ کا عقد عتبہ سے اور حضرت ام کلثوم کا عتیبہ فرزندانِ ابولہب سے کردیا تھا ان دونوں کو اُن کے شوہروں نے بحکم ابو لہب طلاق دیدی تھی پھر دونوں یکے بعد دیگرے زوجیت عثمان میں آئیں۔ یہ وجہ تسمیہ آپ کے ذوالنورین ہونے کی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر عمل کا نتیجہ نیت کے موافق ہوتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔

انما الاعمال بالنیات وانما	اعمال کا نتیجہ نیت کے موافق ہوتا ہے
لکل امرئ ما نوی فمن کانت	جو بغرض دنیا ہجرت کرتا ہے اس کو
ھجرتہ الی الدنیا یصیبھا او	دنیا ملتی ہے اور جو بغرض کسی عورت
امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر	کے ہجرت کرتا ہے تو جس غرض سے وہ
الیہ (بخاری جلد اول صفحہ ۲)	ہجرت کرتا ہے وہی اس کا نتیجہ ہے۔

پس یہ اسباب قوی ان حضرات کے اسلام لانے کے ہیں آخر جس نیت سے اسلام لائے تھے اس میں کامیاب ہوئے۔ غرض جب خاص خلفاء ثلثہ کے باسلام لانے کے یہ قوی اسباب تھے تو ان کے ہواخواہوں کے اسلام لانے کے وجوہ کس شمار و قطار میں ہیں۔

قَالَ

اگر ہم اس بات کو سوچیں جن سے اوّل اوّل صحابہ نے ایمان قبول کیا تھا تو ہم کو اُس کے صرف دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ یا دین کی خواہش اور نجات کی اُمید یا دنیا کی طمع اور مال و دولت کا لالچ۔ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کریں اور اس امر کو مانیں کہ صحابہ نے اپنی نجات کی اُمید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضامندی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے وہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت میں اس دین سے پھر گئے ہوں اور کبھی انھوں نے اس محبت کو جو ان کو ایمان و اسلام کے ساتھ تھی نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین کہہ سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کے وقت میں گوارا کیا ہوگا اور برسوں اُس کے پیچھے رنج اور دکھ اٹھائے ہوں گے وہ کبھی اُس دین سے نہ پھرے ہوں گے بلکہ مرتے دم تک اس پر دل سے ہی ثابت قدم رہے ہوں گے۔ اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کریں کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال و دولت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہوں تو یہ ایسی بات ہے کہ جس کی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی شخص جس کو ذرا بھی ایمان اور عقل اور شرم کا پاس ہوگا وہ اس امر کو خیال کر سکتا ہے اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر۔ جو کچھ مال و دولت کی غرض تھی وہ معلوم۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجات آخرت کی اُمید پر تھا اور جب اس اُمید پر ایمان لانا ان کا ثابت ہوا تو پھر اس سے ان کا پھرنا غیر ممکن تھا۔

(آیات بینات صفحہ پنجم)

اصحاب نجات آخرت کی غرض سے اسلام لائے اور اسی پر قائم رہے

اَقُولُ

اصحاب کے اسلام لانے کے وجوہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں مگر اس سے یہ
م نہیں آتا کہ اسلام لانے کے بعد پھر اس سے نہ پھرے اس لئے کہ ایمان
ت ہی نازک امر ہے جب تک کہ خاتمہ بخیر نہ ہو اس پر فخر و ناز کرنا بیجا ہے۔ انسان
کیا ذکر ہے ابلیس جو معلم الملکوت تھا گمراہ ہو گیا جس نے ہزارہا سال عبادت الہٰی
کی اور اسی طاعت و عبادت کی وجہ سے معلم الملکوت ہوا تھا۔ چنانچہ اس کی
دت کا یہ حال تھا کہ تفسیر قمیؒ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول
کہ :-

"اُس نے دو رکعت نماز اس قدر طول دے کر پڑھی کہ چار ہزار برس کی مدت
اس میں صرف ہو گئی۔ لیکن جب خدائے پاک نے تمام ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام
کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب نے فوراً فرمان الہٰی کی تعمیل کی مگر اس نے براہ
تکبر و غرور سجدہ کرنے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں کیوں کر اس کو سجدہ کروں جس کو
تو نے مٹی سے بنایا ہے حالانکہ میری خلقت آگ سے ہے آخر کار اس نافرمانی
پر صدہا سال کی عبادت خاک میں مل گئی اور مقبول بارگاہ الہٰی ہو کر مردود ہو گیا۔
گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

اب فرمائیے کہ جس نے محض خوشنودی و رضائے معبود کے لئے سالہا سال اس
بادت کی ہو کہ کوئی جگہ سجدہ کرنے سے نہ بچی ہو۔ جس نے دو رکعت نماز چار ہزار برس
دا کی ہو۔ جس نے درگاہ باری تعالیٰ (بنا بہ شہرت) معلم الملکوت کا خطاب پایا ہو، وہی یک
نافرمانی کر کے کیوں مردود ہو گیا۔ اسی طرح بڑے بڑے طامع و حریص جو مد تو ں گمراہ
یک بیک مومن صادق بن گئے۔ مثلاً حضرت حر بن ریاحی کے حال پر نظر ڈالئے
اہل کوفہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو باظہار ضرورت بیعت کے

لئے دعوت دی اور آپ ان کے اصرار پر مکہ معظمہ سے جانب کوفہ روانہ ہوئے تو حُر ابن ریاحی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے محض بطمع منصب و جاگیر ایک ہزار سوار کے سپہ سالار بن کر اس کام پر مامور ہوئے تھے کہ جناب سید الشہداء علیہ السّلام کو کسی اور طرف جانے نہ دیں۔ چنانچہ جب وہ راہ میں سلطان کربلا سے مشرف ہوئے تو حضرت نے استفسار فرمایا کہ تم ہماری مدد کے واسطے آئے ہو یا ہم سے جنگ کرنے کو، حُر نے کہا کہ میں حاکم کوفہ عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے اس امر پر مامور ہوا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں اور کسی دوسری جانب جانے نہ دوں حضرت نے فرمایا کہ اس طرح سے میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ حُر نے کہا کہ کچھ بھی ہو میں تو آپ کو ضرور لے جاؤں گا چنانچہ جب آپ کوفہ کی راہ چھوڑ کر دوسری سمت روانہ ہوئے تو حُر بھی اپنے لشکر کو لے کر آپ کے لشکر کے پیچھے پیچھے چلے آخر جب حضرت بحکم قضاء و قدر داخل ارض کربلا ہوئے اور بروز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السّلام مع اپنے عزیز و انصار کے میدان کارزار میں رونق افروز ہوئے اور عمر سعد آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا تو حضرت حُر خوف خدا سے لرزنے لگے اور فوراً لشکر عمر سعد سے نکل کر مع اپنے بھائی اور فرزند و غلام کے سبط رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا ابن رسول اللہ میں نے بڑی خطا کی کہ راہ میں حضرت کا حائل ہوا۔ لہٰذا میری تقصیر عفو فرمائیے اور قدوم میمنت لزوم پر نثار ہونے کی مجھے اجازت دیجئے تاکہ سب سے پہلے میں ہی درجۂ شہادت سے شرف حاصل کروں حضرت نے اُن کو اپنے سینے سے لگایا اور روضۂ رضواں کی بشارت دی اب حُر فوج خدا کی طرف سے میدان جنگ میں آئے اور لشکر شام سے خوب لڑے آخرکار امام پر نثار ہوئے جن کی رفاقت میں یہ درجہ پایا کہ جب زخمی ہو کر زمین پر گرے تو خود سبط رسول اللہؐ لشکر میں جا کر اُن کو خیمہ گاہ میں اٹھا لائے اور نعش کو لٹا کر زانوے مبارک پر اُن کا سر رکھا ہنوز جان باقی تھی کہ حُر نے آنکھیں کھول کر ثواب زیارت حاصل کیا اور سبط رسول اللہؐ کے قدم پر اپنی جان نثار کی ؎

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے　　　کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

یہاں بھی حضرت عمر اور حضرت حُر کے مآل کار پر غور فرمائیں کہ حضرت حُر کو تو وقت

آخر یہ مرتبہ اور درجہ ملا اور جناب عمر کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت رحلت ناراض ہو کر اپنے پاس سے ہٹا دیا تھا۔ دیکھو بخاری شریف میں "قوموا عنی"

اب آپ حضرت حُر کے آغاز اور انجام پر غور فرمائیں کہ جو شخص صرف مال و دولت کے لالچ سے تو اسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن بن کر چلے وہی اُسی دولت و اموال سے اور اہل و عیال سے متنفر ہو کر دفعتہً محض نجات آخرت کی غرض سے سب کے اول راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے ؎

کبھی اس حسن سے بنتا نہیں بگڑا ہوا کام　　صبح دوزخ میں تھی گلشن فردوس میں شام

اگر ہم آپ کی خاطر سے مان بھی لیں کہ صحابہ نے صرف اپنی نجات آخرت ہی کی اُمید پر دین اسلام قبول کیا تھا تب بھی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ جن اصحاب کا آپ محض نجات آخرت کی وجہ سے ایمان لانا بیان فرما رہے ہیں انھیں سچے اسلام اور سچے ایمان والوں میں سے اکثر اصحاب اسی نازک وقت میں اسلام و ایمان سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے تھے جیسا کہ محققین اور مورخین اہل سنت کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلعم معراج سے مشرف ہو کر واپس آئے اور معراج کا ذکر اصحاب سے فرمایا تو اس کو سن کر اکثر اصحاب نے معراج کی تکذیب کی اور اُسی وقت ایمان اور اسلام سے پھر گئے۔ دیکھو "عروج الاسلام" جلد ششم صفحہ ۱۳۵ جو علامہ ابن اثیر جزری کے بیان کا ترجمہ ہے اس کی نقل یہ ہے:-

"جب حضرت مکہ کو لوٹ آئے تو آپ نے خیال کیا کہ اگر میں اس بات کو لوگوں سے کہوں گا تو وہ اسے سچ نہیں مانیں گے اس لئے آپ مسجد میں مغموم بیٹھ گئے اتفاقاً ابوجہل ادھر سے گذرا اُس نے پوچھا کہو آج رات میں کوئی نئی بات حاصل کی ہے فرمایا ہاں آج رات کو مجھے خدائے تعالیٰ بیت المقدس لے گیا تھا۔ ابوجہل نے کہا تو پھر آج ہی صبح کو ہمارے پاس آ گئے کہا ہاں آ تو گیا ابوجہل نے دل میں یہ اندیشہ کیا کہ اگر میں لوگوں سے جا کر کہوں کہ محمدؐ ایسا کہہ رہے ہیں اور جب لوگ اُن سے پوچھیں تو کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ میں نے تو ایسا نہیں کہا ہے اس واسطے اس نے حضرت سے پوچھا کیا تم اپنے لوگوں سے بیان کر دو گے حضرت نے فرمایا ہاں' ابوجہل نے کہا یا معشر بنی کعب بن لوی! ادھر آؤ۔ وہ سب آئے اور نبی صلعم نے ان لوگوں

سے اپنی معراج کا حال بیان کیا ان میں سے کچھ لوگوں نے تو سُن کر اُسے سچ جانا اور کچھ لوگوں نے اسے جھوٹ بتایا اور کتنے لوگ جو ایمان لائے تھے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کر چکے تھے حضرت سے پھر گئے۔

(عروج الاسلام جلد ششم صفحہ ۵۳)

صحابہ کے ارتداد کو شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی لکھا ہے۔

چوں باز آمد آں حضرت از اسرا صبح کرد و حدیث کرد مردم را بداں مرتد شدند جماعت از ضعیف الایمان

(مدارج النبوۃ)

(جلد اول صفحہ ۱۶۵)

جب آنحضرت معراج سے واپس ہوئے اور صبح ہوئی تو آنحضرت نے لوگوں سے اس واقعہ کو بیان فرمایا۔ اس کو سُن کر بہت سے لوگ جو ضعیف الایمان تھے پھر گمراہ اور مرتد ہو گئے۔

اب آپ ملاحظہ فرمائیے کہ یہ وہی اصحاب تو تھے جو بقول آپ کے اس نازک وقت میں محض نجات آخرت کی اُمید پر ایمان لائے تھے اور خدا کی رضامندی کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ چکے تھے لیکن پھر اس دین سے پھر گئے اور ایمان و اسلام کی محبت کو دفعتۃً دل سے نکال دیا۔ ہر چند کہ اس نازک وقت میں مال و دولت نہ تھا مگر کاہنوں کے بیانات سے آئندہ اس کے حاصل ہونے پر یقین تو تھا۔ جیسا کہ حضرت عمر محض انعام کے وعدہ ہی پر تلوار گلے میں حمائل کر کے آنحضرت صلعم کا فرق مبارک لانے کو چل دیے تھے اور حضرت ابو بکر کاہن سے سُن کر بامید خلافت اسلام لے آئے تھے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

یہ حال تو اس نازک زمانے کے وقت کا تھا کہ صرف معراج کی تکذیب کر کے دین سے پھر گئے تھے اور جب دین اسلام کو قوت اور شوکت حاصل ہوئی اور جہاد میں مال غنیمت ملنے لگا تو اس وقت سچے اسلام اور پکے ایمان لانے والوں کے اسلام و ایمان کا یہ رنگ تھا کہ صبح ایمان لاتے تھے اور شام کو مرتد ہو جاتے تھے۔ سامنے آنحضرت صلعم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرتے تھے اور پیچھے تکذیب جس کا اہل سنت کسی طرح انکار ہی نہیں کر سکتے کیونکہ خود اللہ جل شانہ نے متعدد آیات میں اُن کے کفر و ارتداد کا اظہار فرمایا ہے از انجملہ بعض یہ ہیں منہ

(۱) ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا ؁

جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے اور کفر میں ترقی کرنے لگے اللہ ان کو نہ بخشے گا اور نہ ان کو ہدایت کی راہ ملے گی۔

(۲) یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون ؁

(پ۴ - س آل عمران - ع ۱۱)

جس دن بہت سے لوگوں کے منہ سفید ہوں گے اور بہتوں کے سیاہ اور سیاہ رویوں سے کہا جائے گا کہ کیا تم وہ کمبخت نہیں ہو کہ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے اس کفر کے بدلے عذاب کے مزے چکھو۔

(۳) کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینات واللہ لا یھدی القوم الظالمین ؁

(پ۴ - س آل عمران - ع ۹)

خدا ایسے لوگوں کو کیونکر ہدایت کرے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول حق پر ہیں اور ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکی تھیں اور خدا ظالم لوگوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا۔

قصہ مختصر جو کوئی ان سچے اسلام لانے والوں اور پکے ایمان والوں کے کفر و ارتداد کا قائل نہ ہو وہ درحقیقت خدا کی کتاب کا منکر ہے ابھی تو اس کفر و ارتداد کا آغاز ہے آگے چل کر ان سچے اسلام اور پکے ایمان والوں کے اسلام اور ایمان کے حالات قابل ملاحظہ ہوں گے۔

قال

دوسری دلیل

جب کہ ہم خلفائے راشدین اور مہاجرین و انصار کے حالات پر نظر کرتے ہیں اور
ان کے چال چلن پر خیال کرتے ہیں تو اس سے ہم کو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قدم بقدم اپنے
پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے اور شب و روز خدا اور اس
کے رسول صلعم کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے۔ ان کے دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر
سکتے کہ انھوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی جانوں اور
مالوں کو نہایت خوشی سے حضرت پر نثار کیا۔ کون سی مصیبت رہ گئی جو کفار نے ان کو
نہیں دی اور کون سی تکلیف باقی رہ گئی جو مشرکین نے ان کو نہیں پہونچائی جب کفار
نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اس وقت اصحاب نبی نے کیسی حمایت اور
رفاقت کی اور دعوت اسلام میں کیسی سعی بلیغ فرمائی۔ جب عرب عامۃً اور قریش
خاصۃً حضرت صلعم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اس وقت

"یاراں وی خود را سپر وے ساختہ از مشرب عشق چہ بادہا کہ نخوردند و چہ ستیہا کہ
نہ کردند و ہر گاہ کہ آنجناب بہ ہجرت و جہاد مامور شد اصحاب وے درمقابلہ کفار چہ رنجہا
کہ نہ کشیدند و چہ غمہا کہ نہ چشیدند"

پس اگر خدا اور اس کے رسول کی محبت ان لوگوں کو نہ تھی تو کیوں جانوں اور
مالوں کو تلف کرتے تھے اور کیوں سختیاں اور مصیبتیں اپنے اوپر اٹھاتے تھے۔ سوچنا ہے
کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا
آخر۔

رنگیں کہ کرد پنجۂ مژگانم ایں چنیں
لعل و گہر کہ ریخت بدامانم ایں چنیں

←――――→

قولہ
خلفاء راشدین و مہاجرین
و انصار کا قدم بقدم اپنے پیغمبر
کے چلنا اور حرص و ہوا کو دخل
نہ دینا اعلاء کلمۃ اللہ میں
اعانت کرنا۔

اَقُولُ

خلفائے راشدین اور مہاجرین اور انصار کا قدم قدم پر اپنے پیغمبر کی مخالفت کرنا اور آیات و احادیث اصحاب کی حرص و ہوا کے بارے میں

باتیں بڑھ بڑھ کے نہ کیجئے ہمیں معلوم ہے سب ہم پتہ کی جو کہیں گے تو خجالت ہو گی

اصحاب کے کسی کام میں حرص و ہوا کو دخل نہ دینے اور جان و مال نثار کرنے کی بابت
۔۔۔ یہ فرمایا ہے کاش بفحوائے آیۂ کریمہ ۔

فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین — اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کی ہوتی ۔

اس کا کچھ ثبوت بھی دیا ہوتا ۔ یہ تو آپ نے صرف ہمارے سنی بھائیوں کے عقائد ۔۔۔
۔۔۔ہار کیا ہے ۔ چنانچہ آپ تو اس شد و مد سے اصحاب کو جناب رسول مقبول صلی اللہ ۔۔۔
۔۔۔ و آلہ وسلم کے قدم بقدم چلنے والے اور حرص و ہوا سے پاک بتاتے ہیں ۔ مگر خدا اور ۔۔۔
۔۔۔ں کی شہادتوں اور کتب صحاح و حدیث و اخبار اہل سنت کے دیکھنے سے منکشف ہوتا ۔۔۔
۔۔۔ وہ قدم قدم پر اپنے پیغمبر کی مخالفت ہی کیا کرتے تھے اور ہر ایک کام میں حرص و ہوا ۔۔۔
۔۔۔ دخل دیا کرتے تھے جیسا کہ کتب صحاح کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آن ۔۔۔
۔۔۔ت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بارہا خود اصحاب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ۔۔۔
۔۔۔ وقت میرے بعد ابواب دنیا تم پر مفتوح ہوں گے تو تم حرص و ہوا میں پھنس جاؤ گے
۔۔۔ حدیث یہ ہے :۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی قال انکم لتحرصون علی الامارۃ وسیکون ندامۃ یوم القیامہ — ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ امارت کی حرص کرو گے اور یہی امر روز حشر تمہاری خجالت کا باعث ہو گا ۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ جلد ۱ صفحہ ۱۸)

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث شریف ہے ۔ اب آیت ملاحظہ
۔۔۔یے جو خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا — قریب ہے کہ تم حاکم ہو جاؤ تو تم زمین میں فساد

فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولٓئک — اور قطع رحم کرو۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جن پر
الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی — اللہ نے لعنت کی اور ان کو بہرا اور اندھا کر دیا۔
ابصارھم (پ ۲۶۔ س محمد ع ۳)

آیت وحدیث شریف کے بعد اقوال محدثین ومفسرین پر نظر ڈالئے کہ وہ اصحاب کی حرص وہوا کے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں۔ منجملہ ان کے امام فخر الدین رازی کا قول ملاحظہ ہو جو تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ لو انفقت ما فی الارض الخ کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ :۔

"جب رسول اللہؐ نے وفات پائی اور ابواب دنیا اصحاب پر مفتوح ہوئے اور اُس کے خواہاں وجویاں ہوئے تو پھر اپنی حالت سابقہ پر عود کر گئے۔" جلد ۴ صفحہ ۵۶۳

اس تفسیر کی پوری نقل پانچویں دلیل کے جواب میں ملاحظہ فرمائیے جو اسی جلد میں ہے اور جناب امام غزالی کا جو قول ہم مسئلہ فضیلت صحابہ میں نقل کر آئے ہیں اس پہ غور فرمائیے جو صاف صاف فرماتے ہیں کہ :۔

"حضرت عمر نے حضرت علیؑ کی خلافت کو روز غدیر مان لیا۔ مگر بعد اس کے عہد غدیر کو توڑ کر راہ مخالفت اختیار کی اور غایت ہوا پرستی اور نفسانیت سے اپنی حالت قدیم پہ عود کر گئے۔ اور رسول اللہؐ کے مخالف بن گئے جیسے کہ پہلے تھے اور تمام باتوں کو پس پشت ڈال کر اپنا جو ہر ایمان نہایت ارزاں اور کم قیمت شے پہ بیچ ڈالا۔"[1]

اور جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنی رحلت کے وقت مسجد میں مہاجرین اور انصار کے سامنے ایک طولانی خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں منجملہ دیگر ہدایتوں اور نصیحتوں کے اصحاب سے خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد تم لوگ دنیا کی حرص کرو گے اور آپس میں جدال وقتال کرو گے اس عبارت کی نقل یہ ہے :۔

آنحضرت صلعم ایں چنیں وعظ وتذکیر بجا می آورد ودر حق اصحاب گفت کہ نمی	اسی طرح آنحضرت صلعم وعظ ونصیحت فرماتے رہے پھر اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسکا

---

[1] پوری عبارت سر العالمین کے حوالے کے ساتھ پہلے لکھی جا چکی ہے۔

من بر شما از شرک ولیکن می ترسم کہ از دنیا رغبت بکنید و تقاتل کنید بہدیگر	تو مجھے اندیشہ نہیں ہے کہ تم لوگ شرک کر دگے مگر اس کا خوف ضرور ہے کہ دنیا کی خواہش کرو گے اور اس کے پیچھے آپس میں کٹ مرو گے۔

(مدارج النبوۃ صفحہ ۴۸۸ مطبع مظہر العجائب)

(جلد ۲ صفحہ ۵۵۰ سطر ۷)

آخر کار بموجب ارشاد مخبر صادق صلعم اصحاب کی حرص و ہوا یہ رنگ لائی کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی دنیا کی طرف ایسے جھک پڑے کہ بقول مشہور ؎

چوں صحابہ حُبِ دنیا داشتند　　مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

اپنے پیغمبر کے دفن و کفن کا بھی انتظار نہ کیا۔ افسوس کہ ادھر تو آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کی فکر ہو رہی تھی۔ اور ادھر سقیفہ میں مابین مہاجرین و انصار خلافت کے پیچھے ع

"ایں گریباں گرفت و آں دامن"

کی نوبت پہونچ گئی تھی۔ پس یہ حرص و ہوا ایسی ویسی نہیں ہے کہ کسی کے چھپائے چھپ سکے۔ چنانچہ خود ہوا خواہان صحابہ اپنے خلفار کی حرص و ہوا پر طعنہ زن ہیں۔ جیساکہ تاریخ اسلام کے صفحہ ۲۰۱ میں ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت علیؑ سے کہا کہ جب بحث خلافت کی چھڑی تو آپ موجود نہ تھے۔ اس کا جواب حضرت علیؑ نے کتنا معقول دیا جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ نے فرمایا کیا تم مجھ سے یہ توقع رکھتے تھے کہ پیغمبر کا جنازہ چھوڑ کر گھر سے خلیفہ بننے کو نکل آتا۔ کتنی پرتاثیر تقریر تھی۔"

(تاریخ اسلام، احسان اللہ عباسی ص۲۰۱ باب چہارم فصل اول)

ہم اصحاب کی حرص و ہوا کی تصویر انشاء اللہ ایک خاص جلد میں کھینچیں گے جس کے ملاحظہ سے بخوبی ظاہر ہوگا کہ اُن کی حرص و ہوا نے تو دین خدا اور آل رسولؐ کا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔ اس جگہ ہم رفقا کی رفاقت اور جان و مال نثار کرنے کا کچھ حال اجمالاً عرض کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

واضح ہو کہ اصحاب رسولؐ کلہم اجمعین مومن نہ تھے۔ بلکہ ان میں بہت سے منافق

تھے چنانچہ مومنین ہر لحظہ و ہر ساعت خدا اور اس کے رسولؐ کی رضا کے طالب رہے ایمان اور اسلام کے پیچھے انھوں نے ہر طرح کی تکلیفیں جھیلیں جیسا کہ ہم پہلی دلیل میں حضرت عمار اور ان کے والدین کا حال بیان کر آئے ہیں کہ باوجودیکہ کفار و مشرکین ان کو اسلام لانے کی وجہ سے تمازت آفتاب میں پہاڑ کی چٹان پر لٹا کر ایذائیں دیتے تھے۔ مگر وہ عاشقان خدا و رسولؐ اپنے دین سے نہ پھرے، آخر کفار کی ایذا سے جام شہادت پی کر داخل روضۂ رضوان ہوئے اور اسلام میں سب سے پہلے شہادت کی سند حاصل کی۔ اسی طرح دیگر مومنین بھی ہمیشہ خدا و رسول کی رضا کے طالب رہے اور جب جہاد کے لئے اُن کو دعوت دی گئی تو اس خوش خبری کو سنتے ہی سے

یوں جاتے تھے میدان شہادت میں وہ ابرار　　جس طرح کہ بچھڑی ہوئی بلبل سوئے گلزار
خود روکتے تھے فرق پہ جب آتی تھی تلوار　　باران کرم جانتے تھے تیروں کی بوچھار

برچھی جو لگی نخل شہادت میں پھل آیا
جان آ گئی جس وقت پیام اجل آیا

یہی تو ہیں خدا کے خالص بندے جن کی صفت و ثنا اور اپنی خوشنودی کا اظہار خود خدائے پاک اس طرح فرماتا ہے:-

لکن الرسول والذین امنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم واولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون ؁ اعد اللہ لھم جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا ذلک الفوز العظیم ہ

پ ۱۰ س توبہ
ع ۱۰

لیکن رسول اور جو لوگ اُن کے ساتھ اللہ پر ایمان لائے ہیں (ان سب نے) اپنے مالوں اور جانوں سے (خدا کی راہ میں) جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لئے (دنیا و آخرت کی) سب خوبیاں ہیں اور وہی لوگ (آخر کار) فلاح پانے والے ہیں اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کی ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں اُن میں رہنے والے ہوں گے یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

لیکن جو اصحاب کہ نفاق کی صفت کے ساتھ متصف تھے وہ ہمیشہ جہاد سے جی چراتے

اصحاب مومنین کا اعلاء کلمۃ اللہ میں دو کرنا

آیات الٰہی مومنین کی فضیلت میں

آیات اصحاب منافقین کی بہ نسبت

تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ اُن کی شان میں ارشاد فرماتا ہے

(۱) واذا انزلت سورۃ ان آمنوا باللہ وجاھدوا مع رسولہ استاذنک اولوا الطول منھم وقالوا ذرنا نکن مع القعدین رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون ٥
پ ۱۰ - س توبہ ع ۱۱

اور جب کوئی سورۃ اس حکم کے ساتھ نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے جو صاحبان مقدرت ہیں وہ تم سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ دیجئے کہ ہم بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہیں وہ اس پر راضی ہیں کہ عورتوں کے ساتھ رہ جائیں اور ان کے دلوں پر چھاپہ لگا دیا گیا ہے۔ پس وہ وہ کچھ سمجھتے نہیں۔

(۲) یا ایھا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ط ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللہ علی کل شئ قدیر ٥
پ ۱۰ - س توبہ ع ۶

اے ایمان لانے والو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جس وقت تم سے کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں جہاد کیلئے نکلو تو تم لدھڑ ہو کے زمین کی طرف جھکے پڑتے ہو تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہو تو (سمجھو) کہ دنیوی زندگی کا ساز و سامان آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑا ہے اگر اب بھی تم نہ نکلو گے تو خدا تم پر دردناک عذاب نازل فرمائے گا (خدا) کچھ مجبور تو ہے نہیں تمہارے بدلے کسی دوسری قوم کو لے آئیگا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

(۳) ان منافقوں پر یہاں تک عتاب فرمایا ہے کہ اپنے پیغمبر کو نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی منع کیا ہے۔ وہ آیات پاک یہ ہیں :-

خدا نے پاک نے آنحضرت کو منافقین کے جنازوں کی نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

فرح المخلفون بمقعدھم خلف رسول اللہ وکرھوا

(جنگ تبوک میں) رسول خدا کے پیچھے رہ جانے والے اپنی جگہ بیٹھ رہنے اور (جہاد میں جانے

ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ و قالوا لا تنفروا فی الحر قل نار جھنم اشد حرا لو کانوا یفقھون فلیضحکوا قلیلا و لیبکوا کثیرا جزاء بما کانوا یکسبون فان رجعک اللہ الی طائفۃ منھم فاستاذنوک للخروج فقل لن تخرجوا معی ابدا و لن تقاتلوا معی عدوا انکم رضیتم بالقعود اول مرۃ فاقعدوا مع الخالفین ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ و رسولہ وماتوا وھم فاسقون ٥

پ ۱۰ س توبہ ع ۱۱

سے خوش ہوئے اور اپنے مال اور اپنی جانوں سے خدا کی راہ میں جہاد کرنا ان کو مکروہ معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ اس گرمی میں گھر سے نہ نکلو (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ جہنم کی آگ جس میں تم جلو گے اس سے کہیں زیادہ گرم ہے اگر وہ کچھ سمجھیں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اس کے بدلے انھیں چاہئے کہ وہ کم ہنسیں اور بہت روئیں تو (اے رسول) اگر خدا تم کو ان منافقین کے کسی گروہ کی طرف جہاد سے صحیح و سالم واپس لائے اور پھر تم سے جہاد کے واسطے نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم صاف کہہ دو کہ تم ساتھ لڑنے نہ پاؤ گے تم نے پہلی مرتبہ گھر میں بیٹھ رہنا پسند کیا تو اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ گھر میں بیٹھے رہو اور (اے رسولؐ) ان منافقین سے جو مر جائے تو نہ کسی پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر جا کر کھڑے ہونا ان لوگوں نے یقیناً خدا اور اسکے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور بدکرداری ہی کی حالت میں مر گئے۔

اس قسم کی متعدد آیتیں ہیں جن سے اصحاب منافقین کا احکام خدا اور رسولؐ سے انحراف ثابت ہے۔ چنانچہ آیہ دوم مندرجہ بالا کا اطلاق تو خود آپ نے صحابہ اور مہاجرین و انصار پر کیا ہے اس کی نقل یہ ہے۔

"جب پیغمبر خدا صلعم نے طائف اور حنین سے مراجعت فرمائی اور تھوڑے دن مدینہ میں قیام فرما کر قصد جہاد روم کا کیا تو بعض لوگوں پر نہایت گراں گزرا اس لئے کہ گرمی کے دن تھے سفر دور و دراز تھا خرموں کے پکنے کی فصل تھی اور روم

صحابہ کی ذلت جان نبی رحمی اپنی جان بچانا

کا خوف بھی غالب تھا۔ تب اللہ جل شانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتوں کو نازل فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ تم جہاد پہ مستعد نہ ہو گے تو خدا تم کو دنیا و آخرت میں عذاب دے گا۔ اور تمہارے بدلے غیر قوم کو پیدا کر دے گا۔

الغرض اصحاب کے جو صفات آپ نے تحریر فرمائے ان سے متصف وہی اصحاب ہو سکتے ہیں کہ جو صدق دل سے ایمان لائے تھے اور خاتمہ ان کا ایمان پر ہوا تھا۔ اگر ان صفات کو آپ اصحاب ثلثہ سے منسوب کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ان کا ایمان تو ثابت کیجئے جس سے علماء امامیہ کو انکار ہے جیسا کہ جناب غفران مآب فرماتے ہیں۔

"اول ایمان اصحاب ثلثہ باثبات باید رسانید بعد ازیں بایں ترتم باید سرائید زیرا کہ دانستی کہ مسلک امامیہ دریں باب آنست کہ اصحاب ثلثہ از امر اول از ایمان بہرہ نداشتند"۔

یوں تو ہمارے سنی بھائی اپنی خوش اعتقادی سے جو چاہیں فرمائیں۔ لیکن اگر ان کے حالات کو منصفانہ نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو وہ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انھوں نے نہ تو حضرت کی رفاقت کا حق ادا کیا اور نہ اپنی جانوں اور مالوں کو آنحضرت پر نثار کیا۔ جیسا کہ پہلی دلیل کے جواب میں ہم اس کا اظہار کر آئے ہیں کہ جب کفار و مشرکین کی سختی اور ایذادہی حد سے بڑھ گئی تو حضرت ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو شعب ابو طالب میں لے گئے جہاں آپ تین سال تک محصور رہے اور عزیزوں کے سوا ان رفقا میں سے کسی نے بھی اس نازک وقت میں آپ کی رفاقت نہیں کی بلکہ کفار و مشرکین سے مل جل کر امن و امان میں رہے۔ وہاں پیغمبر خدا پر تو فاقے پہ فاقے گذرتے تھے۔ اور یہاں یہ رفقا اپنی قوم کے ساتھ عیش و آرام میں تھے ان کی رفاقت کی یہ کیفیت تو اس نازک وقت میں تھی اور جب آنحضرت صلعم جہاد پر مامور ہوئے تو اس وقت بھی ان جان نثاروں نے نہ تو اپنی جانیں اپنے پیغمبر پر نثار کیں اور نہ وقت جانفشانی اعانت و حمایت آپ کی یاری و مددگاری کی ہاں تعلیاں بہت کچھ کیا کرتے تھے اور وقت جاں نثاری صاف جی چراتے تھے۔ چنانچہ ان پکے مخلصوں کی وفاداری اور ان سچے جاں نثاروں کی جاں نثاری ایک غزوۂ احد ہی میں ملاحظہ فرمائی جائے کہ جب مشرکین و کفار جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر حملہ آور ہوئے اور حضرت مجروح ہو گئے تو یہ سب سچے جان نثار رو باران

وفا شعار اپنے محبوب کو دشمنوں کی تلواروں کے سایہ میں تنہا چھوڑ کر ہوا ہو گئے ؎

دگر کس نہ بد زاں دلیراں بجا — رسول خدا ماند و شیر خدا
نہ کس از مہاجر نہ انصار ماند — علی ماند یا تیغ خونخوار ماند
چہ بکر و چہ عمرو چہ زید و ولید — شدند آں زماں از نظر ناپدید
یکے زد بہ بحر ص و دگر زد بطول — نہ بیم از خدا و نہ خوف از رسولؐ

اس کلام کی تائید میں مدارج النبوۃ ملاحظہ فرمائیے کہ جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان جان نثاروں اور وفاداروں کے فرار کو کفر سے تعبیر کیا ہے اس کی نقل یہ ہے :-

چون مسلمانان رو بہ ہزیمت آوردند رسول خداؐ را تنہا گذاشتند حضرت صلعم در غضب آمد و عرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت و مثال مروارید از جبیں فیض شیممش فرو دوید دراں حالت نظر کرد علی ابن ابی طالب را دید کہ در پہلوے وے استادہ است فرمود اے علیؑ چونست کہ تو با برادران خود ملحق نہ گشتی علی گفت أ أکفر بعد الایمان ان لی بك اسوۃ ایا کافر شوم بعد از ایمان بدرستی کہ مرا بتو اقتدا است یعنی مرا بتو کار است با یاران و برادران کہ در پے غنیمت رفتند و ہزیمت نمودند چہ کار دارم۔

جب مسلمان آنحضرت کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تو اس وقت آنحضرتؐ اس قدر خشمناک ہوئے کہ پسینہ پیشانی اقدس سے مثل موتیوں کے ٹپکنے لگا اس حالت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علی ابن ابی طالب آپ کے پہلو میں کھڑے ہیں آپ نے فرمایا اے علیؑ تم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ کیوں نہیں چلے گئے علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ایمان لانے کے بعد میں کافر ہو جاؤں مجھے تو ہر امر میں آپ کی پیروی مقصود ہے اور ان بھائیوں اور دوستوں سے جو کہ لوٹ مار کے پیچھے پڑ گئے اور جان چرا کر بھاگ گئے کچھ سروکار نہیں ہے

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ سطر ۱۶)

غزوۂ احد میں اصحاب کا فرار ہونا

اگرچہ ان رفقاء اور جان نثاروں کا جہاد سے جی چرانا اور غزوات بدر حنین، خندق، خیبر وغیرہ سے فرار کرنا جلد دوم میں انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ مگر چونکہ جناب محدث صاحب موصوف اس روایت میں مصلحتاً

صرف یہ جملہ (مسلمانان رو بہزیمت آوردند) لکھ کر گریز کر گئے ہیں اس لئے ہم اس جگہ جناب شمس العلماء شبلی نعمانی کا قول نقل کرتے ہیں جس کے ملاحظہ سے واضح ہو گا کہ وہ کون مسلمان تھے وہ یہ ہے :-

تمام روایتوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو کچھ لوگ ایسے سراسیمہ ہوئے کہ انھوں نے مدینہ سے ادھر دم نہیں لیا اور کچھ لوگ جان پر کھیل کر لڑتے رہے کہ رسول اللہ کے بعد زندہ رہنا بیکار ہے بعضوں نے مایوس ہو کر سپر ڈال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے۔ حضرت عمر اس تیسرے گروہ میں تھے۔ علامہ طبری نے بسند متصل روایت کی ہے کہ اس موقع پر جب انس بن نضر نے حضرت عمر اور طلحہ اور چند مہاجرین اور انصار کو دیکھا کہ مایوس ہو کر بیٹھ گئے ہیں تو انھوں نے پوچھا کہ بیٹھے کیا کرتے ہو تو ان لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے تو شہادت پائی۔ انس بولے رسول اللہؐ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے تم بھی انھیں کی طرح لڑ کر مرجاؤ۔ یہ کہہ کر کفار پر حملہ آور ہوئے اور شہادت حاصل کی۔ قاضی ابو یوسف صاحب نے خود حضرت عمر کی زبانی نقل کیا ہے کہ انس بن نضر میرے پاس سے گذرے اور مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ پر کیا گذری میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ شہید ہوگئے۔ انس نے کہا کہ رسول اللہؐ شہید ہوئے تو ہوئے، خدا تو زندہ ہے یہ کہہ کر تلوار میان سے کھینچ لی اور اس قدر لڑے کہ شہادت حاصل کی۔ علامہ بلاذری نے انساب الاشراف میں حضرت عمر کا یہ حال لکھا ہے کہ حضرت عمر ان لوگوں میں تھے جو احد کے دن بھاگ گئے تھے لیکن خدا نے ان کو معاف کر دیا۔ علامہ بلاذری نے ایک اور روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت عمر نے جو اپنی خلافت کے زمانے میں لوگوں کے روزینے مقرر کئے تو ایک شخص کے روزینہ کی نسبت لوگوں نے کہا کہ ان سے زیادہ مستحق آپ کے فرزند عبداللہ ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ نہیں، کیونکہ اس کا باپ احد کی لڑائی میں ثابت قدم رہا تھا اور عبداللہ کا باپ (یعنی خود حضرت عمر) نہیں رہا تھا[1]۔ (الفاروق حصہ اول صفحہ ۳۵ تا ۳۷)

سبحان اللہ جو رفقا کفار و مشرکین کی ایذا دہی کے وقت اپنے پیغمبر کی مطلق حمایت

[1] صفحہ ۹۳ تا ۹۵

نہ کریں، جو جاں نثار، وقت جاں نثاری اپنی جان بچا کر فرار ہو جائیں۔ جو خود اپنی زبان سے اپنے فرار کا اقرار کریں اور کل مورخین و محدثین اہل سنت اپنی اپنی کتابوں میں ان حالات و واقعات کی تصدیق کریں اور شاہ صاحب ان کے فرار کو کفر بتلائیں واعجبا کہ آپ تمام ان باتوں پر پردہ ڈال کر یہ فرمائیں:۔

یاران وے خود را سیر وے ساختہ از مشرب عشق چہ بادہا کہ نخوردند و چہ مستیہا کہ نکردند ہر گاہ کہ آنجناب بہ ہجرت و جہاد مامور شدند اصحاب وے بمقابلہ کفار چہ رنجہا کہ نہ چشیدند و چہ غمہا کہ نہ کشیدند۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔	رفقائے آنحضرت ؐ نے اپنے کو حضرت کی سپر بنا کر مشرب عشق سے کیا کیا جام نہیں پئے اور کیا کیا ولولے نہیں ظاہر کرکے جبکہ وہ جناب ہجرت و جہاد پہ مامور ہوئے تو آپ کے اصحاب نے بمقابلہ کفار کون سے رنج تھے جو نہیں پائے اور کون سے غم تھے جو نہیں اٹھائے۔

اصحاب کا غنیمت پر جھگڑنا اور نزول سورۂ انفال

پس علی العموم مہاجرین و انصار کا حق رفاقت ادا کرنا اور اپنی جانوں اور مالوں کو فدا کرنا تو سراسر باطل اور بے اصل ہے۔ البتہ ان کا طامع اور حریص ہونا۔ مال غنیمت پر جھگڑنا۔ ہر ایک گروہ کا اپنے آپ کو تنہا اس کا مستحق سمجھنا۔ بلکہ اپنے پیغمبر پر خیانت اور تقسیم مال غنیمت میں عدل نہ کرنے کا اتہام لگانا (نعوذ باللہ) بلاشبہہ ثابت ہے چنانچہ ان کی اس حرص و طمع کا اظہار مورخین اور محدثین و مفسرین نے بہت ہی وضاحت و صراحت سے اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے اور خدائے پاک نے بھی صاف صاف فرما دیا ہے جو کہ ہوا خواہان اصحاب کے چھپانے سے نہیں چھپ سکتا منجملہ ان کے ہم چند روایات اور آیات اس جگہ نقل کرتے ہیں:۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا جو کچھ مال و اسباب کفار غنیمت بدر کے لشکر میں تھا وہ سب جمع کیا گیا مگر اس کی نسبت مسلمانوں میں اختلاف ہوا جنھوں نے جمع کیا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ مال ہمارا ہے اور جو لوگ دشمنوں سے لڑتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم اگر ان سے نہ لڑتے اور انھیں نہ روکتے تو تم کو یہ مال کیسے ملتا۔ ادھر جو لوگ عریش کے پاس رسول اللہ ؐ کی حفاظت کے لئے کھڑے تھے کہنے لگے کہ تم لوگ ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو ہم دیکھ رہے تھے کہ یہ مال ہماری آنکھوں کے سامنے پڑا تھا اور کوئی

ان کا حفاظت کرنے والا نہ تھا ہم چاہتے تو اسی وقت اُسے لے سکتے تھے مگر ہم نے دیکھا کہ کہیں دشمن رسول اللہؐ پر حملہ نہ کریں اس لئے ہم آپ کی حراست پر کھڑے رہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انفال (یعنی مال غنیمت) کو ان کے ہاتھوں سے لے لیا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا اختیار عطا فرمایا۔

(عروج الاسلام جلد ۶ صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ آگرہ)

۲) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبایائے ہوازن سے فارغ ہو گئے تو آپ سوار ہو کر روانہ ہوئے لوگ آپ کے پیچھے روانہ ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہؐ! ہماری غنیمت ہم کو تقسیم کیجئے اور جب اپنی مراد پوری نہ ہوئی تو ایک درخت کے پاس آپ سے جا لپٹے اور چادر مبارک آپ کی کھینچ لی آپ نے فرمایا اے صاحبو! میری چادر تو مجھے دے دو میں کیا تم کو دینے میں بخل کرتا ہوں (ایضاً جلد ۷ صفحہ ۱۸۱)

۲) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش اور دیگر قبائل عرب پر ان غنائم کو تقسیم کر دیا اور انصار کو کچھ حصہ نہ دیا تو وہ اپنے دلوں میں طرح طرح کے خیالات کرنے لگے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! آپ اپنی قوم میں مل گئے

(ایضاً جلد ۷ صفحہ ۱۸۳ و ۱۸۴)

۴) عباس بن مرداس کو تین اونٹ دئے جس سے وہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا یہ اونٹ اسی لوٹ کے ہیں جسے میں نے اپنے گھوڑے پر چڑھ کر اور ریت میں حملہ کر کے حاصل کئے ہیں۔ اور لوگ جب سو جاتے تھے تو میں ان کو جگاتا تھا اور جب نیند میں مدہوش ہوتے تھے تو اس وقت بھی میں کبھی غافل نہیں رہتا تھا۔ اب میری لوٹ اور میرے غلاموں کی لوٹ کا مال عیینہ اور اقرع کو دیا جا رہا ہے حالانکہ میں نے تو دلاوری اور جواں مردی کے کام کئے ہیں اور مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۶)

جب مال غنیمت کے لئے مہاجرین اور انصار نے اس طرح حجت و تکرار کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یسئلونک عن الانفال ط قل الانفال للہ والرسول ج فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم ص	اے رسول مسلمان سپاہی تم سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں تم کہہ دو کہ مال غنیمت اللہ و رسولؐ کا ہے اور تم اللہ سے ڈرتے رہو

اطیعو اللہ و رسولہ ان کنتم مومنین ۵ (پ ۸ س انفال ع ۱)

اور آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کرتے رہو اور اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

امام فخر الدین رازی اس آیۂ کریمہ کی یہ تفسیر کرتے ہیں:۔

ان یوم بدر الشبان قتلوا و اسروا والاشیاخ وقفوا مع رسول اللہ فی المصاف فقال الشبان الغنائم لنا لانا قتلنا وھزمنا وقال الاشیاخ کنا ردءا لکم ولو انھزمتم لانحزتم الینا فلا تذھبوا بالغنائم دوننا فوقعت المخاصمۃ بھذا السبب فنزلت الآیۃ۔ (تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۵۰۹ سطر ۱۱)

بروز جنگ بدر جوانوں نے قتال کیا اور قید کیا اور جو بوڑھے تھے وہ لڑائی میں رسول اللہ کے ساتھ تھے۔ جوانوں نے کہا مال غنیمت ہم کو ملنا چاہیئے کیونکہ ہم نے جنگ کی اور کفار کو بھگایا۔ بوڑھوں نے کہا ہم تمہاری پشتی پر تھے اگر تم ہزیمت پاتے تو تمہارے ہی پاس آتے اسلیئے تم تنہا اسکے مستحق نہیں ہو سکتے جب دونوں فریق میں نزاع ہوئی آیۂ انفال نازل ہوا۔

یہی تفسیر طبری جلد ۹ صفحہ ۱۰۸ میں لکھی ہے۔ مولوی نذیر احمد صاحب اپنے قرآن شریف مترجم میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ایک دوسرے سے ایک طرح کی بدگمانی پیدا ہو گئی ہر ایک اپنے کو زیادہ ہی مستحق سمجھتا تھا اس واسطے کہ اس نے اپنے زعم میں زیادہ کوشش کی تھی سو خدا نے سمجھا دیا کہ فتح جو تم کو نصیب ہوئی یا مال غنیمت ہاتھ آیا یہ تمہاری کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ محض خدا کا فضل ہے اور مال غنیمت سارے کا سارا اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا جس کو جتنا دیا جائے وہ خوش دلی سے لے لے اور اس کو خدا اور اس کے رسول کا انعام سمجھے۔

اسی طرح شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کا بیان ہے کہ:۔

"جنگ بدر میں جب فتح حاصل ہو چکی تو کچھ لوگ کفار کا تعاقب کرتے ہوئے بہت دور تک چلے گئے اور کچھ لوگ آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہے۔ تعاقب کرنے والے جب واپس ہوئے تو انھوں نے دعویٰ کیا کہ غنیمت ہمارا حق ہے کیونکہ ہم دشمنوں

سے لڑ کر آئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے محافظ تھے اس لئے ہم تم سے زیادہ حقدار ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یسئلونک عن الانفال (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲۱۰)

شبلی صاحب نے جن مہاجرین و انصار کو حاضر خدمت حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بتایا ہے ان مورخین نے حضرت ابو بکر صدیق کا اسم مبارک خاص طور پر شرح کیا ہے اور یہ پتہ دیا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلعم بارگاہ ایزدی میں فتحیابی کی دعائیں محو تھے تو اس وقت حضرت ابو بکر نے آنحضرت صلعم کو بقول صاحب روضۃ الصفا (صدیق آن سرور را بیدار ساخت و عرض کرد یا رسول اللہ مشرکین بما نزدیک رسیدند) یہ کہکر بیدار کر دیا تھا کہ دشمن ہمارے پاس پہنچ گئے۔ پس جبکہ بقول شبلی صاحب وغیرہ اصحاب محافظین آنحضرت نے اپنے آپ کو مال غنیمت کا مستحق بتایا اور اس کے لئے باہم جھگڑے جس پر آیہ انفال نازل کی تو وہ سب حضرات آیہ وافی ہدایہ۔

تحبون المال حباً جما (پ ۳۰ س الفجر ع ۱) تم مال کو جی بھر کے دوست رکھتے ہو۔

کے مصداق ہوئے۔

واضح ہو کہ مہاجرین و انصار نے صرف طلب مال غنیمت ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے پیغمبر سے اس طرح کے گستاخانہ کلام بھی کئے کہ :-

(حاشیہ: پیغمبر پر خیانت کا الزام رکھنا)

"آپ جنگ پر تو ہمیں بھیجتے ہیں لیکن مال غنیمت جو ہمارا حق ہے اس کو اپنے عزیزوں پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور اس تقسیم میں خدا کی مرضی کا خیال نہیں کرتے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ایک طولانی روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

اخبرنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال ناس من الانصار حین افاء اللہ علی رسولہ صلعم ما افاء من اموال ھوازن فطفق النبی صلعم یعطی رجالا المائۃ من الابل فقالوا یغفر اللہ لرسولہ یعطی قریشا ویترکنا	انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ فتح خیبر کے بعد جب غنیمت کا مال ہوازن تقسیم کیا گیا تو آنحضرت صلعم نے اس میں سے سو سو اونٹ قریش کو دیئے اس پر انصار نے کہا خدا رسول کی مغفرت کرے کہ قریش کو دیتے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش

سینو ننا تقطر من دمائھم۔ کے خون ٹپک رہے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد دوم مصححہ مولوی خلیل الرحمن سہارنپوری صفحہ ۸۸۷)

اسی میں دوسری روایت اس عنوان سے منقول ہے:۔

عن عبد اللہ قال لما قسم النبی صلعم قسمۃ حنین قال رجل من الانصار ما اراد بھا وجہ اللہ فاتیت النبی صلعم فاخبرتہ فتغیر وجھہ ثم قال رحمۃ اللہ علی موسیٰ لقد اوذی باکثر من ھذا فصبر۔ (ایضاً صفحہ ۸۸)	عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے غنیمت حنین تقسیم کیا تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس تقسیم میں خوشنودی خدا منظور نہیں ہے اس پر میں نے رسول خدا کو اس سے مطلع کیا یہ سُن کر چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ موسیٰ پر خدا کی رحمت ہو ان کو تو اس سے بھی زیادہ تکلیفیں دی گئی تھیں پھر صبر کیا۔

صد حیف کہ مہاجرین و انصار نے مال غنیمت کے متعلق اپنے پیغمبر پر خیانت اور عدل نہ کرنے کا بھی اتہام لگایا۔ جس پر خدائے پاک نے اپنے حبیب اور رسول کی عصمت پر یہ آیت نازل فرمائی۔

ما کان للنبی ان یغل ومن یغلل یات بما غل یوم القیمۃ پ ۴	کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا تو جس چیز کی خیانت کی ہے قیامت کے دن وہی چیز خدا کے سامنے لانی ہو گی۔

چنانچہ مفسرین اہل سنت نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ:۔

"مسلمانوں کو یہ سمجھانا ہے حضرت پر گمان نہ کریں کہ غنیمت کا مال کچھ چھپا رکھا۔ بدر کی لڑائی میں ایک چیز غنیمت کے مال سے گم ہو گئی تھی سو کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہو گی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(ترجمہ قران مجید شاہ عبد القادر صاحب مطبوعہ میرٹھ)

اسی طرح مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ میں ہے:۔

"جنگ بدر میں جو لوٹ کا مال ہاتھ آیا تھا اور وہ جمع کیا جا رہا تھا کہ آخر کار فوجیوں میں تقسیم کیا جائے گا اس میں سے ایک اوڑھنے کی چادر اور ایک لنگی گم ہو گئی کسی بد باطن نے

نے پیغمبر کی نسبت شبہہ کیا۔

نیز تفسیر حسینی میں ہے:۔

بنا شد سزاوار مر پیغمبرے را کہ خیانت کند در غنیمت بعضے اقویا صحابہ از پیغمبر درخواست می نمودند کہ مارا از ہر غنیمت کہ می افتد زیادہ از حصۂ ضعفا چیزے بدہ۔ آیت آمد کہ خیانت پیغمبر در قسمت غنائم روا نیست۔

گویند از غنائم بدر گلیمے سرخ گم شد وجمعے سیاہ دلان از روئے نفاق نسبت آن بہ سید عالم صلعم علے الاطلاق کردند حق تعالیٰ ذمہ حبیب خود را خصوصاً و ذمہ جمیع انبیا عموماً ازیں خیانت بری گردانید و فرمود کہ ہیچ پیغمبر در غنیمت خیانت نہ کرد و نہ کند

(تفسیر حسینی صفحہ ۸۷،۸۸)

بعض صحابہ جو قوی تھے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ و آلہ وسلم سے درخواست کی کہ جو غنیمت حاصل ہوتی ہے اس میں سے بہ نسبت ضعیف صحابہ کے ہمیں کچھ زیادہ دیا کیجئے۔ آیت آئی کہ نبی کی شان سے بعید ہے کہ خیانت کرے بعض کہتے ہیں کہ بدر کی غنیمت سے ایک کملی سرخ رنگ کی گم ہوگئی بعض سیاہ دلوں نے نفاق کی راہ سے سید عالم کی طرف بدگمانی کی تب حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نبی نے کبھی غنیمت میں خیانت نہیں کی تھی اور نہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے ہیں۔

جب مہاجرین و انصار نے آنحضرت سے یہ گستاخیاں کیں اور آپ پہ خیانت اور عدل نہ کرنے کی تہمت کی اور تقسیم غنیمت پر خلاف شان آنحضرت یہ کلام کئے تو اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

نزول آیہ شریف نسبت اصحاب منافقین

ومنھم من یلمزك فی الصدقات فان اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا منھا اذا ھم یسخطون ۝

(پ ۱۰۔ س توبہ ع ۷)

ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں (اے رسول) جو لوگوں کے مال کی خیرات کی تقسیم میں بے انصافی کا تم کو الزام دیتے ہیں۔ پھر اگر ان میں سے انھیں حسب خواہش دیا جائے تو خوش ہو گئے اور اگر ان کی مرضی کے موافق نہیں دیا گیا تو بس فوری بگڑ بیٹھتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اصحاب مال دنیا پہ بڑے حریص تھے اور وہ یہ ہے:۔

قال اھل المعانی ھذہ الآیۃ تدل

اہل معانی کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کی

على ركاكة اخلاق اولئك المنافقين
ودنائة طباعهم وذلك لانه لشدة
شرههم الى اخذ الصدقات عابوا
الرسول فنسبوه الى الجور فى القسمة مع
انه كان ابعد خلق الله تعالى عن
الميل الى الدنيا قال الضحاك كان
رسول الله يقسم بينهم ما اتاه
الله من قليل المال وكثيره وكان
المؤمنون يرضون بما اعطوا و
يحمدون الله عليه واما المنافقون
فان اعطوا كثيرا فرحوا وان اعطوا
قليلا سخطوا وذلك يدل على
ان رضاهم وسخطهم لطلب
النصيب لا لاجل الدين

رکاکت اخلاق اور ان کی دنائت طبع پر دلالت
کرتی ہے کیونکہ وہ صدقات کے لینے پر بڑے
حریص تھے۔ لہذا انھوں نے رسول اللہ پر عیب
لگایا اور حضرت کی تقسیم پر ناانصافی کے مدعی
ہوئے حالانکہ آنحضرت تمام مخلوقات میں اس
سے بری تھے کہ دنیا کی طرف میل کریں ضحاک
کہتے کہ جو کچھ قلیل وکثیر مال آتا تھا حضرت اس
کو تقسیم کر دیتے تھے مومنین تو اس تقسیم سے راضی
ہو جاتے اور شکر خدا بجا لاتے تھے۔ مگر منافقین
کو اگر زیادہ ملتا تو خوش ہوتے اور کم ملتا تو
ناخوش ہوتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان
کی رضا و رغبت بطلب مال دنیا ہے
نہ بغرض دین۔

(تفسیر کبیر ج۴ صفحہ ۶۶۹ و صفحہ ۶۷۰)

امام بخاری کا اس آیت کو ذوالخویصرہ کے حق میں بتانا

امام محمد اسمٰعیل بخاریؒ نے جب دیکھا کہ ان آیتوں سے تو اپنے اصحاب کے ایمان اور طمع وحرص کی قلعی کھلتی ہے تو ان جملہ ذمائم کا سہرا ایک شخص ذوالخویصرہ تمیمی کے سر پر باندھ دیا تاکہ اپنے اصحاب کے دامن عصمت پر کوئی دھبہ نہ لگے۔ چنانچہ وہ روایت بخاری شریف سے نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

ان ابا سعيد الخدرى قال بينما
نحن عند رسول الله وهو يقسم
قسما اذ اتاه ذو الخويصرة وهو
رجل من بنى تميم فقال يا رسول الله
اعدل فقال ويلك ومن يعدل
اذا لم اعدل قد خبت وخسرت

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ
کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ کچھ تقسیم
فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ جو بنی تمیم سے
تھا آیا اور کہا یا رسول اللہ انصاف کیجئے
حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر اگر میں انصاف
نہ کروں گا تو پھر کون کرے گا اگر میں انصاف

ان لم اعدل فقال عمر یارسول اللہ
ائذن لی فیہ فاضرب عنقہ فقال
دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم
صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ
مع صیامھم یقرؤن القرآن لا
یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین
کما یمرق السھم من الرمیۃ ینظر
الی نصلہ فلا یوجد فیہ شئ ثم
ینظر الی رصافہ فلا یوجد فیہ شئ
ثم ینظر الی نضیہ وھو قدحہ
فلا یوجد فیہ شئ ثم ینظر الی
قذذہ فلا یوجد فیہ شئ قد سبق
الفرث والدم آیتھم رجل اسود
احدی عضدیہ مثل ثدی المرءۃ
او مثل البضعۃ تدردر ویخرجون علی
حین فرقۃ من الناس قال ابو سعید
فاشھد انی سمعت ھذا الحدیث من
رسول اللہ واشھد ان علی بن ابی
طالب قاتلھم وانا معہ فامر بذلک
الرجل فالتمس فاتی بہ حتی نظرت الیہ
علی نعت النبی صلعم الذی نعتہ۔
(صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳ مطبوعہ مصر)

نہ کروں گا تو خائب و خاسر ہوں گا عمر نے
کہا یا حضرت اجازت دیجئے کہ میں اس کو
قتل کروں حضرت نے فرمایا جانے دو کہ اسکے
ایسے اصحاب ہیں جن کے نماز و روزہ کے سامنے
تم اپنی نماز کو حقیر جانو گے یہ قرآن کو پڑھتے ہوں گے
مگر ان کی سمجھ میں نہ آئے گا اور ایسی تاویل کریں گے
جو خلاف مقصود ہوگی یہ دین سے اس طرح نکل
جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے پھر
جو اس کے لوہے میں دیکھا جاتا ہے جو تیر میں لگا
رہتا ہے تو کچھ اس میں نہیں ملتا (مطلب یہ ہے
کہ جس طرح تیر جب اپنی تیزی سے شکار کو چھید
کر نکل جاتا ہے اور شکار کا کوئی حصہ بھی اس
میں نہیں رہتا اسی طرح یہ لوگ اسلام سے
نکل جائیں گے کہ کوئی اثر بھی اسلام کا ان میں
نہ رہے گا۔ سردار اس کا ایک سیاہ مرد ہوگا
جس کا ایک بازو مثل پستان زن ہوگا یا گوشت
کا ایک ٹکڑا جو حرکت کرتا ہوگا۔ جب کہ لوگوں
میں اختلاف ہوگا اس وقت یہ لوگ ظاہر
ہوں گے ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں
گواہی دیتا ہوں کہ خود میں نے اس حدیث کو
رسول اللہؐ سے سنا ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ
حضرت علیؑ نے ان سے قتال کیا اور آپ نے
حکم دیا اس کو تلاش کرو جب وہ لایا گیا تو
اس کو ویسا ہی پایا جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔

اس روایت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کمال جوش ایمان کی وجہ سے

ذوالخویصرہ تمیمی کی گستاخی و بے ادبی کی تاب نہ لا سکے اور اس کے قتل کرنے پر آمادہ و مستعد ہو گئے لیکن امام بخاری کی یہ محبت ان کے کچھ کام نہ آئی اس لئے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ خود حضرت عمر تقسیم غنیمت میں آنحضرت پر معترض ہوئے تھے اور کہا تھا کہ یہ تقسیم درست نہیں ہے وہ روایت یہ ہے۔

عن سلمان بن ربیعۃ قال قال عمر بن الخطاب قسم رسول اللہ قسما فقلت واللہ یا رسول اللہ لغیر ھؤلاء کان احق بہ منھم قال انھم خیرونی بین ان یسئلونی بالفحش او یبخلونی ولست بباخل (صحیح مسلم صفحہ ۳۳۷)	یعنی سلمان بن ربیعہ راوی ہیں کہ خود حضرت عمر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول خدا صلعم نے کچھ تقسیم کیا تو میں نے کہا بخدا یا رسول اللہ جن لوگوں کو آپ نے دیا ہے دوسرے لوگ ان سے زیادہ مستحق تھے حضرت نے فرمایا مجھے مجبور کیا ہے اس میں کہ وہ سوال کریں ہم سے فحش و بدگوئی سے یا ہم کو بخل سے نسبت دیں حالانکہ ہم بخیل نہیں ہیں۔

ان دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر جو اعتراض ذوالخویصرہ کا رسول اللہؐ پر تھا وہی حضرت عمر کا بھی ہے پس کون سی وجہ اس امر کی داعی ہے کہ اہل سنت والجماعت ذوالخویصرہ کو تو صاف منافق کہیں۔ اور واجب القتل ٹھہرائیں اور حضرت عمر کو مہر الہٰ فلک اسلام کا خطاب عطا کریں۔ حالانکہ اس کا تو صرف یہی ایک اعتراض تھا اور حضرت عمر کے ایک نہیں بلکہ بیسوں ہیں جو آئندہ اپنے موقعوں پر مذکور ہوں گے۔

اس موقع پر ہم دو چار روایات کا خلاصہ سیرۃ النبی مولفہ جناب شمس العلماء شبلی نعمانی سے بھی نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جس میں صاحب موصوف نے اصحاب رسول کی حرص وطمع پر کافی روشنی ڈالی ہے ملاحظہ ہوں۔

"چونکہ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں لڑائیوں کی اصلی بنیاد ضرورت معاش سے شروع ہوتی تھی۔ اس لئے عرب کے نزدیک مال غنیمت سے زیادہ کوئی شے محبوب نہ تھی اور ذرائع معاش میں سب سے زیادہ حلال اور طیب اسی کو سمجھتے تھے یہ خیال اس قدر دلوں میں راسخ اور رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا کہ اسلام کے بعد بھی ایک مدت تک قائم رہا۔

یسئلونک عن الانفال قل جو لوگ تم سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں

اصحاب کا لالچ مال غنیمت پر اور آنحضرت پر اعتراض

روایات متعلق سیرۃ النبی اصحاب کی حرص وطمع کے بارہ میں

الانفال للہ والرسول کہہ دو کہ مال غنیمت خدا اور رسولؐ کا ہے۔
اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ مجاہدین مال غنیمت کا خود دعویٰ نہیں کر سکتے
اس کی تقسیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں ہے جس طرح آپؐ چاہیں
تقسیم فرمائیں۔ اس سے اتنا ہوا کہ لڑائیوں میں جو ہر شخص لوٹ کر جو چیز
چاہتا تھا لیتا تھا بند ہو گیا لیکن میدان جنگ کے علاوہ اور موقعوں پہ
لوٹنا مدتوں موقوف نہیں ہوا۔ سنن ابی داؤد میں ایک انصاری سے روایت
ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں شریک
تھے، بھوک کی سخت تکلیف ہوئی تو اتفاقاً سامنے بکریاں نظر پڑیں۔ ان کو
لوٹ لائے اور ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو خبر ہوئی تو آپ تشریف لائے اور کمان جو ہاتھ میں تھی اس سے دیگچیاں الٹ
دیں اور فرمایا کہ لوٹ کی چیز مردہ سے بڑھ کر حلال نہیں، خیبر کی لڑائی
ؔسنہ ھ میں ہوئی اس وقت تک یہ حال تھا کہ امن کے بعد لوگوں نے یہودیوں
کے جانور اور پھل لوٹ لئے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم کو نہایت غصہ آیا آپ نے تمام صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا۔

ان اللہ تعالیٰ لم یحل لکم ان خدا نے تم لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کیا ہے
تدخلوا بیوت اھل الکتاب الا کہ اہل کتاب کے گھروں میں گھس جاؤ اور نہ یہ
باذن ولا ضرب نسائھم ولا اجازت دی ہے کہ ان کی عورتوں کو مارو ان
اکل ثمارھم اذا اعطوکم الذی کے پھل کھاؤ جبکہ وہ تم کو وہ ادا کریں جو ان
علیھم (سیرۃ النبی صفحہ ۲۲۳) پر فرض ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم چاہتے تھے کہ غنیمت کے ساتھ
لوگوں کو جو شغف ہے کم ہو جائے لیکن مدت تک غنیمت کی محبت اور وارفتگی
نہ گئی۔۔۔۔۔ (صفحہ ۲۷۵) غنیمت اس قدر محبوب تھی کہ بعض صاحبوں کو کسی
کافر کے مسلمان ہونے پر اس بناء پر رنج ہوا کہ اسلام لانے کی وجہ سے اس
کا مال نہ ملے گا۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک سریہ میں حملہ
کرنا چاہا، قبیلہ والے روتے ہوئے آئے انھوں نے کہا لا الٰہ الا اللہ کہو تو

تمہاری جان اور مال بچ جائے گا۔ انھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ان کو امن دے دیا گیا جب یہ اپنے ساتھیوں میں آئے تو لوگوں نے ان کو ملامت کی احرمتنا الغنیمۃ (تم نے ہم کو غنیمت سے محروم کر دیا۔)[۱]

(صفحہ ۴۲۴)

سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ مال غنیمت کے ساتھ لوگوں کو اس قدر شغف تھا کہ لڑائیوں کا بہت بڑا سبب یہی ہوتا تھا اس کی اصلاح میں نہایت تدریج سے کام لینا پڑا۔ جاہلیت میں تو غنیمت محبوب ترین چیز تھی تعجب یہ ہے کہ اسلام میں بھی ایک مدت تک اُس کو ثواب کی چیز سمجھتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا

رجل یرید الجھاد فی سبیل	ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا
اللہ و لہ غرض من اغراض	ہے لیکن کچھ دنیاوی فائدہ بھی چاہتا ہے
الدنیا فقال النبی لا اجر لہ	آپ نے فرمایا کہ اس کو کچھ ثواب نہیں ملنے
فاعظم ذلک الناس و قالوا	کا۔ یہ امر لوگوں کو بہت گراں معلوم ہوا اور
للرجل عد الی رسول اللہ	لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ پھر جا کر پوچھ
فلعلک لم تفھمہ	غالباً تم نے آنحضرت صلعم کا مطلب نہیں سمجھا

بار بار لوگ دریافت کرنے کے لئے بھیجتے تھے اور ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہوگا۔ بالآخر جب آپ نے تیسری دفعہ بھی فرمایا کہ لا اجر لہ (یعنی اس کو کچھ ثواب نہیں ملے گا) تب لوگوں کو یقین آیا۔ (قدرے اختلاف[۲])

قرآن مجید میں غنیمت کی نسبت متاع دنیوی کا لفظ آتا تھا اور اس کی طرف انہماک اور وارفتگی پر ملامت کیجاتی تھی۔ جنگ احد میں جب اس بناء پر شکست ہوئی کہ کچھ لوگ کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہوگئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

منکم من یرید الدنیا و منکم	تم سے کچھ لوگ دنیا کے طلبگار تھے اور
من یرید الاخرۃ	کچھ آخرت کے

جنگ بدر میں لوگوں نے جب اجازت سے پہلے غنیمت لوٹنی شروع کر دی یا بقول بعض مفسرین فدیہ کی خواہش سے لوگوں کو گرفتار کیا تو یہ آیت اتری

[۱] صفحہ ۵۲۸

تریدون عرض الدنیا واللہ — تم لوگ دنیا کی پونجی چاہتے ہو اور خدا
یرید الاخرۃ — آخرت کی۔

باوجود ان تمام تصریحات اور بار بار تاکیدات کے غزوہ حنین میں جو شہ میں واقع ہوا تھا اس وجہ سے شکست ہوئی کہ لوگ غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ صحیح بخاری غزوہ حنین کے ذکر میں ہے۔

فاقبلوا المسلمون علی الغنائم — مسلمان غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور کافروں
واستقبلونا بالسہام — نے ہم کو تیروں پر رکھ لیا۔

اس بنا پر موقع بہ موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ کو زیادہ تصریح سے بیان فرماتے تھے۔ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی شخص غنیمت کے لئے کوئی نام کے لئے، کوئی اظہار شجاعت کے لئے جہاد کرتا ہے کس کا جہاد خدا کی راہ میں سمجھا جائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من قاتل لتکون کلمۃ اللہ — جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ خدا
ھی العلیا۔ — کا بول بالا ہو۔

بالآخر آپ نے فرمایا کہ گو جہاد کسی نیت سے کیا جائے لیکن جب مجاہد مال غنیمت قبول کرتا ہے تو دو تہائی ثواب کم ہو جاتا ہے پورا ثواب اسی وقت ملتا ہے جب غنیمت کو مطلق ہاتھ نہ لگائے۔ صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں:۔

ما من غازیۃ تغزو فی سبیل اللہ فیصیبون الغنیمۃ الا تعجلوا ثلثی اجرھم من الاخرۃ ویبقی لھم الثلث وان لم یصیبوا غنیمۃ تم لھم اجرھم۔

(ایضاً صفحہ ۴۴۴ تا ۴۴۶)

جو غازی خدا کی راہ میں لڑتا ہے اور مال غنیمت لیتا ہے وہ آخرت کے ثواب کا یہیں دو ثلث لے لیتا ہے اور آخرت میں اس کا حصہ صرف ایک تہائی رہ جاتا ہے البتہ اگر غنیمت مطلق نہ لے تو اس کو آخرت میں پورا اجر ملے گا۔

عین فتح کے وقت جب کہ مجاہدین فتح کے نشہ میں چور ہیں مال غنیمت

فروخت ہو رہا ہے ایک ایک کو ہزاروں کی رقمیں وصول ہو رہی ہیں ایک ایک صحابی خوش خوش آتے ہیں اور جوش مسرت میں کہتے ہیں یا رسول اللہ آج میں نے مال غنیمت سے جس قدر نفع اٹھایا کبھی نہیں اٹھایا۔ پورے تین سو اوقیہ آئے (ایک اوقیہ دس روپے کے برابر ہوتا ہے) آپ فرماتے ہیں کہ میں اس سے زیادہ نفع بتاؤں تو بڑے شوق سے پوچھتے ہیں کیا، ارشاد فرمائیے۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ نماز فرض کے بعد دو رکعت۔

(خلاصہ سیرۃ النبی صفحہ ۴۴۴ تا ۴۵۱)

بھائیو! ذرا اپنے علماء کے مرتبہ روایات کو علی العموم اور ان روایات کو علی الخصوص جن میں شمس العلماء شبلی نعمانی نے مہاجرین و انصار کی طمع و حرص کی پوری تصویر کھینچی ہے بنظر تعمق و غور ملاحظہ کرو۔ اور خود ہی فیصلہ کر لو کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا۔

روایات اہلسنت درباره زہد جناب امیرؑ

اب ذرا جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ حیدر کرار غیر فرار کے زہد و اعراض عن الدنیا پر بھی نگاہ کرو جس کے معترف خود تمھارے علماء ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید و دیگر علماء کی دو ایک روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:-

(۱) وذکر الشعبی قال دخلت الرحبة بالکوفة اذا انا غلام فی غلمان فاذا انا بعلی علیه السلام قائما علی صبوتین من ذهب و فضة ومعه مخفقة وهو یطرد الناس بمخفقة ثم یرجع الی المال فیقسمه بین الناس حتی لم یبق منه شئ ثم انصرف ولم یحمل الی بیته قلیلا و کثیرا فرجعت الی ابی فقلت له لقد رأیت الیوم خیر الناس او احمق الناس

شعبی کہتا ہے کہ بچپن میں شہر کوفہ رحبہ میں چند لڑکوں کے ساتھ میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام سونے اور چاندی کے دو انبار کے پاس کھڑے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک دُرّہ بھی ہے جس سے لوگوں کو ہٹا رہے ہیں۔ پھر اُن انباروں کے پاس آکر ان کو آدمیوں میں تقسیم کر رہے ہیں یہاں تک کہ دونوں انبار بانٹ دئے اور ان میں سے کوئی چیز باقی نہ رکھی اس کے بعد واپس چلے آئے اس شان سے کہ اپنے گھر ایک حبہ بھی نہ لائے یہ دیکھ کر میں نے اپنے باپ سے آکر کہا کہ آج میں نے

قال من ھو یا بنی قلت علی بن ابی طالب امیر المؤمنین رأیتہ یصنع کذا فقصصت علیہ فبکی وقال یا بنی بل رأیت خیر الناس

ایسے شخص کو دیکھا ہے جو سب سے بہتر ہے یا سب سے زیادہ بیوقوف، انھوں نے پوچھا وہ کون ہے میں نے کہا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب پھر میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ سب اُن سے بیان کیا یہ سنکر وہ رونے لگے اور کہا یا بنی بل رأیت خیر الناس (بیٹا وہ تو بہترین ناس ہیں)

(مراد التحفہ)

(۲) روی محمد بن فضیل عن ہارون بن عنترعن زاذان قال انطلقت مع قنبر غلام علی علیہ السلام فاذا ھو یقول قم یا امیر المؤمنین فقد خبأت لک خبیئا قال وما ھو ویحک قال قم فقام فانطلق بہ الی بیتہ بغرارۃ مملوۃ من جامات ذھبا وفضۃ فقال یا امیر المؤمنین رأیتک لا تترک شیئا الا قسمتہ فادخرت لک ھذا عن بیت المال فقال علی علیہ السلام ویحک یا قنبر لقد احببت ان تدخل بیتی نارا عظیمۃ ثم سل سیفہ وضربہ ضربات کثیرۃ فانتثرت من بین اناء مقصوع نصفہ وآخر ثلثہ ونحو ذلک ثم دعا بالناس فقال اقسموہ بالحصص ثم قام الی بیت المال فقسم ما وجد فیہ ثم رأی فی البیت ابرۃ ومسالا

زاذان راوی ہیں کہ میں حضرت علی علیہ السلام کے غلام قنبر کے ہمراہ ایک دفعہ ہو لیا تو حضرت علی سے آکر کہنے لگے کہ یا حضرت تشریف لے چلئے یہ سن کر حضرت اٹھے اور قنبر کیسا تھ گھر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بورہ میں بہت سے پیالے سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے رکھے ہیں قنبر نے عرض کی مولا میں نے دیکھا کہ آپ کچھ بچاتے نہیں اور سب کا سب تقسیم کئے دیتے ہیں میں نے بیت المال سے آپ کیلئے اس مال کو بچا لیا ہے حضرت نے یہ دیکھ کر فرمایا قنبر تم پر وائے ہو کیا تم کو میرے گھر میں اتنی بڑی آگ جمع کرنا اچھا معلوم ہوا یہ کہہ کر حضرت نے تلوار کھینچ لی اور اس بورے پر کئی وار لگائے جس سے اس کے ظروف ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے پھر لوگوں کو فرمایا اس مال کے حصوں کو بانٹ تقسیم کر دو اس کے بعد بیت المال کے پاس تشریف لائے اور جو کچھ پایا اس کو تقسیم کر دیا بلکہ اس میں ایک سوئی اور سوا دیکھا تو فرمایا اس کو بھی تقسیم کر لو ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں اسکی ضرورت نہیں ہے اور حضرت کا معمول

فقال لتقسموا هذا فقالوا لا حاجة لنا فيه وقد كان علي عليه السلام يأخذ من كل عامل ما يعمل فضحك وقال ليؤخذن شره مع خيره (ازروالتحفہ ۲۶۸)

تھا کہ جو شخص جو چیز بناتا وہی چیز اس سے بطور خراج یا ٹیکس لیتے (پس یہ سوئی اور سوا بھی اسی طرح بیت المال میں آئے تھے) تو ان کا جواب سن کر حضرت ہنسے اور فرمایا اچھی چیزوں کے ساتھ بُری چیزیں بھی لینی پڑیں گی۔

اسی طرح روضۃ الاحباب میں ہے:۔

(۳) مرویست کہ چون امیر المومنین کرم اللہ وجہہ عمرو ابن عبدود را بکشت التفات بجامہ وسلاح وے نکرد خواہر عمرو بیامد وبربالین وی بنشست و دید کہ جامہ وسلاح او بحال خود است گفت ساقتلہ الا کفو کریم نکشتہ است اورا الا ہمسر گرامی آنگاہ پرسید کہ قاتل وے کیست گفتند علی بن ابی طالب بن عبد المطلب پس این دو بیت گفت

جب حضرت امیر المومنین نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا تو اس کے ہتھیار اور زرہ وجامہ وغیرہ کو ویسا ہی چھوڑ دیا اور اس پر مطلق التفات نہیں کیا جب اس کی بہن نعش پر آئی اور اس نے زرہ جو بیش بہا تھی اس کے جسم پر دیکھی تو اس نے کہا کہ اس کا قاتل کوئی بڑا اعلیٰ خاندان شخص ہے پھر اس نے لوگوں سے پوچھا لوگوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب ہیں یہ سن کر اس نے دو شعر پڑھے۔

ولو كان قاتل عمرو غير قاتله　　لكنت ابكي عليه آخر الابد

اگر اس کا قاتل غیر علیؑ ہوتا تو میں　　اپنے بھائی کے مارے جانے پر مدت العمر گریہ و بکا کرتی

لكن قاتله من لا يعاب له　　من كان يدعى قديما بيضة البلد

لیکن اس کا قاتل وہ شخص ہے　　جو بیضۃ القوم پکارا جاتا ہے جس کو کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا۔

اے بھائیو! تم اپنے اصحاب کرام اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ایمان و اعراض عن الدنیا کا تقابل کر کے انصاف سے کہو کہ آیۂ کریمہ:۔

تقابل مابین اصحاب وجناب امیر المومنین علیہم السلام

منكم من يريد الدنيا　　(اے اصحاب رسول) تم میں سے اکثر طالب دنیا ہیں

کے مصداق کون اصحاب ہیں اور:۔

ومنكم من يريد الآخرة　　بعض تم میں سے طالب آخرت ہیں

کس پر صادق آتا ہے۔ کن لوگوں پر مال دنیا کی محبت میں آیۂ کریمہ

ان الانسان لحب الخير لشديد　　اور آدمی مال کی محبت پر بہت مضبوط ہے۔

کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور کس نے اپنے مالک کی ہدایت

فما متاع الحیوٰۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل	متاع زندگانی دنیا بمقابلہ آخرت کے بہت ہی قلیل ہے۔

پر دنیا کو طلاق بائن دے کر خوشنودی رب جلیل حاصل کی۔

اگر آپ بفرط محبت اصحاب مومن و منافق اور نیک و بد میں امتیاز نہیں کرتے تو نہ کریں خالق ارض و سما تو کر چکا اور ان کو خوب پہچان چکا ہے قولہ تعالیٰ

ولیعلم اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین	اور ضرور اللہ ان کو بھی جانتا ہے جو ایمان لائے اور ان کو بھی جو منافق ہیں۔

(پ ۲۰۔ س عنکبوت۔ ع ۱)

ذکر روایات جن میں صحابہ کی مخالفت آنحضرتؐ

اصحاب کی حرص اور لوٹ مار کے حالات تو سن چکے اب ان مخالفتوں کا بھی حال سنئے جو انھوں نے آنحضرت صلعم سے کی تھیں۔

کتب سیر و تواریخ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں بیبی ازواج کو حکم دیا تھا کہ یہ تمھارا آخری حج ہے اس کے بعد اب کوئی حج کے لئے گھر سے باہر نہ نکلے مگر حضرت عمر نے خلاف حکم آنحضرتؐ ان کو حج کی اجازت دی اور نامحرموں کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ جیسا کہ ازالۃ الخفا میں ہے:۔

روی ان عمر اذن ازواج النبی فی اٰخر حجۃ حجھا فبعث معھن عثمان بن عفان وعبد الرحمٰن۔	یعنی حضرت عمر نے ازواج نبی کے ہمراہ حضرت عثمان اور عبد الرحمٰن کو حج کے لئے بھیجا۔
(ازالۃ الخفا حصہ دوم صفحہ ۱۰۳ سطر ۱۵)	
ان رسول اللہ قال یا ابا ھریرۃ واعطانی نعلیہ فقال اذھب بنعلی ھاتین فمن لقیت من وراء ھذا الحائط ویشھد ان لا الٰہ الا اللہ مستیقنا بھا قلبہ فبشرہ بالجنۃ فکان اول من لقیت عمر فقال ما ھاتان	ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہؐ نے بلوایا اور اپنے دونوں نعلین دیکر فرمایا یہ میری نعلین بطور تصدیق کے لیجاؤ پھر جس کسی سے اس دیوار کے باہر ملاقات ہو اور وہ توحید کی شہادت صدق دل سے دیتا ہو اسے جنت کی بشارت دو پس سب سے پہلے عمر ملے کہنے لگے ابوہریرہ یہ دونوں کیا ہیں میں نے کہا رسولؐ کی نعلین ہیں مجھے ان کو دیکر اسلئے

النعلان یا اباہریرة قلت نعلا
رسول بعثنی بهما من لقیت یشهد
ان لا اله الا الله مستیقنا بها
قلبه البشره بالجنة فضرب عمر
ثدیی فخررت لاستی

(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۴۵ سطر ۴)

بھیجا ہے کہ جسے توحید کا اقرار کرتے ہوئے
دیکھوں اُسے جنت کی بشارت دوں یہ سنتے
ہی عمر نے میرے سینے پر ایسی ضرب ماری کہ
میں سرین کے بل زمین پر گر پڑا۔

(۳) اخرج الفریابی وابن عساکر عن ابراهیم
التیمی عن ابیه قال قال رجل لو ادرکت
رسول الله صلعم لحملت ولفعلت
فقال حذیفه رایتنی لیلة الاحزاب
ونحن مع رسول الله صلی الله علیه وسلم
یصلی من اللیل فی لیلة باردة ما قبله
وما بعده بردا کان اشد منه فحانت
منی التفاتة فقال الا رجل یذهب
الی هولاء فیاتینا بخبرهم جعله
الله معی یوم القیمة قال فما قام منا
انسان قال فسکتوا ثم عاد فسکتوا
ثم قال یا ابا بکر فقال استغفر الله ورسوله
فقال ان شئت ذهبت فقال (صلعم)
یا عمر فقال استغفر الله ورسوله
ثم قال یا حذیفه فقلت لبیک
فقمت حتی اتیت وان جنبی لیضطربان
من البرد فمسح راسی ووجهی ثم
قال اذهب ائت هولاء القوم
حتی تاتینا بخبرهم ولا تحدثن حدثا

امام فریابی وابن عساکر راوی ہیں کہ ایک
شخص نے حضرت حذیفہ سے کہا کہ اگر میں رسول
اللہ صلعم کو پاتا تو آپ کی خدمت کرتا حذیفہ نے
کہا کہ میں شب احزاب رسول اللہ صلعم کے ساتھ
تھا حضرت نماز شب نہایت سخت جاڑے
میں پڑھ رہے تھے ہم لوگوں کی طرف ملتفت ہو کر
فرمایا کوئی ایسا ہے جو جا کر مخالفین کے لشکر کی
خبر لائے خدا اسکو ہمارے ساتھ جنت میں داخل
کرے گا۔ آپ نے ابوبکر کا نام لیا وہ استغفار
یعنی معاف فرمایئے کہہ کر رہ گئے حضرت نے
فرمایا اگر چاہو تو جا سکتے ہو پھر آپ نے عمر کا نام لیا وہ
بھی استغفر اللہ کہہ کر رہ گئے حضرت نے پھر مجھ سے
فرمایا میں نے کہا لبیک اور حاضر خدمت ہوا اس وقت
سردی اس شدت کی تھی کہ میرے دونوں پہلو جاڑے
سے لرز رہے تھے حضرت نے میرے سر اور چہرے پر
اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا اس قوم کی
طرف جاؤ اور ان کی خبر لاؤ مگر کوئی کام نیا نہ
کرنا جب میں روانہ ہوا تو معلوم ہوتا تھا کہ میں حمام
میں جا رہا ہوں کہاں تو وہ سردی تھی اور اب یہ کیفیت

حتی ترجع ثم قال اللھم احفظہ من
بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن
شمالہ ومن فوقہ ومن تحتہ حتی یرجع
قال فلان یکون ارسلھا کان احب
الی من الدنیا وما فیھا قال فانطلقت
فاخذت امشی نحوھم کانی امشی
فی حمام قال فوجدتھم ریحا فقطعت
اطنابھم وابنیتھم ذھبت بخیولھم
ولم تدع شیئا الا اھلکتہ وابو
سفیان قاعد یصطلی عند نار لہ
قال فنظرت الیہ فاخذت سھما
فوضعتہ فی کبد قوسی قال وکان
حذیفۃ رامیا فذکرت قول رسول
اللہ صلعم لاتحدثن حدثا حتی ترجع
قال فرددت سھمی فی کنانتی قال فقال
رجل من القوم الا فیکم عین للقوم فاخذ کل
بید جلیسہ فاخذت بید جلیسی فقلت
من انت قال سبحان اللہ اما تعرفنی انا فلان
بن فلان فاذا رجل من ھوازن فرجعت
الی رسول اللہ صلعم فاخبرتہ الخبر فلما
اخبرتہ ضحک حتی بدت انیابہ فی سواد
اللیل وذھب عنی الدفاء قال فادنانی رسول
اللہ صلعم فانامنی عند رجلیہ والقی علی طرف ثوبہ
فان کنت لالزق بطنی وصدری ببطن قدمیہ
فلما اصبحوا ھزم اللہ الاحزاب وھو قولہ فارسلنا
علیھم ریحا وجنودا (تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۰۵)

دعا کے اس قدر گرمی ہے جب میں وہاں پہونچا تو
معلوم ہوا کہ ان پر ایسی آندھی آئی ہے کہ اُن کے
خیموں کی کل طنابیں اور میخیں اکھڑ گئیں اور اُن
کے مویشی اور کل چیزیں برباد ہو گئیں اور ابو
سفیان آگ سے تاپ رہا ہے حذیفہ
بڑے نشانہ باز تھے چاہا کہ تیر کمان میں جوڑ
کر نشانہ پر ماریں مگر ارشاد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کر کے رک
گئے۔ لوگوں نے کسی جاسوس کی موجودگی
کا شبہہ کیا۔ مگر ایک تدبیر سے میں محفوظ رہا۔
جب وہاں سے آکر آنحضرتؐ سے کل واقعہ
عرض کیا تو حضرتؐ فرط مسرت سے ہنس پڑے
کہ اس تاریکی شب میں آپ کے دندان مبارک
نمایاں ہوئے حضرت نے اپنے پائے مبارک
کے پاس مجھے بٹھا لیا اور اپنی چادر کا ایک
گوشہ مجھ پر ڈال دیا میں سردی کے مارے
اپنے سینہ اور پیٹ کو حضرت کے قدم مبارک
سے ملا دیتا تھا جب صبح ہوئی تو وہ لشکر بھاگ
گیا اسی کی طرف آیۂ کریمہ فارسلنا علیھم
ریحا وجنودا لم تروھا (اور ہم نے
ان پر ہوائے تند اور لشکر بھیجا جس کو وہ
دیکھ نہ سکے) میں اشارہ ہے۔

(۴) جاء بلال بن الحارث المزنی الی رسول اللہ فاستقطعہ ارضا طویلۃ فلما ولی عمر قال لبلال انک استقطعت رسول اللہ ارضا عریضۃ طویلۃ قطعہا وان رسول اللہ لم یکن یمنع شیئا یسالہ فانک لا تطیق ما فی یدیک فقال اجل قال فانظر ما قویت علیہ منہا فامسکہ وما لم تطق علیہ فادفعہ الینا نقسمہ بین المسلمین فقال لا افعل واللہ شئ اقطعنیہ رسول اللہ فقال عمر واللہ لتفعلن فاخذ ما عجز عن عمارتہ فقسمہ بین المسلمین ۔

(کنز العمال)

یعنی بلال بن حارث مزنی نے آں حضرتؐ سے ایک طویل و عریض زمین کی خواہش کی، اس کو حضرت نے اس کی معافی میں دے دیا جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو بلال سے کہا تم نے آنحضرتؐ سے ایک طویل و عریض زمین حاصل کی ہے اور حضرت کی یہ حالت تھی کہ جو کوئی کچھ مانگتا تھا تو آپ انکار نہیں فرماتے تھے۔ تیری یہ حالت ہے کہ پوری زمین آباد نہیں کر سکتا لہٰذا جس قدر آباد کر سکتا ہے اتنی رکھ لے اور باقی ہم کو دیدے کہ ہم مسلمانوں میں تقسیم کر دیں اس نے کہا واللہ میں اس میں سے کچھ نہ دوں گا۔ کیونکہ وہ مجھے آنحضرتؐ سے معافی میں ملی ہے چنانچہ جسے آباد نہیں کر سکتا تھا وہ سب لے لی اور مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔

جناب شمس العلماء شبلی نعمانی الفاروق میں تحریر فرماتے ہیں:۔

آنحضرت سے حضرت عمر کا مخالفت کرنا

کتب سیر و احادیث میں تم نے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے موقع پیش آئے کہ رسول اللہ صلعم نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اس کے خلاف رائے ظاہر کی مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرت نے عبداللہ بن اُبی کے جنازے پر نماز پڑھنی چاہی تو حضرت عمر نے کہا کہ آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں۔

قیدیان بدر کے معاملہ میں ان کی رائے بالکل آنحضرت کی تجویز سے الگ تھی۔

صلح حدیبیہ میں انھوں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کی کہ اس طرح دب کر کیوں صلح کی جائے۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۹۱)

آنحضرت نے جنگ تبوک میں جزیہ کی تعداد فی کس ایک دینار مقرر کی تھی حضرت عمر نے مختلف ملکوں میں مختلف شرحیں مقرر کیں (ایضاً صفحہ ۵۸)

آنحضرت نے حسان کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کی اجازت دی تھی حضرت عمر

اپنے عہد خلافت میں حکم دے دیا کہ وہ پڑھے پڑھائے نہ جائیں کیونکہ ان سے پرانی رنجشیں تازہ ہوتی ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۵۵۰) (یعنی اشعار حسان ۱۲ منہ)

حج کے ارکان میں (رمل) ایک رکن ہے یعنی طواف کرتے وقت پہلے دو تین دوروں میں آہستہ آہستہ دوڑتے ہیں اس کی ابتدا یوں ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلعم جب مدینہ سے مکہ تشریف لائے تو کافروں نے مشورہ کیا کہ مسلمان ایسے نحیف اور کمزور ہوگئے ہیں کہ کعبہ کا طواف بھی نہیں کرسکتے آنحضرت صلعم نے سن کر رمل کا حکم دیدیا۔ اس کے بعد یہ معمول ہوگیا۔ چنانچہ آئمہ اربعہ اس کو حج کی ایک ضروری سنت سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے صاف کہا کہ اب ہم کو رمل سے کیا غرض اس سے مشرکون کو رعب دلانا مقصود تھا سو ان کو خدا نے ہلاک کردیا۔ (ایضاً صفحہ ۵۴۴ تا ۵۴۵)

ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے ایک درخت کے نیچے لوگوں سے جہاد پر بیعت لی تھی۔ اس بنا پر وہ درخت متبرک سمجھا جانے لگا لوگ اس کی زیارت کو آتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو جڑ سے کٹوا دیا۔

ایک دفعہ سفر حج سے واپس آرہے تھے راستہ میں ایک مسجد تھی جس میں ایک دفعہ آنحضرت نے نماز پڑھی تھی اس خیال سے لوگ اس کی طرف دوڑے حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اہل کتاب انھیں باتوں کی بدولت تباہ ہوئے کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی یادگاروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ (ایضاً صفحہ ۱۶۹)

آیات محکمات میں اپنے مقام پر جناب شمس العلماء کا وہ کلام نقل ہوچکا ہے جس میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال میں تفریق کی ہے یعنی ایک منصب رسالت سے اور دوسرا انسانی حیثیت سے جناب موصوف اس کی تصریح اس طرح کرتے ہیں کہ:۔

آنحضرت صلعم کے اقوال میں حضرت عمرؓ نے تفریق کی

نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں اور اسلام کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا اکثروں کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول وفعل خدا کی طرف سے ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں تشریعی اور مذہبی نہیں ہوتے اس مسئلہ کو جس قدر حضرت عمرؓ نے صاف اور واضح کردیا کسی نے نہیں کیا۔ (ایضاً صفحہ ۵۴۴) اس میں بڑا نکتہ یہ تھا کہ آنحضرت کے وہ

اقوال جو منصب رسالت سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ جو تشریعی حیثیت سے نہیں باہم مختلط نہ ہونے پائیں۔ (الفاروق جلد دوم صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۸)

اس بنا پر جناب ممدوح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان باتوں کو منصب رسالت سے خارج کرکے حضرت عمر کو مخالفت کے الزام سے یہ فرما کر بری کرتے ہیں :-

ان تمام مثالوں سے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت عمر رسول اللہ کی ان باتوں کو منصب رسالت سے الگ سمجھتے تھے۔ (ایضاً حصہ دوم صفحہ ۱۸۵)

جناب شمس العلماء کے اس بیان پر دو امر قابل توجہ ناظرین ہیں :-

اول یہ کہ صاحب وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی کے کلام پاک میں جو تفریق کی گئی ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

دوم نماز جنازہ عبداللہ بن ابی صلح حدیبیہ۔ فدیۂ قیدیان بدر یہ امور منصب رسالت سے متعلق ہیں یا انسانی حیثیت سے یہ امر تو اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ اللہ جل شانہ نے جا بجا قرآن مجید میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے دیکھو آیۂ کریمہ

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول، اور ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ

اسی طرح متعدد آیات ہیں۔ ان آیات پاک کا مطلب یہ ہے، اے لوگو! خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔

اس جگہ دو چار آیات کی تفسیریں جناب امام فخرالدین رازی کی مشہور و مستند تفسیر کبیر سے نقل کی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و متابعت کا اطلاق کس صورت میں ہو سکتا ہے۔

(حاشیہ: رسول اللہ کے کلام پاک میں تفریق کی گئی جو خلاف آیات الٰہی ہے)

(حاشیہ: رسول اللہ کل افعال و اقوال میں معصوم ہیں)

(۱) تفسیر آیۂ شریفہ :-

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ	خدا کا دربارۂ متابعت رسول حکم دینا۔
من اقوی الدلیل ان الرسول معصوم	اس امر پر قوی دلیل ہے کہ آنحضرتؐ
فی جمیع الاوامر والنواھی کل ما	کل اوامر و نواہی میں معصوم ہیں کیونکہ
یبلغہ لانہ لو اخطاء فی شئی منھا	جو کچھ خدا آپ پر تبلیغ فرماتا ہے اگر ان
لم یکن طاعتہ طاعۃ اللہ ایضاً	میں آنحضرت کچھ خطا کریں تو اطاعت

وجب ان یکون معصوما فی جمیع اقوالہ وافعالہ واحوالہ

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۹۶ سطر ۷)

رسول طاعت خدا نہیں ہے۔ اور واجب ہے کہ رسول اپنے کل افعال و اقوال و احوال میں معصوم ہو۔

پس ثابت ہوا کہ کل افعال و اقوال میں رسول کی فرماں برداری خدائے پاک کی اطاعت اور فرماں برداری کرے۔

(۲) وقولہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول یوجب الاقتداء بالرسول فی کل افعالہ وقولہ اطیعوا الرسول یوجب الاقتداء بہ فی جمیع اقوالہ ولا شک انہما اصلان معتبران فی الشریعۃ ان کنتم تحبون اللہ وبالجملۃ فکل احد من فرق العقلاء یدعی انہ یحب اللہ ویطلب رضاہ وطاعتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قل ان کنتم صادقین فی ادعاء محبۃ اللہ فکونوا منقادین لاوامرہ محترزین عن مخالفتہ وتقدیر الکلام ان من کان محبا للہ تعالی لابد ان یکون فی غایۃ الحذر مما یوجب سخطہ واذ قامت الدلائل القاطعۃ علی نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجبت متابعتہ فان لم تحصل ھذہ المتابعۃ دل ذلک علی

اطاعت کرو خدا و رسولؐ کی یعنی تمام اقوال و افعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی واجب ہے۔ اور بلاشبہ یہی اصل شریعت ہے۔ آیہ ان کنتم تحبون اللہ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ غرض جتنے عقلا تھے وہ اس امر کے مدعی تھے کہ ہم خدا سے محبت رکھتے ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں تو خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ ان سے کہو اگر دعوائے محبت خدا میں صادق ہو تو ہمارے اوامر و نواہی کا امتثال کرو اور مخالفت سے پرہیز کرو۔ اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص خدا کو دوست رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ پورے طور پر ان باتوں سے پرہیز کرے جن سے اس کی مخالفت لازم آئے اور چونکہ دلائل قاطعہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ثابت ہو چکی۔ لہٰذا حضرت کی متابعت واجب ہوئی اگر یہ متابعت نہ ہو سمجھنا چاہئے کہ

ان تلك المحبة ما حصلت ان اتبع	خدا کی محبت ہی نہیں ہے میں تو اسی کا پابند ہوں
الا ما یوحی الیّ (جلد دوم صفحہ ۹۴۹ سطر ۱۸	جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اس آیت کے
پ ۱۲۔ سورہ یونس) معناہ لا یتبع	یہ معنی ہیں کہ آنحضرت نے کوئی حکم بغیر وحی نہیں
انی فھذا یدل علی انہ لا یحکم	دیا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ کوئی حکم
الا بالوحی وھذا یدل علی انہ	آپ کا اجتہاد سے نہ تھا۔ یہ آیت اس مزید دلالت
لا یحکم قط بالاجتہاد	کرتی ہے کہ آنحضرت نے کوئی عمل نہیں کیا
(جلد ۴ صفحہ ۸۱۶ سطر ۲۷)	مگر وحی سے۔

اس آیہ شریفہ کی توثیق آیہ کریمہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ سے ہوتی ہے۔ یعنی خدا فرماتا ہے کہ رسول اپنی خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتے بلکہ جو وحی کی جاتی ہے وہی کہتے ہیں۔

ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اقوال وافعال احوال مطابق وحی تھے۔

جناب شمس العلماء اس تفریق مراتب کی بابت یہ تحریر کرتے ہیں کہ خود رسول اللہ ؐ نے فرمایا ہے کہ

"میں بشر ہوں اس لئے جب دین کی بابت کوئی حکم دوں تو اس کو لو اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں ایک آدمی ہوں" (حصہ دوم صفحہ ۵۷۹)

لہذا ممدوح حضرت عمر کے ولولہ محبت میں جناب محمد مصطفٰی اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عامۃ الناس میں شامل کر کے حضرت کے اقوال وافعال کی قدر ومنزلت عوام الناس کے اقوال وافعال کے برابر سمجھتے ہیں حالانکہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے ایک بشر کو بھی دوسرے بشر پر افضلیت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے فضلنا بعضکم علی بعض" اسی طرح طبقہ انبیاء ومرسلین میں بھی حسب آیہ کریمہ

تلك الرسل فضلنا بعضھم	ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر
علی بعض منھم من کلم اللہ	فضیلت دی ہے ان میں سے بعض سے
ورفع بعضھم درجات	خدا نے کلام کیا اور ان میں سے بعضوں کے درجات
(پ ۳۔ س بقرہ ۱۴)	بلند کئے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبقہ انبیاء و مرسلین میں بھی افضل و اشرف ہیں۔ سب انبیاء علیہم السلام عاشقان خدا تھے۔ لیکن خاتم الانبیاء شاہ دوسرا محبوب خدا ہیں۔

آپ کے اقوال کی عظمت و منزلت میں خداوند عالم فرماتا ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی — اے رسولؐ ان سے کہہ دو اگرچہ میں بھی مثل تمہارے بشر ہوں مگر مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

پس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمرؓ کو بحیثیت بشر برابر جاننا آپ کے اقوال و افعال کو ان کے اقوال و افعال کے مساوی سمجھنا۔ یا اُن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے اور تجویز پر ان کی رائے کو فوقیت دینا جیسا کہ شبلی صاحب فرماتے ہیں۔

"بعض امور میں وحی الٰہی نے حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید کی یا ان کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوئی۔"

کمال بے ادبی و گستاخی بلکہ در پردہ انکار نبوت و عصمت ہے ع

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

قال اللہ تعالیٰ

یاایہا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم (پ ۲۶ س حجرات)

اے ایمان والو خدا اور اس کے رسولؐ کے سامنے کسی بات میں آگے نہ بڑھ جایا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو بیشک خدا بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ہم اس کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ حبیب خدا البشر ہیں۔ لیکن معمولی بشر نہیں۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ ہم ان کو افضل البشر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حق سبحانہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے جملہ افعال و اقوال وغیرہ کی تقلید کرنے کی بابت حکم فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا

اے لوگو بے شک تمہارے لئے پیروی کرنے کو اچھا نمونہ خود رسول اللہ موجود ہیں یعنی اس شخص کے

اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا۔ لئے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کی بہت یاد کرتا ہو۔

یہ آیہ وافی ہدایہ بطلان تفریق اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتی ہے۔ پس اس نور کبریا اور حجت خدا کو عام اشخاص سے نسبت دینا مساوات قرار دینا نقص ایمان کی بین دلیل ہے۔

غرض جو آیات الٰہیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ومتابعت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور مفسرین نے جو تفسیر کی ہے ان کا مفہوم یہی ہے کہ محبت واطاعت خدائے پاک کی یہی ہے کہ کل افعال واقوال واحوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی واطاعت کی جائے اور ان باتوں سے جن سے آپ کی مخالفت ہو اجتناب کیا جائے مگر حضرت عمر آنحضرت صلعم کی آخری وقت تک مخالفت ہی کرتے رہے اور اس تفریق کلام کی بنیاد بھی انہیں حضرت نے ڈالی ہے۔ اس صورت میں جو تفریق جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام پاک میں کی گئی ہے وہ بروئے آیات الٰہیہ اور تفاسیر مفسرین اہل سنت باطل و نامعتبر ثابت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ جناب خلافت مآب جو اس فرق مراتب کے موجد ہیں رسالت ونبوت کی ان کے نزدیک شان ومنزلت ہی نہیں تھی اور نہ عدم اطاعت مخالفت رسول اللہ کی وجہ سے مومنین کے مرتبے و درجے کو پہونچے نیز جناب شمس العلماء بھی جنہوں نے اس تفریق کلام پر جناب خلیفہ صاحب موصوف کے ہم رنگ ہوکر الفاروق کو اس جملہ سے ۔۔

"نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں"

زینت دے کر اپنے اہل مذہب کو یہ ہدایت کی ہے کہ رسول اللہ بھی مثل تمہارے ایک بشر ہیں۔ لہذا حضرت کے کل افعال واقوال کو مذہبی وتشریعی نہ سمجھو۔

اب ہم عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ سے بحث کرتے ہیں۔ اگرچہ جب مسئلہ تفریق اقوال باطل ثابت ہوا تو پھر ان امور کو منصب رسالت سے ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی مگر بہ لحاظ رفع حجت ان کو بھی ثابت کرتے ہیں کتب صحاح وغیرہ میں مذکور ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو حضرت عمر نے آپ کا دامن مبارک پکڑ کر کھینچا اور کہا آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ خدا نے منع کیا

حضرت عمر کا آنحضرت کو عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ سے روکنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برہم ہو کر فرمایا "ہٹو" اے عمر! خداوند متعال نے مجھے مختار کیا ہے کہ میں منافقون کے لئے استغفار کروں یا نہ کروں۔ آخر آنحضرت نے نماز جنازہ پڑھی اور حسب خواہش فرزند عبداللہ بن ابی کو اپنا قمیص بھی کفن کے لئے عطا فرمایا۔ نماز جنازہ اور قمیص مبارک کا یہ اثر ہوا کہ عبداللہ بن ابی کی قوم کے ہزار آدمی اسلام لے آئے اور حضرت عمر اپنی حرکت پر نادم و خجل ہوئے بلکہ کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمر نے خود اپنی زبان سے فرمایا کہ

"مجھے اسلام میں لغزش کبھی نہیں ہوئی جو اس وقت ہوئی"

چونکہ جناب شبلی صاحب نے ان تمام باتوں پر پردہ ڈالا ہے۔ لہذا ہم ان کے ثبوت میں خاص بخاری شریف کی روائتیں ترجمہ بخاری شریف سے جس کے مترجم مولوی وحید الزمان المخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر ہیں نقل کرتے ہیں:۔

حدثنا عبيد بن اسمٰعيل عن ابی اسامه عن عبيد الله عن نافع عن عمر قال لما توفی عبد الله جاء ابنه عبد الله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأله ان يعطيه قميصه يكفن فيه اباه فاعطاه ثم سأله ان يصلی عليه فقام رسول الله ليصلی فقام عمر فاخذ بثوب رسول الله صلعم فقال يا رسول الله تصلی عليه وقد نهاك ربك ان تصلی عليه فقال رسول الله انما خيرنی الله فقال استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة وسازيده على السبعين قال انه منافق قال فصلی عليه رسول الله صلعم فانزل ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره (بخاری کتاب التفسیر پارہ ۱۹ صفحہ ۹)

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۔ طبع مصر۔ کتاب التفسیر سورہ براۃ۔ باب قولہ استغفر لهم او لا تستغفر لهم)

عبید بن اسمٰعیل نے بسلسلہ عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب عبداللہ ابن ابی بن سلول منافق مر گیا اس کے فرزند عبداللہ ابن عبداللہ نے جو سچا مسلمان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اپنا کرتا عنایت فرمائیے کہ میں اپنے باپ کو اس سے کفن دوں آپ نے کرتا دے دیا پھر اس نے درخواست کی کہ نماز جنازہ بھی پڑھئے، آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے حضرت عمر نے کھڑے ہو کر آپ کا دامن کھینچا اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے منافق لوگوں پر نماز پڑھنے سے آپ کو منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو منع نہیں کیا بلکہ مجھ کو اختیار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو ان کے لئے دعا کرے یا نہ کرے اگر تو ستر بار ان کے لئے دعا کرے گا جب بھی اللہ ان کو بخشنے والا نہیں۔ میں ستر بار سے زیادہ دعا کروں گا۔ حضرت عمر نے کہا

یارسول اللہ وہ تو منافق تھا۔ خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کا کہنا نہ سنا۔ اس پر نماز پڑھی اس وقت یہ آیت اتری کہ ان منافقین سے کوئی مرجائے تو اس پر نماز نہ پڑھو اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہو۔

اس حال کی مسلسل تین حدیثیں ہیں :۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں اس کے بعد مجھ کو خود تعجب ہوا کہ تو نے اللہ کے رسول پر ایسی جرأت ودلیری کیوں کی کہ بار بار آپ کو نماز پڑھنے سے روکا حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہر کام کی مصلحت خوب جانتے ہیں۔

قال عمر یعجب بعدی جرأتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
(ترجمہ بخاری شریف پارہ ۱۹ صفحہ ۱۱۹)

مولوی صاحب موصوف ان روایتوں کی نسبت صفحہ ۔ا کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میرا کرتا کچھ اس کے کام آنے والا نہیں مگر مجھے امید ہے کہ اس کی قوم کے ہزار آدمی مسلمان ہوجائیں گے ایسا ہی ہوا کہ عبداللہ بن ابی کی قوم کے لوگ یہ حال دیکھ کر بہت سے مسلمان ہوگئے ایک روایت میں یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی ابھی زندہ تھا اس نے آنحضرت صلعم کو بلا بھیجا اور آپ سے کرتا مانگا اور دعا کی درخواست کی کنز العمال کی جس روایت کا ذکر ہم نے کیا ہے اس کی نقل یہ ہے۔

عن الشعبی ان عمر بن الخطاب قال لقد اصبت فی الاسلام هفوة ما اصبت مثلها قط اذا اراد رسول اللہ صلعم ان یصلی علی عبد اللہ بن ابی فاخذت بثوبه فقلت واللہ ما امرك اللہ بهذا لقد قال استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعین مرة فلن یغفر اللہ لهم فقال رسول اللہ قد خیرنی ربی فقال استغفر لهم او لا تستغفر لهم الخ (کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد جلد اول صفحہ ۲۴۲)

شعبی سے منقول ہے کہ عمر بن الخطاب نے کہا کہ مجھے اسلام میں کبھی لغزش نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اس وقت ہوئی جبکہ رسول اللہؐ نے ارادہ فرمایا کہ عبداللہ بن ابی کعب کے جنازے کی نماز پڑھیں میں نے آپ کا کپڑا کھینچ لیا اور عرض کی خدا نے آپ کو اس کا حکم نہیں دیا رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں ان کے لئے دعا کروں یا نہ کروں تا آخر۔

اس روایت کو خود جناب شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبی میں اس طرح لکھا
ہے:-

سنہ ۵ھ قریش نے مکہ سے لے کر مدینہ تک آگ لگا دی اور مدینہ پر حملہ کی
تیاریاں شروع کر دیں آنحضرت صلعم مدینہ سے چار سو صحابی کو لے کر نکلے اور ذات
الرقاع تشریف لے گئے۔ آپ کی آمد سن کر وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ (صفحہ ۳۸)
اس جنگ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ غنیمت کے لالچ سے منافقین بھی داخل ہو گئے
تھے اور فتنہ گری کی کوشش کر رہے تھے ایک دن چشمہ سے پانی لینے پر ایک مہاجر
اور انصاری میں جھگڑا ہو گیا۔ قریب تھا کہ جنگ چھڑ جائے مگر لوگوں نے بیچ بچاؤ
کر دیا۔ عبداللہ بن ابی نے جو رئیس المنافقین تھا انصار سے کہا تم نے یہ بلا خود
مول لی مہاجرین کو تم نے بلا کر اتنا کر دیا کہ اب وہ خود تم سے برابری کا مقابلہ کرتے
ہیں اب بھی موقع ہاتھ سے نہیں گیا تم ہاتھ اٹھا لو تو وہ خود یہاں سے نکل جائیں گے۔
یہ واقعہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے آکر کہا حضرت عمر بھی موجود تھے غصہ سے
بیتاب ہو گئے عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو اس منافق کی گردن اڑا دے آپ
نے فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ محمد اپنے ساتھ والوں کو قتل کرتے ہیں یہ عجیب
بات ہے کہ عبداللہ ابن ابی جیسا منافق اور دشمن اسلام تھا اس کے صاحبزادے
کہ ان کا نام بھی عبداللہ تھا اسی قدر اسلام کے جاں نثار تھے آنحضرت صلعم کی
ناراضی کی بنا پر یہ خبر پھیل گئی تھی کہ آپ عبداللہ بن ابی کے قتل کا حکم دینے والے
ہیں۔ یہ سن کر وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دنیا جانتی ہے کہ
میں باپ کا کس قدر خدمت گزار ہوں لیکن یہ مرضی ہے تو مجھے حکم ہو میں ابھی اس
کا سر کاٹ لاتا ہوں ایسا نہ ہو کہ آپ کسی اور کو حکم دیں اور میں غیرت اور محبت کے
جوش میں آکر قاتل کو قتل کروں آپ نے اطمینان دلایا کہ قتل کے بجائے میں اس
پر مہربانی کروں گا۔ یہ ارشاد اس طرح پورا ہوا کہ جب وہ مرا تو کفن کے لئے آپ نے
خود پیراہن مبارک عنایت فرمایا۔ جنازہ کی نماز پڑھی۔ حضرت عمر نے دامن تھام لیا

---

[1] یہ ایجاد شمس العلماء کی ہے حدیث میں تو لفظ اصحاب ہے ۱۲

کہ آپ منافق کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں لیکن دریائے کرم کا بہاؤ کون روک سکتا تھا۔

(صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳)

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ اس معاملے کو منصب رسالت سے سمجھتے تھے چنانچہ ان کا عبداللہ بن ابی کے نفاق پر غصہ سے بیتاب ہونا۔ آنحضرت صلعم سے اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہنا۔ آنحضرت صلعم کا حالت نماز میں دامن پکڑ کر کھینچنا۔ اس کا اعتراف کرنا کہ تونے اللہ کے رسول پر اتنی جرأت و دلیری کیوں کی کہ بار بار آپ کو نماز پڑھنے سے روکا حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہر کام کی مصلحت خوب جانتے ہیں۔ اس کا بھی اقبال کرنا کہ مجھے اسلام میں لغزش کبھی نہیں ہوئی جیسی کہ اس وقت ہوئی جبکہ رسول اللہ عبداللہ کے جنازے کی نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے یہ باتیں ان کے علم پر شاہد ہیں اور یہ عین مخالفت ہے اور مخالفت رسول کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم و شھدوا ان الرسول حق و جاءھم البینات واللہ لایھدی القوم الظلمین ۵

(پ ۴ س۔ آل عمران ع ۹)

خدا ایسے لوگوں کو کیوں کر ہدایت کرے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچے ہیں اور انکے پاس کھلی نشانیاں آچکی ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا۔

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ کبتوا کما کبت الذین من قبلھم وقد انزلنا ایات بینات ط وللکافرین عذاب مھین۔

(پ ۲۸۔ س۔ مجادلہ)

بیشک جو اللہ اور رسول سے مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کئے جائیں گے جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے کھلی نشانیاں اتاری ہیں اور نہ ماننے والوں کے لئے ذلت دینے والا عذاب ہے۔

جناب شمس العلماء نے صلح حدیبیہ کو بھی منصب رسالت سے جدا بتایا ہے حالانکہ یہ صلح بموجب حکم خداوند متعال کے ہوئی تھی اس صلح سے اصحاب مومنین تو خوش ہوئے مگر اصحاب منافقین ناراض ہوئے اور خدا و رسولؐ سے بدظن ہو گئے حضرت عمر فاروق اتنے بگڑے کہ خود اُن کا قول ہے کہ مجھے کبھی رسول کی رسالت میں ایسا شبہ نہیں ہوا جیسا کہ آج ہوا۔ صلح حدیبیہ کا ذکر خود قرآن مجید میں ہے اور سورہ انا فتحنا

اس بارہ میں نازل فرمایا ہے جس میں مومنین پر اظہار خوشنودی اور جنت کی بشارت۔ اور اصحاب منافقین پر عتاب فرمایا ہے بلکہ اور کچھ بھی۔ دیکھو آیۂ

المنفقین و المنافقات و المشرکین والمشرکت الظانین باللہ ظن السوء علیھم دائرۃ السوء وغضب اللہ علیھم ولعنھم واعدلھم جھنم وساءت مصیرا ٥ (پ ۲۶۔ س فتح۔ ع ۱)

اور منافق مرد اور منافق عورتوں اور مشرک مرد اور مشرک عورتوں پر جو خدا کے حق میں برے برے خیال رکھتے ہیں عذاب نازل کرے ان پر مصیبت کی بری گردش ہے اور خدا ان پر غضبناک ہے۔

یہ واقعہ اسلام میں مہتم بالشان ہے اس سے بیعت رضوان کا تعلق ہے اس صلح میں اصحاب نے بہت کچھ خدا اور رسول پر بدگمانیاں کی ہیں یہ صلح اصحاب مومنین کے ایمان اور منافقین کے نفاق پر بیّن دلیل ہے چونکہ آیات بینات میں آیۂ کریمہ:۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ٥

سے اصحاب ثلٰثہ کی فضیلت کا استدلال کیا ہے اور بہت کچھ خدائے پاک کی طرف سے ان کی مدح وثنا کی ہے جو قرآن اور واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ لہٰذا اس جگہ ہم نے اس کا ذکر صرف اشارۃً کر دیا ہے اور مفصل حال جلد سوم میں لکھا ہے جو انشاء اللہ قابل ملاحظہ ہوگا۔

جناب شمس العلماء ان مخالفتوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ توجیہ کرتے ہیں۔

"حضرت عمر کو اس امتیاز مراتب کی جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ آنحضرت کے متعدد احکام میں جب انھوں نے دخل دیا تو آنحضرت صلعم نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی۔

(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۸۱)

رسول اللہ نے حضرت عمر کی مخالفت پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں فرمائی۔

سبحان اللہ! ایں گل دیگر شگفت حالانکہ انھیں کے مذہب کی کتابوں سے منکشف ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مخالفتوں پر برہم ہوا کرتے تھے چنانچہ تقسیم غنیمت کے بارے میں یہ روائتیں نقل ہو چکی ہیں۔ جن میں یہ جملہ ہے کہ آنحضرت نے برہم ہو کر فرمایا۔

نہ بہ قول شمس ... بارہا

"اے عمر اس بارہ میں ہم سے فحش اور بدگوئی نہ کرو۔"

جب حضرت عمر توریت سنانے لگے تو آنحضرت کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا۔ نماز جنازہ عبداللہ بن ابی کے معاملہ میں فرمایا۔

"ہٹو اے عمر!"

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"عمر بن الخطاب از جائے برجست و گفت نماز می گذاری بر وے حالانکہ
وے منافق بود۔ حضرت گفت دست از من بدار"۔ (صفحہ ۸۳۶)

لشکر اسامہ سے تخلف کیا تو حسب مندرجہ ملل و نحل شہرستانی مجمع اصحاب میں بالائے
منبر "لعن[1] اللہ من تخلف عنہا" فرمایا۔ "قلم دوات" کی مخالفت پر آزردہ
و برہم ہو کر حسب بیان امام بخاری صاحب حجرہ مبارک سے اٹھوا دیا۔ دیکھو
بخاری شریف میں یہ ارشاد ہے۔

"قوموا لا ینبغی عندی التنازع"

قصہ مختصر اصحاب ثلثہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حیات و ممات میں
اختلاف و انحراف ہی کرتے رہے اور جب خود زیب دہ مسند خلافت ہوئے تو اپنی سلطنت
و حکومت کے استحکام کی غرض سے بلحوائے آیہ کریمہ:۔

ویفسدون فی الارض اولئک　　وہ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں اور
ھم الخسرون (پ ۱ ع ۲۵)　　وہی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔

مفسدین کو تقویت دی اور ظالموں کی رعایت کی مظلوموں پر انواع و اقسام
کے ظلم کئے جن مسلمانوں نے ان کی خلافت تسلیم نہیں کی اور زکوٰۃ نہ دی ان کو مرتد
ٹھہرا کر قتل کرا دیا۔ مسائل میراث خمس اور فئی متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
میں احکام خدا و رسول سے انحراف کر کے اپنی رائے اور مصلحت ملکی پر عمل کیا۔ بیت المال
کی تقسیم میں خلاف عمل اپنے پیغمبر کے اقربا و اقسربا کو زیادہ اور ضعفا کو تھوڑا حصہ دیا۔
سنت رسول اللہؐ کو بالائے طاق رکھ کر امور شریعت میں اپنی رائے اور مرضی سے
احکام دئے جیسا کہ ماہ رمضان میں تراویح اور اذان فجر میں کلمہ "حی علی خیر العمل"
کے بجائے الصلوٰۃ خیر من النوم۔ متعۃ النساء و متعۃ الحج کا حرام ٹھہرانا
وغیرہ وغیرہ۔ حضرت عمر نے مخالفت رسولؐ پر صرف اپنی حیات ہی تک قناعت نہیں کی
بلکہ اپنے بعد بھی تا حشر اپنی یادگار چھوڑ گئے۔ یعنی مجلس شوریٰ جو آپ نے اپنی وفات کے
وقت انتخاب خلیفہ کے لئے مقرر کی تھی اور اپنے رفیق خاص عبدالرحمن بن عوف کو اس

---

[1] یہ جملہ شرح مواقف اور جلد سادس ابن ابی الحدید میں بھی ہے۔

مجلس کا میر مجلس کیا تھا چنانچہ جب ان کے دفن و کفن کے بعد وہ مجلس منعقد ہوئی جس میں ایک رکن جناب امیر علیہ السلام بھی تھے تو خلیفہ کے انتخاب میں منجملہ دیگر شرائط کے سیرت شیخین کی بھی شرط لگائی گئی۔ چنانچہ میر مجلس نے جناب امیر علیہ السلام سے کہا کہ

" میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب خدا اور سنت رسول اور سیرت شیخین پر چلنے کا اقرار کریں "

آپ نے سیرت شیخین کی شرط قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ اس لئے حضرت عبدالرحمن نے آپ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عثمان سے کہا گیا تو انھوں نے بہ طیب خاطر یہ سب شرطیں منظور فرمالیں اور تاج خلافت حضرت ذی النورین کے فرق مبارک پر رکھا گیا۔ آخر یہ نتیجہ ہوا کہ کتاب خدا و سنت رسول صلعم کو تو پس پشت ڈال دیا اور سیرت شیخین کے مطابق خلافت سرانجام پاتی رہی۔

حضرت عثمان کی مخالفت روایت اصحاب سے بار بار ثابت شد

حضرت عثمان ذی النورین تو اپنے پیغمبر کے قدم بقدم چلنے میں اپنے بڑے بھائیوں سے بھی دس قدم آگے ہی رہے آپ کی بدعتوں اور مخالفت رسول کی وجہ سے جو حشر ہوا اس سے سب کتب خانہ اہل سنت کے بھرے ہوئے ہیں۔ اس جگہ چند سطریں رسالہ محرم نامہ سے جس کے مولف کٹر سنی یعنی جناب خواجہ حسن نظامی صاحب ہیں نقل کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔

" رسول اللہ صلعم کا دستور تھا کہ حج کو جاتے تو منا کے مقام میں قصر کر دیتے۔ حضرت عثمان حج کو گئے اور منا میں اقامت اختیار کی تو چار رکعت نماز پڑھی۔ اس پر اصحاب برہم ہو کر بولے' یہ کیا بدعت ہے رسول اللہ نے تو یہاں چار رکعتیں نہیں پڑھیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف تو اس قدر تیز ہوئے کہ بھرے مجمع میں کہا تیرا کیا اقرار تھا کیا تو بھول گیا؛ کیا یہ عہد نہیں کیا تھا۔ کہ کتاب خدا اور سنت رسول صلعم پر عمل کروں گا اب تو سنت پیغمبر سے انحراف کرتا ہے۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ خفا کیوں ہوتے ہو حضرت صلعم مسافرت کے سبب نماز قصر کیا کرتے تھے میں مقیم ہوں۔ مجھے قصر نماز جائز نہیں ہے۔ صحابہ کو اس جواب سے اطمینان نہ ہوا، اور چند روز میں سارے ملکوں میں دھوم مچ گئی کہ امیرالمومنین سنت رسول اللہ کے خلاف کام کرتے ہیں "

اپنے چچا حکم بن عاص کو جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے خارج البلد کیا تھا۔ باحترام و اکرام پھر مدینہ میں بلا لیا اور ایک لاکھ درہم بیت المال سے عطا کئے۔ مروان بن حکم جو آپ کا چچا زاد بھائی تھا۔ جس پر آنحضرت صلعم نے لعنت کی تھی اور مدینہ سے نکلوا دیا تھا اس کو اپنا وزیر و مشیر بنایا اور افریقہ کا پورا خمس بخش دیا۔ اپنے بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو ایک بڑے صوبہ مصر کا گورنر بنا دیا۔ حالانکہ یہ وہ مرتد تھا جس کے قتل کا آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا حضرت ابوذر غفاری حضرت عمار بن یاسر۔ حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ جو جلیل القدر اصحاب رسول اللہ سے تھے جن کے فضائل میں خود بخاری وغیرہ میں متعدد حدیثیں ہیں ان کو اس بناء پر کہ یہ لوگ آپ کے نائبوں کے احکام میں بوجہ مخالفت سنت رسول معترض ہوا کرتے تھے اور سنت نبوی پر چلنے کی نصیحتیں کرتے تھے خارج البلد کیا اور اپنے غلاموں سے پٹوایا۔

اب فرمائیے کیا اطیعو اللہ و اطیعو الرسول کے معنی یہی ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ میدان جنگ میں جاؤ اور خدا کی راہ میں تکلیفیں برداشت کر کے کفار و مشرکین سے لڑو یہ مجاہد و غازی بجائے قاتلوا و قتلوا کے میدان جنگ سے ایسے فرار ہوتے ہیں کہ مدینہ سے ادھر دم نہیں لیتے اور بعض تو تین تین دن تک غائب رہتے ہیں۔ جناب رسول خدا صلعم حکم صادر فرماتے ہیں کہ اسامہ کے ساتھ جہاد کو جاؤ اطاعت گذار مشورہ کرتے ہیں کہ ہم غلام کے ماتحت نہ جائیں گے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر کو مکہ جانے کا حکم دیتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ کفار و مشرکین میرے دشمن ہیں مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ محبوب خدا اصحاب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہے کوئی خدا کا دوست۔ عمرو بن عبدود سے مقابلہ کو میدان جنگ میں جائے اشداء علی الکفار (حضرت عمر) کہتے ہیں کہ وہ ایسا شجاع اور بہادر ہے جس نے ایک شتر کے بچے کو بجائے سپر ہاتھ میں لے کر ہزار ڈاکو بھگا دیا فوج اسلام سے کوئی اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ حنین میں اصحاب مفرورین کو بایں الفاظ مبارک پکارتے ہیں۔

انا رسول اللہ انا نبی اللہ فارجعوا

لیکن وہ جاں نثار پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے۔ جناب رسالت مآب قرآن مجید اور اپنی عترت

احکام رسول میں اصحاب کی سرتابی

یامت کا ہادی اور امام بنا کر ان کی اطاعت اور پیروی کا حکم دے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ
قرآن دونوں کو پکڑے رہو گے تو تم ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ یہ قربان بوار اہلبیت
کی اطاعت سے منحرف ہو کر خود ان کو اپنی اطاعت پر مجبور کرتے ہیں۔ جناب سرور عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ابتدائے بعثت کے وقت اپنی رسالت و نبوت کے اعلان کے
ساتھ اپنے بھائی علیؑ کی امامت کا بھی بایں الفاظ مبارک۔

ھذا اخی ووصی ووارثی	یہ میرا بھائی میرا وارث میرا وزیر اور
وخلیفتی فیکم فاسمعوا	میرا خلیفہ تم لوگوں میں ہے۔ اس کا حکم
واطیعوا۔	سنو اس کی اطاعت کرو۔

اظہار کرتے ہیں یہ ان کی اخوت اور اطاعت سے منحرف ہوتے ہیں۔ رسول الثقلین حسب
ارشاد رب العزت حضرت علیؑ کو بالائے منبر اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر

من کنت مولاہ فعلی مولاہ	میں جس کا سردار ہوں علی بھی اُس کا سردار ہے

فرما کر اپنا جانشین کرتے ہیں۔ یہ جان نثار و اطاعت گذار اس پر ایسے برہم ہوتے ہیں
کہ خود محبوب خدا کو ہلاک[1] کرنے کا سامان کرتے ہیں۔

جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت رحلت ارشاد فرماتے ہیں
کہ مجھے دوات و کاغذ دو تاکہ میں تم کو ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ
رکھے۔ یہ حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ بلکہ اس حکم کو ہذیان بتاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"کچھ ضرورت نہیں ہم کو خدا کی کتاب کافی ہے"

المختصر ان خلفاء کا قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلنے اور حرص و ہوا کو دخل نہ دینے کے
حالات اور واقعات ہم نے جلد سوم میں مفصل لکھے ہیں۔ اس کے ملاحظہ سے ان کی حرص
و ہوا بخوبی منکشف ہو گی کہ اپنے پیغمبر کے جنازہ کو بے غسل و کفن و بے تجہیز و تکفین چھوڑ کر
سقیفہ میں پہونچے اور انصار سے حجت و تکرار کر کے مسند خلافت پر متمکن ہو گئے اور اپنے
پیغمبر کی وصایا کو عموماً اور انی تارک فیکم الثقلین کو خصوصاً فراموش کر گئے۔
یوم غدیر جس ولی خدا کو خلافت کی مبارکباد دے چکے تھے اس سے اپنے

اصحاب کبار آل رسول کو بے یار

[1] یہ واقعہ لیلۃ العقبہ کا ہے جو دوسری جلد میں درج ہوا ہے ۱۲

عہد کو توڑ کر منحرف ہو گئے ۔ بلکہ اس ولی خدا اور وصی رسول اللہ کو اپنی بیعت کے لئے طلب
کیا جب نفس رسول نے آنے سے انکار کیا تو بیت الشرف بنت رسول اللہ کو آگ لگا
کے لئے تیار ہو گئے ۔ اس نفس رسولؐ کو بجبر و تشدد دربار خلافت میں لے گئے اور کہنے لگے
اگر ہماری بیعت نہ کرو گے تو تمہاری گردن کاٹیں گے ۔ جب وہ جناب ان کی بیعت سے
انکار کر کے دولت سرایہ واپس تشریف لے گئے تو آل رسول کی تباہی کے مشورے
کرنے لگے ۔ آخر کار بنت رسول اللہؐ سے فدک جس کی آمدنی ایک لاکھ چالیس ہزار
تھی ضبط کر لیا اور بنی ہاشم پر خمس بند کر دیا ۔ بعد ضبطی فدک جب بنت رسول اللہ
جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے خلیفہ اول صاحب سے ناجائز تحکم کی شکایت کی تو
صاحب نے ہبہ فدک کے متعلق شہادت طلب کی ۔ جناب امیر المومنینؑ اور حسنین علیہما السلام
اور ام ایمن نے ان معصومہ کے قابض و متصرف ہونے کی شہادت دی اس شہادت کو یہ فرما کر

"ام ایمن زن عجمیہ ہے اور حسنینؑ کم سن ہیں ۔ رہے علیؑ وہ خود فریق مقدمہ ہیں
ان کی شہادت قابل قبول نہیں ۔"

دعویٰ خارج کر دیا ۔ جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ وراثتاً بھی مجھے فدک ملنا چاہئے اس لئے
وہ میرے باپ کی ملک ہے اس پر باوجود دعوائے حسبنا کتاب اللہ آیۂ شریفہ (یوصیکم
اللہ فی اولادکم الخ) کو پس پشت ڈال کر فرمایا کہ

"آنحضرت سے ہم نے یہ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث
وماترکناہ صدقۃ سنی ہے ہم انبیا کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ کوئی ہمارا وارث
ہوتا ہے اور جو مال ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے ۔"

نیز خمس کا حصہ بھی اقربائے رسولؐ سے ساقط کر لیا جس کی نسبت قرآن شریف میں
صاف حکم ہے کہ جو کچھ تم کو جہاد کی لوٹ میں ہاتھ آئے اس میں پانچواں حصہ خدا اور پیغمبر اور
اور رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے لئے ہے ۔ چنانچہ آنحضرتؐ اسی حق
ذوی القربیٰ کو حصہ تقسیم فرمایا کرتے تھے ۔ آخر کار جناب سیدہ علیہا السلام بعد وفات پیغمبر
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھتر دن زندہ رہ کر ان صدمات سے رحلت فرما گئیں اور تا وقت
وفات ان حضرات سے ناراض رہیں ۔ ام المومنین حضرت عائشہ نے بہ حیلہ خون بہائے
حضرت عثمان اپنی شفقت مادرانہ کا اظہار علی رؤس الاشہاد اس طرح کیا کہ نفس رسول جس

کی شان میں رسول اللہؐ نے "لحمك لحمي ودمك دمي" ارشاد فرمایا تھا ایک لشکر بغاوت اثر و ضلالت نشان کی سپہ سالار بن کر چڑھائی کی اور بہ نفس نفیس خاص معرکہ جنگ کے وقت ایک شاندار شتر پر سوار اور قلب لشکر میں رونق افروز ہو کر اہل لشکر کو جوش دلا رہی تھیں۔ حالانکہ حضرت عثمان کی ہلاکت کا باعث آپ ہی تھیں اور ان پر اس قدر غیظ و غضب کیا کرتی تھیں کہ ایک یہودی سے تشبیہ دے کر طعن فرمایا کرتی تھیں جیسا کہ روضۃ الاحباب جلد سوم صفحہ ۱۵ میں ہے۔

- عائشہ تا در مدینہ بود در شان عثمان می گفت لعن اللہ نعثلا و قتل نعثلا

اسی طرح نواسۂ رسولؐ زمن جناب امام حسن علیہ السّلام کی نعش مبارک اُن کے نانا کے حجرے میں دفن نہ ہونے دی بلکہ ایک جمعیت ہمراہ لے کر اور خچر پر سوار ہو کر جنازہ پر تیروں کا مینہ برسوایا۔ اصحاب ثلٰثہ نے اپنے استحکام خلافت کے لئے خاندان بنی امیہ کو ہر طرح کی تقویت اور عروج دیا حالانکہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں شجرۂ ملعونہ جو فرمایا ہے اس سے مراد بنی اُمیہ ہیں اور اپنے حبیب کو رویائے صادقہ میں دکھادیا کہ بنی امیہ منبر رسالت پر شکل بندروں کے کود رہے ہیں اس خواب سے آنحضرت پر اس قدر غم و ملال طاری ہوا کہ پھر اس کے بعد آپ نے تبسم نہیں فرمایا۔ ہر چند کہ آیۂ شریفہ اصحاب کے سامنے نازل ہو چکی تھی۔ اس خواب سے آپ نے انھیں آگاہ بھی کر دیا تھا۔ بایں ہمہ اپنے عہد خلافت میں محض خاندان رسالت کے مٹانے اور برباد کرنے کی غرض سے نہ صرف اس قوم کو رسوخ و عروج دیا بلکہ خلیفہ دوم صاحب اپنے جیتے جی خلافت بھی بنی امیہ میں منتقل کر گئے آخر ان کا مقصد حاصل ہوا کہ جناب امیر المومنینؑ کے مسند نشین خلافت ہوتے ہی امیر معاویہ نے علانیہ جنگ و جدل کی اور اپنے عہد خلافت میں ان جناب پر سب و شتم کے بارے میں احکام صادر کئے جن پر اسّی سال تک علانیہ خاص مسجد الحرام و دیگر کل مساجد میں بالائے منبر جناب امیرؑ و جناب حسنین علیہم السّلام پر تبرا ہوتا رہا۔ یہ تبرا خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ اس کو عمر بن عبد العزیز نے خطبہ سے خارج کر دیا اور بجائے اس کے آیت قرآنی شامل کی۔

ان کے فرزند رشید یزید جب تخت نشین ہوئے ان کے دست خزاں سے تو گلستان مصطفوی و بوستان مرتضوی ایسا پامال ہوا کہ پتہ پتہ اور بوٹا بوٹا تاراج ہو گیا۔

غرضکہ آل رسولؐ کی تباہی و بربادی کا وہ مستحکم سنگ بنیاد رکھا کہ ان کے جانشین

یکے بعد دیگرے بفحوائے شعر " خشت اول چون نہد معمار کج تا ثریا میرود دیوار کج "
اپنے پیشواؤں اولا آ بار کے نقش قدم پر چل کر آل نبیؐ و اولاد علیؑ کا استیصال کرتے رہے سہ

رسولؐ و فاطمہؑ زہرا کا گھر تباہ کیا نہ پاس حرمت پیغمبرؐ اِلٰہ کیا
خدا کا خوف نہ سنگین دلوں نے آہ کیا شہید گیارہ اماموں کو بے گناہ کیا
نبیؐ کے باغ کا اک اک ہرا شجر کاٹا
کسی کو زہر سے مارا، کسی کا سر کاٹا

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ہ

چونکہ یہ حالات اور واقعات مزید توضیح و تصریح طلب ہیں اور علماء اہلسنت نے ان واقعات کی طرح طرح سے پردہ پوشی کی ہے اور جناب شاہ صاحب نے توان بدعتوں کو اصحاب ثلثہ کی خاطر مفتریات شیعہ اور شیاطین کوفہ سے بتایا ہے۔ لہذا یہ سب واقعات مفصل آگے بیان کئے جائیں گے اس کے ملاحظہ سے ناظرین با تمکین پر روشن ہو گا کہ حسب روایات مندرجہ کتب معتبرہ اہل سنت رسول اللہؐ کی دولت اسی خلافت کی بدولت تاراج ہوئی جس کو اہل سنت خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ ان حادثات درد انگیز اور سانحات رستخیز کا سنگ بنیاد انھیں لوگوں کے ہاتھ سے رکھا گیا تھا جن کو وہ مہر و ماہ فلک اسلام بتاتے ہیں۔ اور ان کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے سہ

نہ گھبراؤ بتو کل حشر میں کھل جائیں گے عقدے
تمھارے ظلم سب اللہ کے آگے بیاں ہوں گے

قولہ تعالیٰ

یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیہ

اس دن تم پیش کر دئے جاؤ گے اور کوئی بھید تمہارا چھپا نہ رہے گا۔

تصحیح اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۳	طاقت	طلاقت
〃	۱۶	پڑے گا	پڑے
〃	۱۸	بھائی	بھائی صاحب
۳	۲۴	اولیا اما	اولیاء ط
۴	۷	فرمائیں گے	فرمائیے
۵	۴	دین	دین کا
۸	۱۷	افروزدرد	افزودہ
۹	۱۶	تالیف	تالیف کا
〃	۲۰	ہوں	نہ ہوں
۱۱	۴	کو	کہ
۱۲	۹	لفسیر	تفسیر
۱۴	۱۷	بزرگان	بندگاں
〃	۱۹	موجود	ہیں موجود
۱۵	۱۵	بگنہاشہا	بہ کنگاشہا
۱۷	۳	عنہا	عنہما
۱۸	۵	اسس	اسی
〃	۱۲	مرمود	فرمود
۱۹	۲	اپنے	ایسے
۲۱	۷	الیس	اکیس
۲۵	۹	دوزبان	زبان
۲۶	۲۴	چاک ہوا	چاک ہو
〃	〃	ظاہر ہوا	ظاہر ہو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷	۴	کتاب خدا	تحریر خدا
۲۸	۱۰	مر	یا مر
〃	۱۲	اور	لیکن
۳۲	۳	لعنون	بعون
۳۳	۱۱	ابدیکم	ایدیکم
۳۴	۵	اورزیر	زیروزبر
۳۵	۴	ترت	ثمرث
۳۶	۱۹	بعرقہ	بصرفہ
۳۷	۸	سے ہی	سے
〃	۲۲	حنیفیہ	حنفیہ
〃	۲۳	لحاظ	لحاظ سے
۳۸	۲۴	شروع کیا	شروع میں نقل کیا
۵۲	۲۱	الاردی	الازدی
۵۳	۹	روایان	راویان
۵۴	۲	کلا	لا
۵۵	۵	رباعت	دباعت
۵۷	۲	ضرزیات	ضروریات
〃	۸	بھی ہے	بھی
۵۹	۴	بلل	بلی
۶۴	۲۴	صحیح	صحیح نسائی
۶۶	۲	ہو	ہے
۶۷	۹	کے	کا

27/6/10

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۳	۳	بجا	بجا
۷۷	۲۰	کا وکیل	وکیل
۷۹	۲۰	سے ہیں	سے
"	۲۳	کنندہ	کنُندہ
۸۱	۵	منازع	تنازع
۸۲	۷	جمع	جمعے
۹۰	۲۲	اور	جو
۹۴	۳	انگارند	انگارند تکمیل الایمان صفحہ ۶۹
"	۶	کار	مدار کار
۹۵	۲۱	یہ	مگر
۱۰۷	۸	تخرجون	یخرجون
۱۰۸	۲۴	اخوانہم	اخوانہم
۱۱۱	۳	تجھے	مجھے
۱۱۲	۵	کہ اور	اور
۱۱۴	۶	الا الہ	الا اللہ
۱۱۵	۱	بنی	ان
"	۱۵	محیب	محبت
۱۱۶	۴	یستغفروا	یستغفروا
۱۱۸	۱۷	دسمن	دشمن
۱۲۱	۲۴	الحلیتہ	فی الحلیتہ
۱۲۳	۱۱	ایبا یقول	التّا یقون
"	۲۳	خلفھا	خلقھا
۱۲۴	۷	"	"

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۵	۲۰	اسیرہ	السیرۃ
"	"	"	"
"	"	کثیرین	کثیرۃ، بہٖ
۱۲۶	۱۲	چنانچہ اسلام کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی	تاکہ آپ از سر نو اسلام لاتے
۱۳۶	۲۱	حسد	عبد
۱۴۸	۱	و ایشان	ایشان
۱۵۷	۶	سیا	سیاہ
۱۶۸	۳	قرار	فرار
۱۷۰	۱۰	تمہارے	ہمارے
۱۷۱	۵	میں	ان میں
۱۷۴	۱۵	کرتے	کرنے
۱۸۰	۱۶	آنحضرت	حضرت
۱۸۱	۵	جبیر	خیبر
۱۸۲	۱۷	لُعَاب	لُعَابُ
"	"	یُدعی	یُدعیٰ
۱۸۳	۱۰	مخالفتوں	مخالفتوں
"	۲۳	مشیقنا	مستیقنًا
۱۸۶	۱۳	ملی ہے	ملی ہے عمر نے کہا بیٹھ جا لڑکی
۱۸۹	۵	کرے	ہے
"	۲۰	التخذر	الحذر
"	۲۴	حفذاہ	حفذہ
۱۹۱	۲۳	یرجوا	یرجو
۱۹۸	۴	تخل	تخلُ

ہماری کتابیں

	روپے پیسے		روپے پیسے
تفسیر رضی کامل (چھ حصے)	۰-/۱	معاویہ کے بارے میں میری کتابیں از بابا خلیل داس مرحوم	۰/۷۵
اسلام کا معاشی نظام از علامہ رضی محقق زنگی پوری	۲/۵۰	کیا معاویہ صحابی رسولؐ تھا ״ ״ ״	۰/۵۰
قاتلان حسینؑ کی گرفتاری ״ ״	۲/۵۰	قول فیصل حصہ دوم ״ ״	۰/۷۵
انتظار قائم آل محمدؐ بجواب ظہور قائم آل محمدؐ مصنفہ حجۃ الاسلام الحاج مولانا سید ظفر الحسن صاحب قبلہ (کامل تین حصے)	۶ روپے	زینۃ الرجال (ڈاڑھی کے موضوع پر ایک تحقیقی رسالہ)	۰/۵۰
آخری نبیؐ کی بیٹی از ریاض بنارسی مرحوم	۲/-	نکات معرفت از مولانا نذر حسن صاحب گوپالپوری	۰/۵۰
تاریخ عزاداری جونپور مرتبہ مولوی سید محمد خیر الدین صاحب		کتاب و عترت ״ ״ ״	۰/۵۰
منشی مظفر حسین صاحب	۳/-	خاتم النبیین کا معنی اور جناب امینی کی پریشانی	۰/۵۰
نجاست مشرکین از علامہ سید محمد عمید صاحب قبلہ	۱/-	سجدہ گاہ از مولانا سید سبط الحسن صاحب ہنسوی	۰/۱۳
الامام الخاتم از مولانا زین العابدین صاحب	۱/-	تحفۃ الحاج (اعلم عصر کے فتوے کے مطابق حج کے مسائل)	۰/۱۵
قصائد مظفر از منشی مظفر حسین صاحب جونپوری	۱/۵۰		
تحفۃ العباد	۱/-	دینیات (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم	
معاویہ پر میرے اعتراضات (انگریزی)		״ ״ ״ حصہ اول	۰/۲۰
از بابا خلیل داس مرحوم	۱/-	״ ״ ״ ״ حصہ دوم	۰/۷۵
		״ ״ ״ ״ حصہ سوم	۱/-

بہائیوں کا کلام اللہ مع تبصرہ از مولانا سید سعید اختر صاحب گوپال پوری ۱/۲۵

حدیث کسا منظوم از منشی مظفر حسین صاحب جون پوری ۰/۲۰

ہم سے طلب کیجئے

	روپے پیسے		روپے پیسے
الامام الصادق و المذاہب الاربعہ قسم اول	۷/-	مکاشفات تشقی	۳/-
ترجمہ (مولانا سید ذیشان حیدر صاحب قبلہ) قسم دوم	۴/۵۰	صحابیت کا صحیح تصور (مولانا طیب آغا صاحب	۱/۲۵
ابوطالب مومن قریش قسم اول	۶/-	جدید فن مرثیہ نگاری قسم اول	۲/۵۰
(ترجمہ مولانا سید ذیشان حیدر صاحب) قسم دوم	۴/-	״ ״ قسم دوم	۳/-
نور العصر (از مولانا سید محمد صاحب ہوی) قسم اول	۶/-	تعبیر الرویا علامہ مجلسیؒ	۲/-
قسم دوم	۴/۵۰		

آیاتِ محکمات

بجواب

آیاتِ بینات

(حصہ اول)

قیمت پانچ روپے